جہنم کے پروانہ یافتہ

اردو ترجمہ

المبشرون بالنار

مصنف
احمد خلیل جمعہ

مترجم
مولانا طاہر صدیق ارکانی
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی



دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 2631861

جہنم کے پروانہ یافتہ

اردو ترجمہ

المبشرون بالنار

مصنف

احمد خلیل جمعہ

مترجم

مولانا طاہر صدیق ارکانی
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 2631861

طبع جدید : صفر ۱۴۱۷ھ جون ۱۹۹۸ء

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

مطبع :

ملنے کے پتے

(۱) دار الاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱

(۲) ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴

(۳) بیت القرآن اردو بازار کراچی نمبر ۱

(۴) ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله تعالى الذى هدانا للإسلام، وأكرمنا بسنّة خير الأنام، وجعلنا من زمرة المؤمنين، ووفّقنا لطاعته عزّوجل، حمداً كثيراً كما ينبغى لجلال وجهه وعظيم سلطانه.

والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء وخير الخلق، سيدنا محمد النبى الأمي، الذى بلّغ الرسالة، وأدّى الأمانة، ونصح الأمة، وكشف الغمّة، وأخبر عن الغيب الماضى فصدَقَ، وأنبأ بالغيب المستقبل فتحقق، وعلى آله وصحبه الأطهار الأخيار، وتابعيهم بإحسان إلى يوم الدين.

أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدائے واحد وقہار کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا، تاکہ آپ ﷺ ان کو کفر وضلالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام وایمان کی روشنی کی طرف لے آئیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إنّا أرسلناكَ بالحقِ بَشيراً و نَذيراً﴾ سورہ بقر آیت ۱۱۹۔ یعنی ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، اسی طرح ارشاد ہے ﴿وَمَا أرسلناكَ إلاّ كافّةً لِلنّاسِ بَشيراً و نَذيراً﴾ سورہ سبا آیت ۲۸۔ یعنی ہم نے آپؐ کو تمام جہاں والوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خالص توحید کی طرف دعوت دی، انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، اسے چاہئے کہ اس کی توحید پر ایمان لائے، کیونکہ اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ اس جیسا کوئی ہے، بت پرستوں نے بے شمار بتوں کو یہ کہہ کر بنایا ہے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنائیں گے، ان کا یہ دعویٰ غلط اور باطل ہے، درحقیقت بندے اور اس کے خالق کے درمیان کوئی تیسرا شخص یا ذات نہیں ہے بندہ براہ راست اپنے رب سے رابطہ کر سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی جس میں ہر انسان کا کامل ودقیق محاسبہ ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَمَنْ يَعمَلْ مِثقالَ ذرّةٍ خيراً يرَهُ، وَمَنْ يَعمَلْ مِثقالَ ذرّةٍ شرّاً يرَهُ﴾ سورہ زلزلہ آیت ۷و۸۔

یعنی: جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا (اسے قیامت کے دن) دیکھے گا، اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا (قیامت کے دن) دیکھے گا۔

اسی طرح لوگوں کے نفوس کی تطہیر و تزکیہ کی بھی ضرورت تھی، انہیں ان مخصوص عبادات کا پابند بنانا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، باطل عقیدوں کو چھوڑنا ضروری تھا اسی طرح ان برے افعال و اعمال کو بھی جو اس زمانے میں لوگوں میں عام تھے، جیسا کہ ناجائز طریقے سے یتیم کا مال کھانا، ناپ تول میں برابری نہ کرنا، بچوں کو قتل کرنا، فواحش و منکرات میں انہماک وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعوت اسلامی لوگوں میں مقبول ہوتی گئی، لوگوں کی ایک جماعت اس پر ایمان لے آئی، ایمان کے تخم کو زرخیز زمین میسر آگئی، اس نے بڑھنا پلنا اور تروتازہ ہونا شروع کر دیا، ان حضرات پر اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا۔

دوسری طرف مشرکین اس دین کے خلاف جنگ کے لئے کمربستہ ہوگئے، اس دین پر ایمان لانے والوں کو اذیتیں پہنچانا شروع کر دیا، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اپنے معاندانہ موقف کا سر عام اعلان کیا، درمیان میں خشک سالی و شدت مصائب کے چند سال بھی آئے، جن میں مشرکین نے اپنے فسق و فجور کا خوب مظاہرہ کیا، بالآخر ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جس مقصد کے لئے وہ یہ ساری حرکتیں کر رہے ہیں وہ ایک سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور ان کے تمام افعال و اعمال اندھی تقلید پر مبنی ہیں جو عقل کو تفکر و تدبر سے روکنے کے مترادف ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صابر مؤمنین کو ایسے باغات کی بشارت دی جن کے نیچے نہریں بہیں گی، بہترین مکانات، عزت افزائی اور فضل عظیم کی خوشخبری سنائی، نصرت و توفیق ہمیشہ ان کے ساتھ ہوگی، زمین انہیں کے لئے ہے چاہے باطل کتنا ہی دندنا رہا ہو اور آواز کفر کتنی ہی بلند ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو عذاب عظیم سے ڈرایا، ان کو اپنے اعمال بد کے انجام سے متنبہ کیا، اور یہ بتایا کہ ان کا باطل عبادات و اعمال پر عمل پیرا رہنا ان کے لئے مفید نہیں ہے، ان کو خیر و بھلائی کا راستہ بتایا، جس نے اپنے نفس کی تطہیر کی وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اسے پراگندہ کیا وہ خسارہ میں رہا۔

قرآن کریم میں مشرکین کو آگ اور شدید عذاب سے ڈرانے کے سلسلہ میں تبشیر (خوشخبری) کے لفظ استعمال کیا گیا جس کا مقصد زجر و توبیخ و ملامت و تنکیر میں اضافہ و زیادتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ سورہ توبہ آیت ۳۔ یعنی: آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنائیے، اور ارشاد ہے ﴿فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ سورہ آل عمران آیت ۲۱۔ یعنی آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیں۔

تبشیر کے معنی ایسی خبر سنانا جس سے سننے والے کے چہرہ کھل اٹھے، عام طور پر اس کا استعمال مسرت اور اچھی چیزوں کی خبر کے لئے ہوتا ہے، غم والم اور بری خبر کے لئے اگر اس کا استعمال ہو تو اس کے ساتھ اس بری شئی کی بھی صراحت کر دی جاتی ہے، قرآن کریم میں جابجا اسی قاعدہ پر عمل کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن ظالموں کو اپنے ساتھیوں اور ان باطل معبودوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا کیا جائے گا جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، سب کا انجام ایک ہوگا، سب کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، العیاذ باللہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَ أَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ﴾ سورہ صافات آیت ۲۲و۲۳۔ یعنی: جمع کر وان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کئے ان کے ساتھیوں اور ان کے معبودوں کے ساتھ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ عبادت کیا کرتے تھے، پھر ان کو جہنم کا راستہ بتاؤ ﴿فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ﴾ اس انداز بیان میں کفر و شر پسند قوتوں کے لئے زجر و توبیخ، تنکیر و تأنیب اور ھزیمت و ذلت ہے۔

جہنم کی بشارت پانے والوں کے ساتھ قرآن کریم کا انداز خطاب ملاحظہ فرمایئے ﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ سورہ دخان آیت ۴۹۔ یعنی: چکھو کیونکہ تم ہی ہو بڑے عزیز و کریم۔ بدبخت ابو جہل کہا کرتا تھا: میں وادی مکہ کا سب سے زیادہ معزز و مکرم ہوں، اس کی استہزاء و تمسخر کے طور پر جہنم کے فرشتے اس سے یہ الفاظ کہیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے بعض کفار کو بشارت دی کہ تمہارا انجام جہنم ہوگا، ایک مرتبہ ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: تیرا گمان یہ ہے کہ تیرا

رب مردوں کو زندہ کرے گا مجھے یہ بتاؤ کہ اس ہڈی کو کون زندہ کرے گا؟ پھر اس نے اس ہڈی کو توڑ دیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ تجھے مار دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر تجھے جہنم میں داخل فرمائیں گے۔ (رواہ الحاکم وصححہ والبیہقی وابن جریر)۔

آنحضرت ﷺ نے دشمن اسلام و مسلمین ابو جہل کے متعلق خبر دی کہ اسے بھی رب کائنات کی طرف سے جہنم کی بشارت دی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

"میں مقام بدر کے آس پاس سے گذر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی ایک گڑھے سے نکلا، اس کی گردن زنجیر میں جکڑی ہوئی تھی، اس نے مجھے پکارا: اے عبداللہ مجھے پانی پلاؤ، اس گڑھے سے ایک اور آدمی بر آمد ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک درّہ تھا، اس نے مجھے پکارا: اے عبداللہ اسے پانی مت پلاؤ کیونکہ یہ کافر ہے، پھر اسے درّہ مارا تو وہ واپس گڑھے میں لوٹ گیا، میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سارا قصہ سنایا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے واقعی اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دشمن خدا ابو جہل ہے، اور وہ اس کو دیا جانے والا عذاب ہے اس عذاب میں وہ قیامت تک رہے گا۔ (رواہ الطبرانی)۔

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں ان جہنم کی بشارت و پروانہ یافتوں کے حالات ایک کتاب میں یکجا کروں، اس کتاب کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہر حصہ آٹھ آدمیوں کے حالات پر مشتمل ہے، میں نے صرف ان لوگوں کے حالات جمع کئے جن کو نص قرآنی یا زبان نبوت سے عہد نبوی ﷺ میں جہنم کی بشارت دی گئی، مجھے معلوم ہے کہ قرآن کریم میں دیگر بہت سے لوگوں کو بھی جہنم کی بشارت دی گئی اور انکے ناموں کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے، جیسے فرعون ہامان اور قارون وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ فِرعَونَ و هَامَانَ وَ جنُودَهمَا كَانُوا خَاطِئِين﴾ سورہ قصص آیت ۸۔ یعنی: فرعون وہامان اور ان دونوں کے لشکر خطاکاروں میں سے تھے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَومِ مُوسىٰ فَبَغىٰ عَلَيهِم...... فَخَسَفْنَا بِه و بِدَارِه الأَرضَ﴾ سورہ قصص آیت ۷۶، ۸۱۔

یعنی: بلاشبہ قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا پھر ان لوگوں پر

زیادتی کرنے لگا...... پھر ہم نے قارون اور اس کے مکان کو زمین میں دھنسا دیا۔

اور ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ سورہ غافر آیت ۴۶۔ یعنی: اور جب قیامت کا دن آئے گا (تو ہم جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔

قرآن کریم میں بعض عورتوں کے ناموں کا ذکر بھی آیا ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیگمات، ہم نے ان خواتین کا ذکر اس کتاب میں نہیں کیا، کیونکہ ہم انشاء اللہ مستقبل میں ان کے سلسلہ میں ایک کتاب تالیف کرینگے جس کا نام (انبیاء کرام علیہم السلام کی زوجات) رکھیں گے۔

ان لوگوں کو صرف قرآن کریم کی صریح آیتوں اور آنحضرت ﷺ کے صریح اقوال سے جہنم کی بشارت نہیں دی گئی، بلکہ ان کفار کے برے اعمال صراحتاً ان کے دوزخی ہونے پر دلالت کر رہے تھے، کیونکہ ایک تو یہ لوگ ایمان نہیں لائے اور پھر آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی دعوت سے عداوت کی، اور صحابہ کرام کو تکالیف دیتے رہے، اور کچھ وہ لوگ تھے جو زمین پر فساد پھیلاتے تھے جیسا کہ سفیان بن خالد ہذلی، مسیلمہ کذاب اور عامر بن طفیل وغیرہ۔

یہ جہنم کے پروانہ یافتہ لوگ ایسے بے عقل واقع ہوئے تھے کہ کبھی انہوں نے اپنی عقلوں کو جنبش نہیں دی، حق کے دشمن تھے، لہذا ان لوگوں نے دعوت اسلام کی طرف کبھی توجہ نہیں دی، دعوت قرآنی کو قبول نہیں کی، اپنی غلط خواہشات، متعفن رسوم ورواج اور اپنے آباء واجداد کے غلط مذاہب کی اتباع کرتے تھے۔

دوسری طرف دیکھئے کہ ان کی اولاد یا بھائی بہن یا رشتہ دار حق کی اتباع کر رہے ہیں، اس نور سے استفادہ کر رہے ہیں جس کا نزول ان کی طرف ہوا، وہ مدرسہ نبوی کے وفادار سپاہی ہیں، جدھر بھی جاتے ہیں دعوت و تبلیغ کام جاری رکھتے ہیں، ان کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، یہاں چند ایک حضرات کے اسماء گرامی ذکر کئے جاتے ہیں:

والد کافر	بیٹا مؤمن
عتبہ بن ربیعہ	أبو حذیفہ
عاص بن وائل	ہشام بن عاص
عبداللہ بن ابی بن سلول	عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول

شاید بعض لوگ سوال کریں کہ آخر اس کتاب کو لکھنے کا مقصد کیا ہے؟

میں عرض کروں گا کہ اس کتاب کو لکھنے کے کئی مقاصد ہیں، چند ایک مقاصد یہاں ذکر کر دیتا ہوں:

☆ جن لوگوں کے احوال کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان سے عبرت حاصل کرنا، یہ دیکھنا کہ ان لوگوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ کتنا گھٹیا معاملہ کیا، تا کہ انسان اپنی خواہشات اور بری عادتوں کے طوفان میں بہہ نہ جائے، حق اور صراط مستقیم سے اس کے قدم پھسل نہ جائیں، سراسر خیر اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھے، آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی اقتداء کرے، آپؐ کے اچھے اخلاق، اعلیٰ صفات، اور اسوہ حسنہ کی اتباع کرے۔

☆ کفار و مشرکین کے ساتھ آپ ﷺ کا سلوک اور سیرت طیبہ کے اہم واقعات کے ذیل میں آپ ﷺ کی عظمت و رفعت اور آپؐ کی شان عالی کو اجاگر کرنا یہاں آپ ﷺ کی شخصیت کے کئی پہلو نمایاں طور پر سامنے آئے، خصوصاً آپ ﷺ کا صبر و بردباری، ایذاء رسانیوں اور برے سلوک پر عفو در گذر، غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈوں، استہزاء و تحریہ، گالیوں اور جنون و سحر و کذب کی تہمتوں کو برداشت کرنے کی قوت، اس کے علاوہ مشرکین کی معاندانہ نظروں کا تحمل وغیرہ وغیرہ۔

☆ ان بدبختوں اور کمینوں کی طرف سے صحابہ کرام کو پہنچائی جانے والی تکالیف اور اذیتوں کے سلسلہ میں ان حضرات نے جو معزز و مشرف موقف اختیار کیا تھا اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنا، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نہایت بے دردی سے مارنے کے بعد آپکا گلا دبا کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی، حضرت خبابؓ بن ارت کو تھپڑ مارا گیا اور حضرت بلالؓ حبشی کو سخت عذاب دیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

☆ بعض مکمل سورتوں کے متعلق کلام کرنا جو ان بدبختوں کے اعراض و کفر اور راہ حق سے روگردانی پر نازل کی گئیں، جیسا کہ سورہ مَسد، کوثر، ھُمَزَہ، الکافرون.

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بہت سی آیتیں نازل فرما کر ان کے کردار واعمال کی خباثت وضلالت کو واضح کیا، اور قرآن رسول دعوت اسلامی اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کے غلط خیالات اور افکار کی نشاندہی کی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ﴾ سورہ قلم آیت ۱۶۔ یعنی: ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے، اور ارشاد ہے ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ سورہ مدثر آیت ۱۱۔ یعنی: چھوڑ دو مجھے اور اس کو جسے میں نے پیدا کیا اکیلا۔

اس سے پہلے میں دو کتابیں جنت کے پروانہ یافتہ مردوں و عورتوں کے متعلق تالیف کر کے شائع کر چکا ہوں، لہذا میں نے چاہا کہ انؐ کے بالمقابل جہنم کے پروانہ یافتہ لوگوں کے احوال کے متعلق ایک کتاب لکھوں تا کہ صورتحال زیادہ کھل کر سامنے آجائے ؎

دونوں ضد ہیں جب اکٹھے ہو گئے تو اچھے ہو گئے
ضد کا حسن ضد ہی ظاہر کرتا ہے

میری یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک جدید کتاب ہے، کیونکہ میں نے اپنے طور پر جتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے مجھے کہیں بھی اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ان لوگوں کے حالات پر نہیں ملی، اس لحاظ سے یہ کتاب اس موضوع پر ایک شاہکار علمی کارنامہ ہے اور دوسروں کے لئے رہنما ہے۔

ان لوگوں کے حالات و واقعات کا تذکرہ علمی مراجع میں بکثرت متنوع و مختلف اشکال میں موجود ہے، تفسیر، حدیث، سیرت، طبقات رجال، تاریخ، ادب، انساب غرض ہر قسم کے علمی مراجع میں ان کا تذکرہ ملتا ہے، کل مراجع کی تعداد ۶۰۰ کے لگ بھگ ہے جس کا اندازہ اس کتاب کے چند ایک اوراق پلٹ کر بھی لگایا جا سکتا ہے، لیکن میں نے مراجع و مصادر کی فہرست میں صرف مشہور و اہم کتب کے ذکر پر اکتفا کیا۔

میں نے ہر شخص کے احوال کے ذکر میں حسب ذیل ترتیب کا اہتمام کیا:

☆ سب سے پہلے جہنم کے پروانہ یافتہ شخص کا تعارف (نام، نسب، قبیلہ، اجتماعی زندگی کے احوال...... وغیرہ)۔

☆ اس شخص نے آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام اور دعوت اسلامی کے سلسلہ میں جو معاندانہ موقف اختیار کیا تھا اس کے کچھ نمونے۔

☆ اس کے انجام اور خاتمہ کا ذکر۔

☆ اس آیت یا حدیث کا ذکر جس میں اس شخص کو جہنم کی بشارت دی گئی۔

اس کتاب کے مواد کو اکھٹا کرنے میں کافی محنت کی گئی، مصادر و مراجع بکثرت تھے، میں نے مواد کی تلاش و تبویب و ترتیب میں بہت زیادہ وقت لگایا پھر کہیں جا کر یہ مواد اکھٹا ہوا، پھر ہر شخص کے حالات کے متعلق فرعی عنوانات ترتیب دے کر ہر عنوان سے متعلق مواد کو اس میں مرتب کیا، جس میں واضح و سہل اسلوب بیان کا زیادہ اہتمام کیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی خاص مہربانی کا نتیجہ ہے۔ ع

اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھی نعمت ہے
اور اس جیسی نعمتوں پر مجھ پر شکر واجب ہے
تو شکر کی پہنچ بھی صرف اس کی مہربانی سے ہو سکتی ہے
اگرچہ ایام طویل ہوں اور عمر کو استمرار حاصل ہو

اس موقعہ غنیمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نہایت پر خلوص شکر و تکریم پیش کرتا ہوں "دار ابن کثیر" کے مالک برادر محترم علی دیب مستو کی خدمت میں، جن کا کتب خانہ ہمیشہ آباد و پر رونق رہے، انہوں نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے اسلامی علوم و فنون سے متعلق مختلف کتابوں کو تحقیق و فہرست کے ساتھ نہایت خوب صورت و جاذب نظر طریقہ سے شائع کی، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیں، اور ان خدمات کو ان کے لئے ذخیرہ آخرت بنادیں، اور مزید نافع کتابیں شائع کرنے کی توفیق دیں۔

اسی طرح میں اپنے نہایت مخلص دوست یوسف علی بدیوی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کو پڑھ کر دیکھا اور اپنے مفید مشوروں سے مجھے نوازا، اس کی طباعتی امور میں رہنمائی کی جیسا کہ وہ اس سے پہلے میری سابقہ کتابوں میں کر چکے ہیں، لہذا میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین پر ثابت قدم رہنے، حق مبین کو تھامے رہنے، اور غیر متزلزل ایمان کا سوال کرتے ہیں یہانتک کہ ہم آپ سے جاملیں تو آپ ہم سے راضی ہوں، اے ارحم الراحمین۔

﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ، وَ يُضِلُّ اللهُ الظَّالِمِينَ وَ يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ﴾ سورہ ابراہیم آیت ۲۷۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور دوسرے عالم میں بھی پکی بات یعنی کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ ناانصافوں کو بے راہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

احمد خلیل جمعہ

دمشق ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۲ھ

۱۰ جون سنہ ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، ورحمة الله للعالمين، نبينا و مولانا محمد، و على آله وصحبه أجمعين، وبعد!

قال الله تعالىٰ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الآخِر﴾ و قال النبي ﷺ: تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما، كتاب الله وسنتي.

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو تمام انسانوں کے لئے ایک بہترین عملی نمونہ بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور یوم آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کا عزم رکھنے والوں کو ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے افعال واقوال سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے، اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مسلمان علماء و مؤرخین نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر لکھتے آرہے ہیں، اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا، علماء کرام نے آپ ﷺ کی ذات بابرکت کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھایا اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں وجود میں آئیں، روئے زمین پر شاید آنحضرت ﷺ وہ پہلے انسان ہیں جن کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے تقریباً تمام واقعات و حالات قلمبند کرنے کا اتنا عظیم الشان اہتمام ہوا اور پھر ان سے رہنمائی حاصل کر کے بے شمار انسان اپنی زندگیوں کو سدھارتے گئے، آپ ﷺ ہی کی برکت سے ایسے لوگوں کو بھی شہرت دائمی حاصل ہوئی جن کو فرعون امت محمدیہ کا لقب دیا گیا ہے اور انکے حالات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہوگئے، جیسے ابو جہل وابو لہب وغیرہ۔

محدثین علماء اور مؤرخین نے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک، آپ ﷺ کی شکل وصورت، قد و قامت، چہرہ مبارک کے خدوخال وغیرہ کا نہایت تفصیل کے ساتھ ایسی مستند روایات سے ذکر کیا ہے جن پر ادنی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا، امام ترمذیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "جامع ترمذی" میں شمائل نبوی کے عنوان سے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کا مکمل خاکہ امت کے سامنے پیش کیا، شمائل ترمذی کے مطالعہ کے بعد ان لوگوں کے دلوں میں جن کو آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی آپ ﷺ کا ایک تصور آجاتا ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے عادات واوصاف کا احاطہ کرنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں، آپ ﷺ کا لوگوں کے ساتھ معاملہ کیسا تھا، کفار ومشرکین کی اذیتوں اور ایذاء رسانیوں پر آپ ﷺ کا ردعمل کس نوعیت کا ہوتا تھا آپ ﷺ کی سخاوت و کرم، شجاعت وبسالت، حلم وبردباری، تواضع وانکساری، خشیت وخوف الٰہی غرض ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر لکھنے والے اگر لکھیں تو کتابوں کے انبار لگ جائیں، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی فصاحت وبلاغت اور علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب ان سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے وہ جامع مانع جواب دیا جس سے پہلے نہ کسی نے ایسا جواب دیا اور نہ اس کے بعد اس طرح کا جواب کوئی دے سکے گا، انہوں نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ القرآن (آپ ﷺ کا اخلاق تو قرآن تھا) یعنی آپؐ قرآن کریم کا زندہ جاوید عملی نمونہ تھے۔

سیرت طیبہ کے موضوع پر لکھنا بہت بڑی سعادت ہے جب یہ کتاب احقر کے سامنے آئی تو اس میں یہی بات مدّنظر تھی کہ سیرت طیبہ پر کچھ لکھنے کا موقعہ ملے گا، جزوی یا ضمنی طور پر ہی سہی، گویا یہ کتاب ایک بہانہ ہے ورنہ ہمیں ابوجہل، ابولہب وغیرہ کے حالات زندگی سے کیا سروکار۔

اس کتاب کے ترجمہ کے اصل محرّک محترم جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب ہیں جو ایک علمی گھرانہ کے چشم وچراغ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس خاندان سے برصغیر پاک و ہند میں وہ خدمت لی کہ تمام اہل ہند کی طرف سے وہی کافی ہوگئے، اگر دوسرے حضرات کچھ نہ لکھیں تب بھی کوئی علمی خلا محسوس نہیں ہوگا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دوسو کتابیں تالیف فرمائی، ان کا قلم اٹھا تو ہمیشہ ملک وملت کے سلگتے ہوئے مسائل پر، ایسے موضوعات پر جن کا تعلق مسلمانوں کی عملی زندگی سے ہے، اور جن کی انہیں ہر وقت ضرورت پڑتی ہے، محترم خلیل اشرف عثمانی صاحب بھی اپنے دادا کے نقش قدم پر چل کر اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور متعدد عربی کتابوں کو اردو میں اور اردو کتابوں کو انگریزی میں ترجمہ کرا کر اپنے ادارہ دارالاشاعت کراچی سے شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت اور دیگر خدمات کو قبول فرمائیں اور اس کتاب کو ان کے اور اس ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنادیں۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين.

طاہر صدیق ارکانی

جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو جہل بن ہشام

☆ نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا:

یہ اس امت کا فرعون ہے۔

☆ آپ ﷺ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا:

وہ......ابو جہل بن ہشام ہے تا قیامت اس پر عذاب ہوتا رہے گا۔

ابو جہل ابن ہشام

ابتدائی کلمات

سچ بولنے کی عادت شروع ہی سے سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی میں نہایت نمایاں تھی، دوسرے لوگوں کی طرح آپ ﷺ بھی اسی مکی معاشرہ میں رہتے تھے، عام لوگوں کی طرح سادہ زندگی گذارتے تھے، کسی چیز میں ان سے مختلف نہیں تھے، نہ کبھی جسمانی قوت کا مظاہرہ کرتے تھے اور نہ فکری تسلط جمانے کی کوشش فرماتے تھے، اگر کسی چیز میں ممتاز تھے تو وہ صرف شرافت اور مکارم اخلاق تھے، آپ ﷺ کو لوگ آپ ﷺ کے نام کے بجائے صادق اور امین کے لقب سے زیادہ پہچانتے تھے، آپ ﷺ اس زمانہ کے بت پرستانہ اجتماعات کے نزدیک بھی نہیں جاتے تھے اور نہ ہی ان کی بیہودہ محفلوں میں شرکت فرماتے تھے، اور نہ استقامت کے اعلی مراتب سے رذائل و مفاسد کے گڑھے میں اتر جاتے تھے، ہر اس چیز سے کوسوں دور رہتے تھے، جو کسی نہ کسی طرح سے آپ ﷺ کی سیرت و کردار کو داغدار بنادے، گویا سچ بولنے کی عادت آپ ﷺ کی ابدی رسالت کا عنوان تھا جس کے لئے اللہ تعالی نے آپ کو منتخب فرمایا تھا۔

نبوت دراصل اس شخصی حالت کا نام ہے جو صرف وحی کی روشنی میں تربیت الہی کے تحت پروان چڑھے، یہ ان بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جن کو اللہ تعالی نبوت جیسی بلند مقام کے لئے منتخب فرماتے ہیں، اس کا مقصد بعض افراد کی ایسی تربیت ہوتی ہے جس سے وہ معاشرہ کے عام افراد کے مقابلہ میں تہذیب واخلاق اور عقائد واعمال کے میدان میں اعلی وارفع ہوں، تاکہ وہ ان لوگوں کے لئے عملی نمونہ بن سکیں جو اپنی فطرت سلیمہ کی بناء پر اپنی زندگی کو سنوارنے اور اپنے کردار کی درستگی کے سلسلہ میں ان کی اقتداء کرنا چاہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اسلام کے سلسلہ میں لوگوں سے بات

چیت شروع کی اور انہیں اس جدید دین کی طرف دعوت دی جس کا آپ ﷺ کو پیغمبر بنایا گیا تھا، تو اس وقت لوگوں کی عام حالت یہ تھی وہ کفر اور بت پرستی میں مکمل طور پر غرق تھے۔ گویا کفر ایک روگ تھا بالکل اس مرض کی مانند جس کے علاج سے بڑے بڑے اطباء عاجز آ گئے ہوں۔

رسول خدا حضرت محمد ﷺ جس نور کے ساتھ مبعوث ہوئے اس نے دلوں پر اثر انداز ہونا اور عقول کو منور کرنا شروع کر دیا تھا، البتہ مکہ والوں نے اس دین کو قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے تمام ممکنہ وسائل کا استعمال کر کے نبی کریم ﷺ کو اس دین کی اشاعت سے روکنے کی کوشش کی، ابو جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ المخزومی القرشی ان سرداران کفر و شرک میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور عام مومنین سے عداوت میں پیش پیش تھے، لہذا یہ دنیا و آخرت میں خسارے میں ہوا اور اس کا شمار فرعون اور اس کی جنود کے ساتھ ہونے لگا، بلکہ یہ خود اس امت کا فرعون تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

عہد نبوی میں اس کے حالات و کردار کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ ظہور اسلام سے قبل اس کے اور اس کے قبیلہ کے حالات کے بارے میں کچھ لکھا جائے۔

بنو مخزوم

زمانہ جاہلیت میں قریش بنو مخزوم کا نہایت احترام کرتے تھے، اور کچھ امور کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد کی گئی تھی، مکہ مکرمہ میں ہشام بن مغیرہ (ابو جہل کے والد) کی اچھی شہرت تھی کیونکہ وہ بنی مخزوم اور قریش کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، بڑے سخی و کریم تھے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے، جب ہشام کا انتقال ہوا تو مکہ میں اعلان کیا گیا کہ لوگو! اپنے آقا کے جنازہ میں شرکت کرو، قریش ہشام کی موت کو ایک تاریخی سانحہ قرار دیتے تھے، بلکہ وہ اس سے تاریخ کا تعین کرتے تھے، چنانچہ وہ کہتے تھے (جس سال ہشام کا انتقال ہوا) بجیر بن عبداللہ بن سلمۃ الخیر بن قشیر نے ان کی موت پر یہ اشعار کہا:

مجھے بولنے کی اجازت دوا ے بکر میں نے موت کو دیکھا کہ وہ ہشام کو ڈھونڈ رہی ہے۔

موت نے ان کو اختیار کر لیا کسی دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کیا وہ تہامہ کا بڑا بہترین آدمی تھا۔

بنو مغیرہ نے چاہا کہ ایک ہزار جنگجوؤں اور ایک ہزار تیر اندازوں کو فدیہ میں دیکر ہشام کو موت سے آزاد کرالیں۔

ہشام کے متعلق حارث کہتا ہے:

وادی مکہ کے باشندوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، ایسا لگ رہا تھا کہ زمین پر ہشام ہے ہی نہیں۔ (الاشتقاق ص ۱۰۱ المحبر ص ۱۳۹ االمعارف ص ۷۰)

اس قریشی خاندان میں ابو جہل بن ہشام پروان چڑھا، اپنے دادا کے کچھ اوصاف حمیدہ اس میں بھی منتقل ہوئے تھے یہ بھی لوگوں کی خوب دعوت کرتا تھا اور مہمانوں کے لئے اس کا دستر خوان روٹی اور گوشت سے مزین رہتا تھا، مقصد شہرت حاصل کرنا تھا اس کی خواہش تھی کہ لوگ محفلوں میں اس کا ذکر خیر کریں، چنانچہ وہ سخاوت و کرم کے ذریعہ کمزور دل لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا، تاکہ اسکے دل میں مدفون تکبر و غرور کو تسکین حاصل ہو، لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور کہیں کہ یہ شخص بڑا سخی و کریم ہے اور یہ اندر ہی اندر خوشی سے پھولا نہیں سمائے۔

یہ عمرو ہے

بنی سلیم کے دو آدمیوں نے ایک ایسا قصہ بیان کیا جس سے ابو جہل کے غرور و تکبر، اور سستی شہرت حاصل کرنے کی طلب و جستجو کا اندازہ ہوتا ہے، اس قصہ میں وہ لوگوں کو زاد سفر دے کر بتکلف بڑا بننا چاہتا تھا، وہ دونوں آدمی کہتے ہیں:

ایک سال ہم عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ گئے وہاں ہم نے کسی کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا اور نہ ہی ہمیں کوئی مہمان خانہ نظر آیا اور نہ کسی شخص کو کسی کی مہمان نوازی کرتے ہوئے دیکھا، ہم مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ لوگوں کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہم نے پوچھا: یہ لوگ کہاں جارہے ہیں؟

ہمیں جواب ملا: یہ لوگ کھانا کھانے جارہے ہیں۔

ہم بھی ان کے ساتھ چلے، یہ سب لوگ شعب بنی مخزوم میں داخل ہو گئے، وہاں ایک عظیم الشان مکان نظر آیا، اس کے اندر ایک شاندار گھر بنا ہوا تھا اس مکان کے دو دروازے تھے اچانک ایک سانولا رنگ کا آدمی ظاہر ہوا، ہلکا بدن، قبول صورت، بھینگا، وہ ایک تخت پر بیٹھ گیا، اس نے سیاہ رنگ کا جوڑا زیب تن کر رکھا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، بڑی بڑی پلیٹوں میں روٹیاں اور گوشت ہمارے سامنے لائے جا رہے تھے، ہم سب وہاں بیٹھ گئے اور کھانا شروع کر دیا، میں اپنے ساتھی سے پہلے کھانے سے فارغ ہو گیا تھا، میں نے اس سے کہا: کتنا کھاؤ گے؟ کیا ابھی تک تیرا پیٹ نہیں بھرا؟ اٹھ اللہ تیرا پیٹ نہ بھرے۔

تخت پر بیٹھنے والے نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: کھاؤ کیونکہ اسے کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہے، جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو اس دروازے کے علاوہ ایک دوسرے دروازے سے خارج ہوئے جہاں سے ہم داخل ہوئے تھے، اچانک ہمیں اونٹ کھڑے ہوئے نظر آئے، ہم نے پوچھا ان اونٹوں کو کیا ہوا؟

ہمیں جواب ملا: ان اونٹوں کو ذبح کر کے اسی طرح کا کھانا تیار کیا جائے گا جیسا کہ تم لوگوں نے ابھی دیکھا، ہم نے اس کھانے کھلانے والے کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہے؟

ہمیں جواب ملا: یہ عمرو بن ہشام ہے، یہ ابوالحکم ہے۔ (یعنی یہ ابو جہل ہے) (الممنق ص ۳۴۱)

ابو جہل کا ایک بھائی تھا جس کا نام حارث بن ہشام تھا حارث نیک شریف اور اچھی شہرت کا حامل تھا، اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کعب بن اشرف کہتا ہے:

مجھے خبر ملی ہے کہ حارث بن ہشام فضل و کرم کی بلند عمارتیں بنا رہا ہے۔

اور لوگوں کو جمع کر رہا ہے تا کہ اجتماعی شکل میں مدینہ کا دورہ کرے، حقیقت یہ ہے کہ قدیم حسب نسب پر شرافت و عزت کی بلند عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔

حارث بن ہشام غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوا، اور شکست کھائی پھر غزوہ احد میں بھی ان کی طرف سے شریک ہوا، حالت کفر میں ایک طویل عرصہ رہا پھر غزوہ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہو گیا، ام ہانی بنت ابو طالب نے حارث کے لئے امن طلب کیا تھا، آپ ﷺ نے ان کو امن دیدی، اچھے مسلمانوں میں

سے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر ملک شام چلے گئے، اہل مکہ بھی ان کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے چلے، پھر یہ رک گئے اور ان سے کہا:

کیا ہمیں گھر کے بدلہ گھر اور پڑوسی کے بدلہ پڑوسی نہیں ملیں گے؟ ہم آپ کے بدلہ کسی اور کو نہیں چاہتے ہیں لیکن یہ نقل مکانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

انہوں نے ملک شام ہی میں بقیہ زندگی گذاری اور وہیں ان کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کا خاتمہ بالخیر کیا، سرداری میں وہ ضرب المثل تھے، ایک شاعر ان کے متعلق کہتا ہے:

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جب تمہارے والد کا شرف و مرتبت کے اعتبار سے نسب بیان کیا جائے گا۔

تو قریش میں حارث بن ہشام ان سے کرم و سخاوت کی وجہ سے زیادہ قریب ہوں گے زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی۔

حارث اور ابو جہل کی والدہ کا نام اسماء بنت مخربۃ تھا، اور لقب حنظلیۃ، ان کا تعلق بنو نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلۃ سے تھا، اسی لئے ابو جہل کو ابن الحنظلیۃ بھی کہا جاتا ہے۔

ابوالحکم سے ابو جہل

مجالس قریش میں ابو جہل کی کنیت ابوالحکم تھی (یعنی علم و حکمت والا) اہل مکہ اور قریش کے یہاں اچھا اور صحیح مشورہ دینے والے کی حیثیت سے مشہور تھا مجالس شوریٰ میں اس کی رائے پر اس وقت بھی بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا جب وہ جوان تھا، ابو جہل جب قریش کی مجلس مشاورت "دارالندوۃ" کا رکن بنا تو اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال تھی، یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کی رائے نہایت عمدہ ہوتی تھی، حالانکہ دارالندوۃ کا رکن بننے کے لئے کم از کم چالیس سال یا اس سے زیادہ عمر کا ہونا ضروری تھا۔

علامہ ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں۔ ابو جہل کی مونچھیں ابھی صحیح طرح سے نہیں نکلی تھیں کہ قریش نے اسے سردار بنا دیا اور بڑوں کے ساتھ اسے دارالندوہ میں

شامل کرلیا۔

لیکن ظہور اسلام کے بعد اس کی یہ کنیت ابوجہل میں تبدیل ہوگئی، اس کو نبی کریم ﷺ سے سخت دشمنی اور حسد تھا وہ نبی کے مقام ومرتبت سے جاہل تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی، اس موقعہ پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

"لوگوں نے اس کی کنیت ابوالحکم رکھی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی"

بہر حال آنحضرت ﷺ نے جو اس کی کنیت ابوالحکم کے بجائے ابوجہل رکھی تو لفظ کی دلالت اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے، تمام مخلوقات میں یہ شخص اس کنیت کا زیادہ حق دار تھا، نبی کریم ﷺ شرافت پر دلالت کرنے والے لفظ کا استعمال نااہل کے حق میں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، اسی طرح ایک توہین آمیز کلمہ کا استعمال ایک شریف آدمی کے حق میں ناپسند فرماتے تھے۔

امام ابوداؤدؒ نے (الأدب) میں روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کا نام ابوالحکم رکھنے سے منع فرمایا ہے، نیز فرمایا ہے کہ (بے شک اللہ تعالیٰ ہی الحکم ہیں اور حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے) عون المعبود ۱۳/۲۹۶۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ: جس نے ابوجہل کو ابوالحکم کہا تو اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور اسے توبہ کرنی چاہئے۔

ابوجہل کا حسد وکینہ

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل کو آل عبدالمطلب سے پرانی دشمنی تھی، عربوں اور قریش کے دلوں میں آل عبدالمطلب کے لئے جو عزت واحترام پایا جاتا تھا ابوجہل اس پر بہت حسد کرتا تھا یہ شیطانی کراہت وناپسندیدگی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا خسیس نفس مختلف رذائل وضلالت کا حامل تھا جس سے حسد وکینہ وغیرہ پھوٹ پڑتے ہیں۔

علماء سیرت وتاریخ نے ابوجہل کے دل میں دفن شدہ حسد کی جڑوں کی نشاندھی یوں کی ہے:

ایک مرتبہ اوس بن حجر تمیمی مکہ میں ابو جہل کے پاس آیا اور اس کی تعریف کی، اس سے کہا: میں تمہاری قوم کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس پر ابو جہل نے اپنی برادری کے جوانوں کے پاس پیغام بھجوایا کہ خبردار تم میں سے کوئی شخص مسجد حرام میں عمدہ اور خوب صورت باوقار لباس زیب تن کئے بغیر نہ آئے، چنانچہ وہ سب اس کی ہدایت کے مطابق عمدہ لباس اور اعلیٰ چادریں اوڑھ کر آئے، اوس بن مغیرہ نے جب ان کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے دل میں ان کی قدر و منزلت میں مزید اضافہ ہو گیا وہ ان کی طرف اور زیادہ رغبت کرنے لگا۔

پھر ابو جہل نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کرنے کا حکم دیا، اور اوس اور اس کی قوم کو کھانے کی دعوت دی، یہ لوگ آئے اور کھانا کھا کر مسجد حرام کی طرف نکل گئے وہاں خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگے، اچانک عبد المطلب بغیر قبہ والے ہودج میں سوار نمودار ہوئے ان کے چاروں طرف ان کی اولاد تھی، اوس نے دیکھا کہ ایک نہایت سفید چاندی جیسے شیخ ہیں اور ان کے چاروں طرف ان کی اولاد ہیں جو دراز قد خوب صورت نیزوں کی طرح ہیں اور سب ان کے ہودج کو اٹھائے ہوئے چل رہے ہیں، اس نے ان جیسے لوگ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے، اوس نے لوگوں سے انکی تعریف کرنا شروع کر دی اوس بار بار ان کی طرف دیکھ رہا تھا اسے عبد المطلب کی ہیئت و خوب صورتی بہت اچھی لگ رہی تھی، اسی طرح عبد المطلب کی اولاد کی دراز قامتی، خوب صورت چہرہ اور باکمال شکل و صورت نہایت ہی بھلے لگ رہے تھے، چنانچہ اوس ابو جہل کے پاس گیا، اور اس سے کہا:

اے ابوالحکم! یہ شیخ کون ہیں؟ اور ان کے ارد گرد یہ کون لوگ ہیں؟ خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے ان سے زیادہ خوب صورت دراز قد اور کامل شیخ اسی طرح ان کی کی اولاد جیسی فصاحت و خوب صورتی کو نہیں دیکھا۔

ابو جہل کا دل غصہ سے پھٹ رہا تھا اس نے جواب دیا: آخر تم نے اسے دیکھ لیا، یہ عبد المطلب اور وہ اس کی اولاد ہے، قریش کے دل میں شروع سے اس شخص کے لئے کوئی عزت و احترام نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اسے باقی ہی نہ رکھے۔ (المنمق ص ۳۵۶ و ۳۵۷)

ابو جہل کے دل کے حسد وکینہ میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا کہ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمادیا، چنانچہ ابو جہل نے اسلام کے خلاف بدترین سازشیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے مکہ میں اسے کفر کا سرغنہ اور کفر کا علم بردار سمجھا جانے لگا اور دنیا میں اسلام دشمنی وشقاوت وبدبختی کی بناء پر اسے شہرت حاصل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: قریش اور ان کے حلیفوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کافروں کے سرداروں کے سردار ابو جہل بن ہشام سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں تھا۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب میں ہم اس امت کے فرعون کا اصل چہرہ امت کے سامنے بے نقاب کر سکیں گے اور ان واقعات وحالات کی صحیح تصویر کشی کر سکیں گے جن کی وجہ سے ابو جہل کا شمار بدبختوں اور فضل خداوندی سے محروم لوگوں میں ہوا، جو اس وقت جہنم میں داخل ہے جس سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی ہیں۔

ابو جہل کی شخصیت کے اندر تمام برے اوصاف جمع تھے یہی وجہ تھی کہ وہ نہایت سخت دل انسان تھا، کوئی بھی گھٹیا عمل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا، سابقہ تفصیل سے اس کے تکبر، سخت روی، متضاد طبیعت، بتکلف بڑا بننا وغیرہ عادات سیئہ کی ایک ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے، ابو جہل کار خیر کر کے شہرت اور تعریف سننا چاہتا تھا، اور چاہتا تھا کہ قریش اور دیگر قبائل کی سرداری اسے حاصل ہو جائے، ان کی محفلوں اور مجالس میں بھی شرکت کرتا تھا جو مسجد حرام کے پاس منعقد ہوا کرتی تھیں یہاں تک کہ لوگوں نے اسے اپنے اہم امور کے مشوروں میں شامل کر لیا۔

جب اسلام کا ظہور ہوا تو آل مغیرہ اس کے بدترین دشمنوں میں سے ہو گئے، اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے تھے، ان میں سب سے خبیث اور کٹر حاسد ابو جہل تھا، کیونکہ اسلام نے اس کی مزعومہ مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، اس کے تکبر و سخت روئی پر زور کا طمانچہ مارا تھا، اس کی ساری امنگوں پر پانی پھیر دیا تھا، اس کی قوم کی بنو عبد مناف اور بنو ہاشم کے ساتھ شرف و منزلت کی مسابقت کی جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا، ایک مرتبہ رات کو نماز پڑھتے ہوئے

آپ ﷺ کی تلاوت سننے کے بعد اخنس بن شریق اور دیگر مشرکین سے گفتگو کرتے ہوئے ابو جہل نے اپنا وہ جملہ کہا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اسلام سے کتنا حسد تھا، اس نے کہا تھا:

ایک عرصہ سے ہمارے اور بنو عبد مناف کے درمیان شرف و منزلت میں جھگڑا چل رہا تھا، انہوں نے اگر لوگوں کو کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا تھا، انہوں نے اگر لوگوں کا بار اٹھایا تو ہم نے بھی اٹھایا تھا، انہوں نے اگر لوگوں کو مال دیا تو ہم نے بھی دیا تھا، یہاں تک جب ہم دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل آگئے اور مقابلہ کے دو گھوڑوں کی طرح ہوگئے تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، اب ہم اس چیز کو کیسے حاصل کریں؟ خدا کی قسم ہم کبھی بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کی تصدیق کریں گے۔

(تاریخ اسلام للذہبی، سیرت نبوی، ص ۱۶۱، البدایہ والنہایہ ۳/۶۴)

یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانہ میں وقتی سیادت و قیادت کو معاشرہ میں جو اثر و رسوخ حاصل تھا اس کی بقاء اور تحفظ کے لئے ابو جہل نے دعوت اسلامی کو قبول نہ کر کے اس کی مخالفت کی ہو، کیونکہ اس زمانہ میں سرداروں اور مالداروں کو معاشرہ میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا، اس کے علاوہ ملکی معاشرہ میں موروثی عصبیت کو بھی اہمیت حاصل تھی جیسا کہ خاندانی یا قبائلی عصبیت، اسی وجہ سے دشمن خدا ابو جہل نے اسلام کے متعلق معاندانہ موقف اختیار کیا، طاقتور اسلام سے اسے اپنی زعامت و سرداری کے پارہ پارہ ہونے کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے ہی رہیں گے اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار گزرے۔

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے ابو جہل کی خوفزدگی:

ابو جہل اور عام قریش پر اس وقت مصیبت کا پہاڑ آ کر گرتا ہے جب اسلام اپنی صف میں ایک ایسے جوان کو کھینچ لیتا ہے جو قریش کو بہت زیادہ عزیز ہے، جس نے شرک و بت پرستی کے لشکروں کو غزوہ بدر میں تتر بتر کر دیا تھا، شہسواری کے تمام کمالات بہادری، تلوار بازی اور تیز رفتاری میں سب سے آگے تھا، ان کا نام حمزہ بن عبد المطلب ہے شیر خدا اور سول۔ رسول ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی، نسباً آپ ﷺ کے خالہ زاد بھائی، کیونکہ حضرت حمزہ کی والدہ ہالہ بنت وہیب نبی کریم ﷺ کی والدہ

آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن تھی۔

حضرت حمزہ کے اسلام لانے کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ بد بخت ابو جہل نے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچائی، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، اس وقت حضرت حمزہؓ جبل صفا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، صفیہ بنت عبد المطلب کی لونڈی سلمی نے آکر حضرت حمزہؓ کو ساری باتیں بتلادیں، کچھ ہی دیر پہلے حضرت حمزہؓ شکار کھیل کر وہاں آرام کی غرض سے بیٹھے تھے، انہوں نے جب سلمی کی باتیں سنی تو ایک دم غضبناک ہوگئے، اور بشدت غضب کے عالم میں دوڑتے ہوئے ابو جہل کی طرف بڑھے اور اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا، پھر اس کے سرہانے بیٹھ کر کمان سے اس کے سر پر ایک شدید ضرب لگائی جس سے ابو جہل کا سر بری طرح پھٹ گیا، پھر فرمایا:

کیا تم محمد ﷺ کو گالی دیتے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں بھی ان کے دین پر ہوں، میں بھی وہی کہتا ہوں جو محمد ﷺ کہتے ہیں، تمہارے اندر اگر اتنی طاقت ہے تو میرے حملہ کا جواب دو۔

ابو جہل کی برادری بنی مخزوم کے کچھ لوگ اس کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے، ابو جہل نے ان سے کہا: عمارہ کے ابا (حضرت حمزہ کی کنیت) کو چھوڑ دو، کیونکہ خدا کی قسم میں نے ان کے بھتیجے کو بہت بری گالی دی ہے۔

اس طرح ابو جہل حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کا بلاواسطہ سبب بن گیا، ان کا اسلام لانا مسلمانوں کے لئے باعث عزت و شرف تھا، جبکہ نبی کریم ﷺ کے لئے قوت وحمایت کا باعث بنا، قریش حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے پر بڑے خوفزدہ ہوئے، حضرت حمزہؓ نے ان کے غرور اور کبر کو خاک میں ملادیا، ان کے بڑوں اور مغروروں کو قتل کیا، حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے صرف تین دن بعد حضرت عمرؓ بن خطابؓ بھی مسلمان ہوگئے، حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا سبب بھی ابو جہل ہی تھا، جس کی وجہ سے اس کے غیظ و غضب اور نامرادی میں اور اضافہ ہوگیا۔

ابو جہل کا تعصب اور حضرت عمرؓ کے متعلق اس کا موقف

بد بخت ابو جہل زمانہ جاہلیت کے رسوم ورواج پر سختی سے عمل پیرا تھا ان کے لئے اپنے دل میں بڑا تعصب رکھتا تھا، اور جاہلانہ رسوم ورواج کی راہ میں حائل کسی چیز

کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، نہ اس سلسلہ میں کسی پر رحم کرتا تھا، اور نہ ہی کسی کی حرمت و تقدس کی پامالی کی پرواہ کرتا تھا، اس احمقانہ تعصب کی وجہ سے وہ ایمان کی دولت سے محروم رہ گیا اور نبی کریم ﷺ کی تصدیق نہ کر سکا۔

ابو جہل لوگوں کو آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی ترغیب دیتا تھا، حضرت عمرؓ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو ابو جہل قتل کرنے کی ترغیب دیتا تھا، حضرت عمرؓ کے قلب میں جیسے ہی نور ایمانی داخل ہوا آپ کی جاہلیت ایک لمحہ کے اندر ختم ہو گئی، ایک پر سکون انسان بن گئے، ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھنے کے بعد ان کا نفس معزز ہو گیا اور پھر انکے دل نے ایمان کو جان سے زیادہ عزیز رکھا، اور آنحضرت ﷺ کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا:

''اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما''۔

لیکن حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر ابو جہل نے کیا موقف اختیار کیا؟

باوثوق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رات حضرت عمرؓ اسلام لائے اسی رات انہوں نے سوچا کہ مکہ والوں میں نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: صبح میں ابو جہل کے پاس آیا اور اس کے دروازے پر زور سے مارا، ابو جہل گھر سے نکلا اور اس نے کہا: خوش آمدید اے بھانجے کس کام سے آئے ہو؟

میں نے جواب دیا: میں تمہیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آیا، اور ان کی باتوں کی تصدیق کر لی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اس نے دروازہ میرے منہ پر مارا اور کہا: تیرا برا ہو، اور اس رسالت کا بھی برا ہو جس کا پیغام تم میرے پاس لائے ہو۔

اس طرح کی گھٹیا حرکتوں کے ذریعہ ابو جہل اسلام کی مخالفت کرتا تھا، بہت سے موقعوں پر اس نے ایسے موقف اختیار کئے جن سے اس کی بد طینتی کا اندازہ ہوتا ہے، اس کی مردانگی میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، ابو جہل کی خباثت کا دائرہ مکہ میں مسلمانوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ وہ ہر اس شخص کو ایذا پہنچاتا تھا جو مکہ میں زیارت، عمرہ یا تجارت وغیرہ کی نیت سے آتا تھا، یہاں اس کی ایک کہانی ذکر کی جاتی ہے۔

ابو جہل کی کہانی اراشی کے ساتھ

سیرت تاریخ اور طبقات کی کتابوں میں لکھا ہے ایک دفعہ قبیلہ اراش سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنا ایک اونٹ لے کر مکہ مکرمہ آیا، ابو جہل نے اس سے وہ اونٹ خریدا، اور قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا، اَراشی شخص قریش کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا: کوئی ہے میری مدد کرنے والا ابوالحکم بن ہشام کے خلاف؟

لوگوں نے مذاقاً اس سے کہا: نبی کریم ﷺ سے جا کر کہو، اراشی نے آپ ﷺ کے پاس آکر آپ کو بتلایا، آپ ﷺ اس کے ساتھ نکل کر ابو جہل کے پاس آئے اور اس کے دروازہ پر دستک دی۔

ابو جہل نے کہا: یہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، باہر نکلو۔

ابو جہل باہر نکلا اس کے چہرہ کا رنگ ایکدم پیلا پڑ گیا، وہ بے چین نظر آنے لگا، اس کی قوت جسمانی ناکارہ ہو گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کو اس کا حق واپس کر دو۔

ابو جہل نے کہا: آپ یہیں کھڑے رہیں میں ابھی اس کا حق لوٹا دیتا ہوں۔

چنانچہ وہ اندر گیا، اس آدمی کا حق لے کر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔

اراشی اپنا حق لے کر قریش کی مجلس میں آیا، اور ان سے کہا: اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، مجھے میرا حق مل گیا ہے، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا، پھر تھوڑی دیر بعد ابو جہل وہاں آگیا، لوگوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: آج جو کام تم نے کیا ہے ہم نے اس طرح اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

ابو جہل نے کہا: تم لوگوں کا برا ہو، دراصل بات یہ ہے کہ جب محمدؐ میرے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک آواز سنی جس کا مجھ پر رعب طاری ہو گیا، مجھے ان کے سر سے اوپر ایک خطرناک اونٹ نظر آیا میں نے اس جیسا اونٹ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، خدا کی قسم مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اگر میں اراشی کا حق دینے سے انکار کر دیتا یا تاخیر کرتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔

علامہ بوصیریؒ نے اس قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا عمدہ شعر کہا:

نبی نے اس سے اراشی کے قرض کا مطالبہ کیا جبکہ اس کا بیع وشراء کا معاملہ بہت برا ہوتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ مصطفی ﷺ ایسی چیز لے کر آئے ہیں کہ قرض واپس کئے بغیر جان بچانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

بہر حال نہایت مشکل سے اس نے اراشی کا حق لوٹایا، اور بہت بے آبرو ہوا، نیز یہ بات سب پر واضح ہو گئی کہ وہ بڑا بے ایمان جھوٹا ہے، ایسی چیز کا دعوی کرتا ہے جو اس کی قوت سے باہر ہے، زبردستی بہادر بنتا ہے، رب العزت نے اسے ذلیل ورسوا کر کے اس کے مکر کو اسی کی طرف لوٹا دیا۔

ابو جہل ایک ضعیف عورت کو قتل کر دیتا ہے

ہماری روشن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ مصائب ومشاکل اور کٹھن حالات پر صبر کرنے کے عادی تھے، تاریخ میں حضرات صحابہ کرامؓ کی طرح مختلف مصیبتوں اور شدید امتحانات سے گزرنے والی قوم نہیں ملتی، خصوصا ان میں جو حضرات کمزور تھے ان کی قربانی کی نظیر کہیں نہیں ملتی، ان حضرات کو ایسا سخت عذاب دیا گیا کہ پہاڑ بھی ان کا تحمل نہیں کر سکے گا، چنانچہ صبر و تحمل اور اللہ کے راستے میں قربانی دینے میں وہ ضرب المثل بن گئے۔

بد بخت ابو جہل کا ان کمزور حضرات کو عذاب دینے اور ان سے انتقام لینے میں بڑا حصہ تھا، ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالی پر ایمان لائے تھے، بہت سے ایسے ایمان والے تھے کہ ان کو اس بد بخت نے اتنی سخت سزا اور تکلیف دی کہ وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، جیسا کہ اس نے جلیل القدر صحابیہ سُمیہ بنت خباط کے ساتھ کیا کہ آخر کار اس نے ان کو سنگین گھونپ کر شہید کر دیا، یہ تاریخ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔

یہ کہاں کی مردانگی تھی ایک عمر رسیدہ ضعیف وناتواں خاتون پر حملہ کر کے اسے قتل کر دینا عورتوں پر حملہ کرنا اور ان کو عذاب دینے کا عربوں کی نخوت وشجاعت سے کیا تعلق ہے؟۔

حضرت سُمیہؓ نے سرکش ترین مرد کو للکار کر اور اس کا مقابلہ کر کے تاریخ میں

اپنا نام سنہرے حروف سے درج کروایا، دوسری طرف ابو جہل نے اپنے برے اعمال کے ذریعہ تاریخ کے زرین صفحات کو داغدار بنادیا، تاریخ اس کے برے اعمال، اس کی خساست و دنائت اور فرضی مردانگی پر شاہد ہے جس میں اس کا اندراج مجرموں کے ساتھ ہوا۔

ابو جہل ایک اور ضعیف خاتون کو عذاب دیتا ہے

تاریخ میں بد بخت ابو جہل کی ایک مؤمنہ مسلمہ کو عذاب دینے کا قصہ بھی مذکور ہے جو پہلے پہل اسلام لانے والوں میں سے تھیں، ان کا نام زنیرہؓ تھا، اور بنو مخزوم کی لونڈی تھیں، کم بخت ابو جہل نے ان کو اتنا عذاب دیا کہ ان کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں لیکن نور حق سے ان کی بصیرت اور تیز ہو گئی اس پر ابو جہل کو اور زیادہ غصہ آیا، اس نے کہا:

اے زنیرہ! یہ سب کچھ تیرے ساتھ لات اور عزیٰ نے کیا ہے۔

حضرت زنیرہؓ نے خودداری اور استہزاء کرتے ہوئے جواب دیا: لات اور عزیٰ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے، یہ سب کچھ اوپر سے ہوا ہے، میرا رب میری نظر دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔

دوسرے دن زنیرہؓ کی آنکھوں کی بصارت واپس آگئیں اور وہ ٹھیک ہو گئی، اس پر ابو جہل اور قریش نے کہا: یہ تو محمدؐ کے جادو کا تسلسل ہے۔

اس کے بعد حضرت زنیرہؓ کو امت محمدیہ کے صدیق، آزادیوں کو عطا کرنے والے، غلاموں کو آزاد کرنے والے، شیخ الاسلام، معزز و محترم حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ (الکامل فی التاریخ ۲/۶۹)

کیا ان کو دیکھ کر تمہیں تعجب نہیں ہوتا؟

ملعون ابو جہل نہایت خباثت اور مکاری کے ساتھ مؤمنین کا راستہ روکنے کی کوشش کرتا تھا، شریف آدمی کے پاس جا کر کہتا تھا کہ تم اپنے اور اپنے والد کے دین کو چھوڑ رہے ہو جبکہ وہ تم سے بہتر تھے، اسی طرح اس کی رائے اور تحمل کو برا کہتا تھا، اسے بے وقوف و بے عقل کہتا تھا اور اس کی عزت نہیں کرتا تھا، اور اگر وہ شخص تاجر ہوتا تو کہتا تھا: تجھے تجارت میں خسارہ ہوگا، تمہارا مال برباد ہو جائے گا، اور اگر وہ شخص

کمزور ہوتا تو اس کی مار پیٹ شروع کر دیتا تھا اور اسے اذیتیں پہنچاتا تھا، اسے فتنہ میں ڈالنے کے لئے مال و دولت کا لالچ دیتا تھا، لیکن ان تمام کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تھا کیونکہ مسلمان ایمان پر ثابت قدم رہتے تھے، البتہ ان سابقین اولین پر اسے بہت غصہ آتا تھا جو کمزور تھے اور جن کی کوئی برادری یا دفاعی قوت نہیں تھی، اور نہ کوئی ان کا مددگار تھا سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔

ابو جہل کو ان لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو تکلیف اور درد کی پرواہ نہیں کرتے تھے، ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا تھا: کیا تم لوگوں کو ان پر اور ان کی اتباع کرنے والوں پر تعجب نہیں ہوتا ہے، اگر محمدؐ کا پیغام اچھا اور سچ ہوتا تو یہ ہم پر سبقت نہ کر جاتے، کیا زنیرہ جیسی عورت ہم سے زیادہ عقلمند ہو سکتی ہے؟

جی ہاں اے ابو جہل! خدا کی قسم سمیہ اور زنیرہ اور ان جیسی دوسری خواتین خیر کی طرف تم پر سبقت کر گئیں ہیں، زنیرہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں خیر موجود ہے، اور تیرے لئے لعنت اور نحوست تا قیامت موجود رہیں گی۔

کیا خوب ہیں یہ نفوس مؤمنہ، کیا شریف اور طاہر ہیں اور کیا بہترین ہیں کہ ان کا ذکر خیر قیامت تک جاری رہیگا۔

کیا خوب ہیں یہ لوگ، انہوں نے ایمان و عزیمت کے باب میں اپنی ثابت قدمی اور قربانیوں سے کیسے سنہرے صحائف کا اضافہ کیا، تاریخ عالم کو اپنے بہترین اعمال سے منور کیا، اب یہی دنیا کی تاریخ بن گئے بلکہ تاریخ کی دنیا بن گئے، کیا انسانی تاریخ میں ان کی نظیر مل سکتی ہے؟

ابو جہل کی بے چینی

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا اس بات کا مظہر تھا کہ اب علی الاعلان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اور یہ ذریعہ اور سبب بنے گا سلیم الفطرت لوگوں کے اسلام لانے کا، ان دونوں حضرات کے مسلمان ہونے کے بعد عام مسلمان مسجد حرام میں آنے لگے اور سب کے سامنے طواف کرنے لگے، خانہ کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ کر دعوت اسلامی کو پھیلانے کے سلسلہ میں مشورہ کرنے لگے، اس سے پہلے انکی حالت یہ تھی کہ وہ علی الاعلان خانہ کعبہ میں آجا نہیں سکتے تھے، بلکہ خفیۃً

چوری چھپے دائیں بائیں دیکھ کر پھر داخل ہوتے تھے۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد قریشی قیادت میں اضطراب و بے چینی پھیل گئی خصوصاً اس امت کا فرعون بہت مضطرب ہو گیا، ان حضرات کے اسلام لانے سے اس کے پورے وجود کو جھٹکا لگا، اس کے جسم کے سارے جوڑ ڈھیلے ہو گئے، اس کا کندھا چور چور ہو گیا، وہ دم بخود ہو کر رہ گیا کہ یہ کیا ہوا، اس کے چہرہ پر ذلت اور شرمساری کے بادل چھا گئے، ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی پیشانی پر اندھیری رات کا سیاہ پردہ ڈال دیا گیا ہو، بہر حال اب اس نے ایسے طریقے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا جس سے وہ اسلام کے خلاف ایک نیا محاذ کھول سکے، اسے سخت غصہ آ رہا تھا، حماقت اور خباثت کی وجہ سے اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا، چنانچہ اس نے قرآن اور رسول ﷺ کا براہ راست مذاق اڑانے کا ارادہ کر لیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر تالا لگا دیا، اور اسے جہنم کی آگ کی بشارت دی، اور دنیا و آخرت میں اسے ذلیل و رسوا کر کے ہلاکت کے غار میں اتار دیا۔

ابو جہل کی تکذیب، افتراء اور حسد

امام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اس کلام کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿فَإِنَّهُمْ لاَ يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللهِ يَجْحَدُونَ﴾ سورہ انعام آیت ۳۳۔

یعنی یہ (کفار) آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں لیکن یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

لیکن ملعون ابو جہل کے قول اور فعل میں یکساں نہ تھا، حسد اور غرور نے اسے تباہ و برباد کر دیا تھا اب اس کی حالت بالکل بہرہ کی طرح ہو گئی تھی کہ ہدایت کو نہیں سنتا تھا، اور گونگے کی طرح ہو گئی تھی کہ حق بولتا نہیں تھا اور اندھے کی طرح ہو گئی تھی کہ ہدایت کو نہ دیکھتا تھا اور نہ اس سے فائدہ اٹھاتا تھا، قریش اور ابو جہل کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو لوگ امین کہتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں، مگر پھر بھی وہ حق کو تسلیم نہیں

کرتے تھے، ابو جہل کہتا تھا: اے محمدؐ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں آپ ہمارے نزدیک سچے ہیں، ہم تو صرف اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جسے آپ لے کر آئے ہیں۔

ایک مرتبہ ابو جہل نے اپنے جیسے دو خبیثوں سے صاف صاف الفاظ میں حسد کا اظہار کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم محمد ﷺ سچا ہے، محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن دراصل بات یہ ہے کہ اگر بنو قصی پرچم، حجاج کو پانی پلانے کا شرف، خانہ کعبہ کی نگرانی کا شرف، دارالندوہ کی سرداری کا شرف اور نبوت کا شرف لے جائیں تو باقی قریش کے لئے کیا بچے گا؟

ابو جہل کا قرآن کے ساتھ استہزاء

ابو جہل نے زمین پر فساد پھیلانا، فتنہ پردازی کرنا، زبان درازی کرنا، حق کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے کی جرأت کرنا اور قرآن حکیم کی آیتوں کا استہزاء کرنا شروع کر دیا، وہ یہ تصور کر رہا تھا کہ ان بے ہودہ حرکتوں سے اسلام کو آغاز ہی میں دبایا جا سکے گا، تفسیر وحدیث اور سیرت کی کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں جن میں ابو جہل قرآن کریم کا بے ہودہ طریقہ سے استہزاء کرتا ہے، یہاں اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ﴾ سورہ مدثر آیت ۳۰۔

تو ابو جہل نے کہا: اے قریشیو تم لوگوں کا ستیاناس ہو جائے، محمدؐ کا گمان یہ ہے کہ آگ میں جو فوج تمہیں سزا دے گی اور تمہیں وہاں قید کرے گی اس کی تعداد صرف ۱۹ ہے، تم اتنے سارے لوگ ہو، تم لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے کیا تم میں سے سو آدمی بھی ان کے ایک آدمی کو قابو نہیں کر پائے گا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَ مَا جَعَلۡنَاۤ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّ مَا جَعَلۡنَا عِدَّتَهُمۡ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا﴾ سورہ مدثر ۳۱۔

"یعنی: ہم نے نہیں بنایا اصحاب نار کو مگر فرشتے اور ہم نے ان کی تعداد کو کفار کے لئے فتنہ بنا دیا ہے"۔

اسی طرح ابو جہل کی جہالت اور استہزاء کی ایک دوسری مثال ملاحظہ کیجئے، جب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زقوم درخت کا ذکر کیا تو ابوجہل نے کہا: اے قریشیو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ زقوم کا درخت کیا ہے جس کے ذریعہ محمدؐ تمہیں ڈراتے ہیں؟

لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔

ابوجہل نے کہا: زقوم کے معنی ہیں مدینہ کی کھجور مکھن کے ساتھ، خدا کی قسم اگر ہمیں وہ مل گئی تو ہم اسے خوب کھائیں گے، پھر گھر گیا اور وہاں سے کھجور اور مکھن لے کر آیا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ان کو کھاؤ، مقصد کلام الٰہی کا استہزاء اور مذاق اڑانا تھا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ سورہ دخان آیت ۴۳،۴۶ (تفسیر قرطبی ۱۹؍۷۹)۔

یعنی: ”زقوم کا درخت بڑے گنہگاروں کی خوراک ہے وہ زقوم ایسا ہوگا جیسے سیاہ تیل کی تلچھٹ، وہ پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے“۔

یہ خبیث درخت (شجرة الزقوم) جو جہنم میں اگے گا یہ ابوجہل اور ہر فاسق و فاجر اور مشرک کی غذا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اسے ملعون درخت سے تعبیر کیا ہے، جب جہنمی جہنم میں داخل ہونگے تو اس درخت سے کھانا شروع کریں گے یہ ان کے پیٹ میں بالکل گرم پانی کی طرح کھولتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو بشارت دی کہ اس کا ٹھکانہ وسط جہنم میں ہوگا، اس کی غذا زقوم اور پینے کے لئے اسے پیپ دیا جائے گا، رب العزت نے بھی استہزاء و اہانت اور تنقیصی انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ سورہ دخان آیت ۴۹۔

یعنی: ”چکھو اسے، تو بڑا عزیز و کریم ہے“۔

ابوجہل کے لئے یہ نہایت درجہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور تذلیل ہے گویا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سے فرمایا: درحقیقت تو ذلیل اور لائق اہانت ہے، شاعر کہتا ہے۔

میرا رب اسے گرم تیل پلائے گا وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیٹ میں اتارتا رہے گا، وہ گرم تیل اس کے چہرہ کو جھلس دے گا اور وہ اس کے پیٹ میں کھولتا رہے گا۔

خشک سالی کے تین سال

آنحضرت ﷺ نہایت صبر اور اجر و ثواب کی نیت سے تبلیغ میں مصروف رہے، لوگوں کے ساتھ عفو و درگذر اور کرم و حلم کا معاملہ فرماتے تھے، جس سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں ہدایت اتر رہی تھی اور لوگ اس دین حق میں داخل ہو رہے تھے، اس پر ابو جہل اور دوسرے بڑے مشرکوں اور بت پرستوں کو غصہ آتا تھا اور وہ حیران و پریشان تھے انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس دعوت کو روکیں، سب سے زیادہ غم ابو جہل کو لاحق ہو رہا تھا، اسکی سمجھ میں کوئی طریقہ نہیں آرہا تھا، راہ حق اسے نظر نہیں آرہی تھی، آخر کار اسکے دل میں شر پسندی، مکاری اور بدترین اقدام کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس نے اور دیگر مشرکین نے شر و فساد کے ہر اس ذریعہ اور وسیلہ کو اختیار کر کے دیکھ لیا جس سے شاید وہ اسلام اور مسلمانوں کا قلع قمع کر سکیں، انہوں نے تاریخ انسانی کے بدترین جرم کا ارتکاب کیا، سب کفار اللہ کے نبی، تمام مسلمانوں اور بنو المطلب بنو ہاشم کا بائیکاٹ کرنے پر متفق ہو گئے، اس سلسلہ میں ایک ظالمانہ میثاق لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دی گئی، اور مسلمانوں کو بعثت نبویؐ کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ کو شعب ابو طالب (ابو طالب کی گھاٹی) میں محصور کر دیا گیا۔

اس مجرمانہ و ظالمانہ اقتصادی حصار پر غدار و فاجر ابو جہل بڑا خوش ہوا، مسلمانوں کے لئے یہ حصار نہایت سخت اور المناک تھا مگر انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا، اور بہادر معزز و مکرم کی طرح سینہ تان کر اس کا مقابلہ کیا۔

یہ ظالمانہ حصار تین خشک سالوں کی طرح جاری رہا، اس دوران ابو جہل مسلمانوں پر مسلسل قاتلانہ حملے کرتا رہا، ہر اس شخص کے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا تھا جو شعب ابو طالب میں جا کر مسلمانوں کو غذائی اشیاء پہنچانا چاہتا تھا تاکہ مسلمان دین محمدیؐ کو چھوڑ دیں، لیکن ابو جہل کو اپنے مذموم مقصد میں کہاں کامیابی حاصل ہوتی؟ بھلا کوئی شخص نور و ہدایت کو چھوڑ کر کفر کے اندھیروں میں بھٹکنے پر تیار ہو گا؟

ایک مشرک ابو جہل کو زخمی کر دیتا ہے

ابو جہل ہر اس شخص کو روکتا تھا جو کھانا یا غذائی اشیاء لے کر مسلمانوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا تھا، یہاں تک ایک دفعہ اسے ایک مشرک کی مار کھانی پڑی اس نے اس کا سر پھوڑ دیا، پھر اس ظالمانہ حصار کا خاتمہ ہو گیا۔

علامہ بن برہان الدین حلبی (۱) فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ابو جہل نے حکیم بن حزام کا راستہ روک لیا جب کہ وہ ایک غلام کے ساتھ کچھ گندم لے کر اپنی چچی خدیجہ بنت خویلدؓ (ام المؤمنین) کے پاس جا رہا تھا، خبیث ابو جہل اس کے ساتھ چمٹ گیا، اور کہنے لگا: کیا تم بنی ہاشم کے پاس خوراک لے کر جا رہے ہو؟ خدا کی قسم میں تجھے خوراک کے ساتھ مکہ میں ذلیل کر دوں گا۔

اچانک وہاں ابو البختری بن ہشام پہنچ گیا، اس نے ابو جہل سے کہا: تم دونوں کو کیا ہوا؟

ابو جہل نے جواب دیا: یہ بنی ہاشم کو خوراک پہنچا رہا ہے۔

ابو البختری نے اس سے کہا: یہ خوراک اس کی چچی کی ہے جو اس کے پاس امانت تھی، اس کی چچی نے یہ خوراک منگوائی ہے، کیا تم اسے اپنی چچی تک خوراک پہنچانے سے روکو گے؟ اس آدمی کا راستہ چھوڑ دو۔

ابو جہل نے انکار کیا، یہاں تک کہ دونوں آپس میں لڑ پڑے، ابو البختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس کے سر پر زور سے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور وہ زخمی ہو گیا، پھر اسے اپنے پاؤں سے نہایت سختی کے ساتھ روندنا شروع کر دیا اور کہنے لگا:

چکھو اے ابو جہل تجھے بہت غم پہنچا ہے، جہالت اس طرح بدنام ہوتی ہے۔

تم مجھے یہاں دوبارہ دیکھو گے اگر یہ مصیبت دوبارہ آن پڑی، کمینگی ہمیشہ سے قابل مذمت ہے۔

تم جانتے ہو کہ ہم مصیبتوں کو دفع کرتے ہیں اور تنگ پلکوں والے شخص کو زیادہ اترانے سے باز رکھتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد قریش کے کچھ لوگوں کو یہ مجرمانہ حصار اچھا نہیں لگا، ایک رات انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم اس میثاق کو ختم کرتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ قریش کی

(۱) سیرت حلبیہ اب اردو ترجمہ کے ساتھ دار الاشاعت کراچی سے شائع ہو گئی ہے۔

محفل میں حاضر ہوئے اور کہا:

دیکھو! ہم کھانا بھی کھائیں، کپڑے بھی پہنیں جبکہ بنو مطلب اور بنو ہاشم ہلاک ہو رہے ہیں، نہ وہ خرید سکتے ہیں نہ فروخت کر سکتے ہیں، چلو سب مل کر اس ظالمانہ میثاق کو پھاڑ دیتے ہیں۔

یہ الفاظ ابو جہل پر بجلی کی طرح گرے، اس نے کہا: اس بات کا فیصلہ چھ لوگوں نے پچھلی رات کو کرلیا تھا، اسکے بعد اس میثاق کو پھاڑ دیا گیا اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ (سیرت حلبیہ ۲/۳۷و۳۸)

مسلمانوں کی فتح اور ابو جہل کی خفگی

جب آنحضرت ﷺ اپنی قوم اور شہر کے لوگوں سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ کے دل میں دعوت و تبلیغ کے لئے دنیا کے دوسرے اطراف کی طرف جانے کا خیال آیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے انصار و معاونین فراہم کر دیئے جو بہت قوت والے، بلند ارادے والے اور راسخ العقیدہ تھے، ان انصار نے رسول خدا کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کی، درحقیقت یہ بیعت مسلمانوں کے لئے ایک فتح تھی، یہ جنگ کی بیعت تھی، اس میں ہر رنگ و نسل کے انسان نے کلمہ حق کی بلندی و نصرت کے لئے اپنی جان و مال قربان کر دینے کا عہد کیا تھا۔

جب مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے تو انہوں نے ہجرت کی تیاری شروع کر دی، ایک دوسرے کی معیت میں غمخواری کرتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی شکل میں مکہ سے نکلنا شروع ہوئے، راہ خدا میں ہجرت کی نیت سے اپنے گھروں کو تالے لگائے اور روانہ ہو گئے، بنو مظعون، بنو بکر، اور بنو جحش کے مکانات ویران ہو گئے ان میں رہنے والا کوئی نہ رہا۔

ایک مرتبہ بنو جحش کے مکانات کے قریب سے عقبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور فاسق و فاجر ابو جہل کا گذر ہوا، ابو جہل نے حضرت عباسؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

دیکھئے یہ آپ کے بھتیجے کے عمل کا نتیجہ ہے، اس نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈالا، ہماری وحدت کو منتشر کیا، اور ہمارے آپس کے تعلقات کو بگاڑا۔ مگر حضرت

عباسؓ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

ابو جہل کا اپنے بھائی کو دھوکہ

ہجرت کے دوران پیش آنے والے عجیب وغریب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ عیاشؓ بن ابی ربیعہ (ابو جہل کا سوتیلا بھائی اور اس کا چچازاد) ان لوگوں میں سے تھے جو پہلے پہل اسلام لائے تھے اور دو ہجرتیں کی تھیں، ملعون ابو جہل کو ان کی ہجرت پسند نہیں تھیں، وہ نہیں چاہتا تھا کہ عیاشؓ مدینہ میں انصار کے مابین رہیں اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوں، چنانچہ ابو جہل اور اس کا بھائی حارث بن ہشام مدینہ آئے، اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے، ابو جہل نے عیاشؓ سے بات کی، اس نے نہایت عیاری اور مکاری سے کہا: تیری والدہ نے نذر مانی ہے کہ جبتک وہ تجھے نہیں دیکھے گی اپنے سر کو کنگھا نہیں کریگی اور سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے سائے میں نہیں جائے گی۔

یہ سنکر حضرت عیاشؓ کا دل تڑپ گیا، حضرت عمرؓ نے ان کو مشورہ دیا کہ اس شیطان کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں، لیکن عیاشؓ پر شفقت مادر غالب آگئی، انہوں نے ابو جہل کی باتوں کو صحیح سمجھا، اور ان دونوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے، جب آدھے راستہ پر پہنچے تو اس کے دونوں بھائیوں نے مکاری کے ساتھ ان کو باندھ لیا، اور دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے، جبکہ حضرت عیاشؓ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، ان دونوں نے مکہ والوں کو مخاطب کر کے کہا: اے مکہ والو! تم لوگ اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا ہم نے اپنے بے وقوف کے ساتھ کیا ہے۔

صحیحین میں ہے کہ نبی رحمت ﷺ حضرت عیاشؓ، حضرت ولیدؓ بن ولید، اور حضرت سلمہؓ بن ہشام کے لئے قنوت عشاء میں دعا فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے (اے اللہ! ولید بن ولید کو (کفار کے شر سے) نجات دلا، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دلا، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دلا، اے اللہ! کمزور مؤمنین کو نجات دے)۔

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں: ایک دن آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا نہیں فرمائی، میں نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا (کیا تم نہیں دیکھتے ہو وہ وہاں

سے چھوٹ کر ہمارے پاس آگئے ہیں)۔

ابو جہل نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کا عزت اور وقار کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانا بت پرستوں کے لئے سخت خفت اور غیظ و غضب کا باعث تھا، ابو جہل کو اندازہ ہو گیا کہ اب نبی کریم ﷺ مکہ سے اپنے ساتھیوں کے پاس مدینہ چلے جائیں گے، چنانچہ اس نے سربراہان قریش کو اس سلسلہ میں منصوبہ بندی کے لئے دعوت دی، اس کے لئے ایک دن مقرر کر لیا گیا جس کا نام "یوم الزحمۃ" رکھا گیا، کیونکہ یہ سب احمق و بے وقوف اس دن اپنے سرداروں کے گرد جمع ہونگے جو دار الندوۃ میں ابو جہل کی سرکردگی میں مشورہ کریں گے۔

اس مجلس میں مشرکین نے مل کر جو فیصلہ کیا اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ﴿وَ إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَ يَمْكُرُونَ وَ يَمْكُرُ اللهُ واللهُ خَيرُ المَاكِرِين﴾ سورہ انفال آیت ۳۰۔

> یعنی: "اور اس وقت کو یاد کیجئے جب کافر آپ ﷺ کے متعلق مختلف تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا آپ ﷺ کو قتل کر دیں، یا آپ ﷺ کو جلاوطن کر دیں اور حالات یہ تھیں کہ ایک طرف وہ اپنی چال چل رہے تھے اور دوسری طرف اللہ ان کے توڑ کے لئے ایک اور چال چلا رہا تھا اور سب داؤ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بہترین داؤ کرنے والا ہے"۔

مجلس میں بہت سی آراء سامنے آئیں، آخر کار سب خبیث ابو جہل کی رائے پر متفق ہو گئے، ابو جہل نے کہا: اے قریشیو! ان کے متعلق میرے پاس ایک ایسی رائے ہے جو تم میں سے کسی نے ابھی تک نہیں پیش کی، لوگوں نے نہایت جستجویانہ انداز میں پوچھا: وہ کیا ہے اے ابوالحکم؟

اس پر ابلیس کے پروردہ اور تربیت یافتہ شاگرد ابو جہل نے نہایت مکاری اور عیاری کے ساتھ کہا:

میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک طاقتور حسب و نسب میں اعلیٰ نوجوان کو لیا جائے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک تیز دھار دار والی تلوار دی جائے، پھر

سب لوگ متحد ہو کر محمدؐ پر ایک ساتھ وار کر کے ان کو ہلاک کر دیں، اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ محمدؐ کو تمام قبائل نے مل کر قتل کیا ہے لہذا ابنو عبد مناف تمام قبائل کے خلاف جنگ کرنے پر قادر نہیں ہوں گے نتیجتاً وہ دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے ہم ان کی دیت ادا کر دیں گے۔

بڑے بڑے شیاطین نے اوباش قسم کے لوگوں کو باب رسول ﷺ پر گھات لگانے کے لئے بٹھادیا، سب اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ جیسے ہی آنحضرت ﷺ سو جائیں تو سب مل کر آپؐ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں، اللہ تعالیٰ کی تائید ومنشاء یہ ہوئی کہ انکو نیند آگئی اور یہ سب سو گئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ سورہ یٰسین آیت ۹۔

"یعنی: ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا لہذا وہ نہیں دیکھ رہے ہیں"۔

آنحضرت ﷺ اپنے مکان سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے، آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تھے، اس قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں:

حضرت مصطفیٰ نے مدینہ کا رخ کیا جبکہ مکہ کے تمام اطراف آپ ﷺ کے لئے بے چین ومشتاق تھے۔

ابو جہل کی کمینگی

قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ بحفاظت مکہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو ان کو بڑا غصہ آیا، ان کو یہ بھی پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ہیں، چنانچہ یہ لوگ ابو جہل کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دستک دینے لگے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاجزادی نکلیں، خبیث ابو جہل نے ان سے پوچھا: اے ابو بکر کی بیٹی تیرا باپ اس وقت کہاں ہے؟

حضرت اسمأ نے جواب دیا: خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے والد کہاں ہیں۔

اس جواب پر خبیث کمینہ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زور دار تھپڑ انکے چہرہ پر

رسید کیا، تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ اس سے حضرت اسمٰؓ کے کان کی بالی گر گئی۔

ابو جہل کی کمینگی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اس نے ایک حاملہ خاتون کو کس طرح مارا، عورتوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں وہ عربوں کی بلند کرداری سے عاری تھا، یہی وہ وقت تھا کہ تاریخ کے صفحات میں خواتین کی بطل اور فدائیہ حضرت اسماءؓ کا نام سنہرے حروف سے لکھا گیا، جبکہ دوسری طرف ابو جہل کی مصنوعی مردانگی کا پول کھل گیا، حضرت اسماءؓ کی بہادری و شجاعت کی شہادت ان راتوں نے دی جن میں ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں قیام فرما رہے تھے، عام عورتوں کے لئے بھی حضرت اسماءؓ کی ذات ایک بہترین نمونہ اور عمدہ مثال ہیں۔

تاریخ کے صفحات میں ابو جہل کا اندراج ذلیل و رسوا کی حیثیت سے ہوا، اور اس وقت اس کی رجولیت کو مورد طعن بنایا گیا جب مُردوں کی غیر موجودگی میں ایک عورت کے سامنے وہ شیر ہو گیا جو کسی طاقت و قوت کی مالک نہیں تھی، غور کریں کیا ابو جہل سے بڑھ کر کوئی بزدل آدمی تھا؟

قریشی انعام سو اونٹ

ابو جہل اور قریش کو بڑی ندامت اور خفگی ہوئی کہ سرکار دو عالم ﷺ کو کوئی نقصان پہنچانے میں وہ ناکام ہوئے، انہوں نے ہر طرف آپ ﷺ کو تلاش کیا مگر آپؐ تک رسائی حاصل نہیں کر سکے جب عاجز آ گئے تو اعلان کیا کہ جو شخص آپ ﷺ کو زندہ یا مردہ حاضر کر دے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دئے جائیں گے، کچھ قیافہ شناسوں کو بھی آپ ﷺ کی تلاش میں بھیج دیا، ان میں کرز بن علقمہ اور سراقہ بن جعشم مدلجی بھی تھے، سراقہ کو سو اونٹوں کی بہت طمع تھی، اس نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی، بالآخر وہ آپ ﷺ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ شہسوار ہم تک پہنچ گیا ہے۔

آپ ﷺ نے اس کی طرف چہرہ انور پھیر کر فرمایا: اے اللہ! آپ اسے پچھاڑ دیں، اے اللہ! آپ جس طرح چاہیں ہماری طرف سے اس کا کام تمام کر دیں۔

اچانک سراقہ کے گھوڑے کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین کے اندر دھنس گئے وہ خود گھوڑے کے اوپر سے گر پڑا، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا،

اس نے دو تین مرتبہ شر پسندی کا ارادہ کیا، ہر مرتبہ اس کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں زمین میں دھنس جاتی تھیں، اس کے بعد اس نے امان طلب کی، کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ رسول خدا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں، کوئی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس نے چیخ کر کہا: میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں، مجھے موقعہ دیں میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، خدا کی قسم میں آپ حضرات کے ساتھ مکاری نہیں کروں گا، اور نہ میں آپ حضرات کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا، یارسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کو آزاد کر دیا، گھوڑے نے صحیح سلامت زمین پر اچھل کود شروع کر دی، سراقہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جس چیز کا چاہیں حکم فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ کسی کو ہم تک پہنچنے نہ دو، اور ہمیں لوگوں سے خفیہ رکھو۔

جب سراقہ وہاں سے واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے سراقہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے تم شاہ کسریٰ کے دونوں کنگن پہنے ہوئے ہو۔

سراقہ نے تعجب سے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز کے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔

سراقہ وہاں سے واپس ہوا، اس نے اپنے وعدہ پر عمل کیا، نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے والوں میں سے اگر کوئی اسے مل جاتا تو کہتا: ادھر سے چلے جاؤ یہاں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے ادھر دیکھ لیا کسی اور جگہ پر تلاش کرو، اس واقعہ کے سلسلہ میں سراقہ کہتا ہے:

جس وقت میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ اس بات کا حریص تھا کہ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو پکڑ لوں، اور جب میں وہاں سے واپس ہوا تو میری کیفیت یہ تھی کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اس بات کا حریص تھا کہ ان دونوں کے متعلق کسی کو خبر نہ ہو۔

سراقہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شاعر نے کہا:

سراقہ کو مختلف قسم کی طمع و حرص سے دھوکہ ہوا، اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں تو وہ صلح کا طالب بن گیا۔

علامہ بوصیری نے اپنے قصیدہ ہمزیہ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

سراقہ نے آپ ﷺ کے نقش قدم کو دیکھ کر آپ ﷺ تک رسائی حاصل کی تو اس کے کم بال والے عمدہ گھوڑے نے اسے زمین پر گرادیا

اس نے آپ ﷺ کو مدد کے لئے پکارا اس وقت جب زمین میں دھنس جانے کے قریب ہو گیا

کبھی کبھار ڈوبنے والے کو پکار سے فائدہ پہنچتا ہے۔

سراقہ اور ابو جہل کی گفتگو

جب سراقہ کو اطمینان ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں تو اس نے مکہ والوں کو اپنے گھوڑے کی کہانی سنائی، سراقہ بنو مدلج کا سردار تھا، ابو جہل کو خدشہ ہوا کہ کہیں ان کی وجہ سے مکہ کے بعض افراد مسلمان نہ ہو جائیں ابو جہل کو بڑا غصہ آیا اور اس نے بنو مدلج کو خط لکھا کہ تم لوگ سراقہ کی نافرمانی کرو اور اس کو قابو کرو، اس سلسلہ میں اس نے یہ اشعار کہے:

اے بنو مدلج! مجھے تمہارے بے وقوف سراقہ سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے جو محمدؐ کی مدد میں پاگل ہو گیا ہے تم لوگ اس کی نگرانی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے درمیان تفرقہ ڈال دے، تم معزز ہونے کے باوجود انتشار کا شکار ہو جاؤ۔

قوم کے بے وقوف کا خیال ہے کہ حق و ہدایت والے طریقہ میں شبہ وارد ہوا ہے، اس کی باتوں میں حق کہاں ہو سکتا ہے جب وہ واضح اور صحیح چیز لے کر آیا ہی نہیں، لیکن وہ انجان بن کر لوگوں کی ناراضگی مول لے کر مدینہ چلا گیا، ہائے افسوس وہ جگہ اس کی مقام ولادت سے کتنی دور ہے۔

اگر وہ بھاگ کر مدینہ نہ چلا جاتا تو تلوار کی ضرب سے تڑپ اٹھتا۔

ملعون ابو جہل کے ان اشعار کے جواب میں سراقہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، سراقہ ایک شاعر تھا۔

"اے ابوالحکم! خدا کی قسم اگر تم دیکھ لیتے میرے گھوڑے کی حالت جب اس کی ٹانگیں زمین کے اندر دھنس گئیں تھیں"۔

تجھے معلوم ہو جاتا اور تو شک نہ کرتا کہ محمدؐ نبی اور برہان ہیں، ہے کوئی ان کا مقابلہ کرنے والا؟

تمہیں چاہئے کہ تم لوگوں کو ان کی ایذارسانی سے باز رکھو، کیونکہ مجھے ان کا وہ دن نظر آرہا ہے کہ جس میں ان کی شان بلند ہوگی۔

ایسے دین کے ساتھ کہ تمام لوگ ان کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس واقعہ کے ایک عرصہ بعد سراقہ مسلمان ہوگئے اس وقت آنحضرت ﷺ غزوہ حنین وطائف سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے ہاتھوں ملک فارس کے بادشاہ کسری کو شکست ہوئی تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو کسری کی دو کنگنیں پہنائی اور مدینہ میں ان کو گھمایا گیا، حضرت سراقہؓ اس وقت حضرت عمرؓ کا یہ قول دہرا رہے تھے۔

اللہ اکبر، شکر ہے اس رب کا جس نے ان دو کنگنوں کو کسری بن ہرمز سے چھین کر سراقہ بن جعشم بنو مدلج کے ایک دیہاتی کو پہنایا۔

اور اس طرح ابوجہل کا خواب خاک میں مل گیا، اس کا خیال تھا کہ وہ اس دفعہ معرکہ جیت جائیگا، لیکن کہاں اسے کامرانی نصیب ہوتی، قربان جایئے حضرت حسان بن ثابتؓ پر جنہوں نے اس ملعون کی ہجو ان الفاظ میں کی:

"اسکی برادری والوں نے اسکا نام ابوحکم (علم وحکمت والے) رکھا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسکا نام ابوجہل (جہالت کا باپ) رکھا"۔

اسکی سرداری اسکی برادری کے لئے باعث غضب خداوندی وذلت اصل بنی۔

زمانہ والے جب کبھی اس جگہ کا قصد کریں گے اس کے جاہلانہ غیظ وغضب میں اضافہ ہوتا رہے گا، گویا کہ یہ ایسا عمل ہے کہ اسے اس سے جوش آتا ہے، اور فسق و فجور اور شدت جہالت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ہم مقام بدر ضرور پہنچیں گے

جب مسلمانوں نے قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کا اردہ کیا تو قافلہ کے

سر براہ ابوسفیان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس قافلہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو جائے، انہوں نے قریش کو اس کی اطلاع بھیج دی، جیسے ہی ابو جہل کو اس کی اطلاع ملی اس نے چیخ چیخ کر لوگوں کو لڑائی کے لئے نکلنے کی دعوت دی لوگ جلدی سے تیار ہو گئے، اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے باوجود اس کے کہ ابوسفیان قافلہ کو لے بھاگنے اور اسے بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور لوگوں سے کہدیا تھا کہ اب لڑائی کے لئے جانا بیکار ہے لہذا مت جاؤ مگر ابو جہل نے چیختے ہوئے کہا:

خدا کی قسم ہم ضرور مقام بدر پہنچیں گے، وہاں پر تین روز قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، شراب پئیں گے، لونڈیاں طبلے بجائیں گی، تمام عربوں کو ہماری شجاعت و بہادری اور جنگ کے لئے نکلنے کی خبر پہنچے گی، جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے دلوں میں ہمارا رعب بیٹھ جائے گا، لہذا چلو۔

ابو جہل نے اس سفر میں اپنے دس اونٹوں کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا، جب بدر میں اسلام و کفر کے لشکر آمنے سامنے ہوئے، اور نبی کریم ﷺ نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو دیکھا، جن میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، طعمیہ بن عدی، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، ابو جہل اور دیگر شامل تھے، تو آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: دیکھو مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ۲/۱۲)۔

جب دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے پروردگار! یہ قریش بڑے اتراتے ہوئے یہاں آئے ہیں، انہوں نے آپ سے بغاوت کی اور آپ کی رسالت کو جھٹلایا، اے پروردگار! میں آپ سے صرف اس نصرت کا طالب ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اے اللہ! ان کو آج صبح ہی ہلاک فرمادے۔

دوسری جانب مشرکین کے درمیان بولتے ہوئے ابو جہل نے کہا:

اے اللہ! انہوں نے قطع رحمی کی ہے، ہمارے پاس ایسی چیز لے کر آئے ہیں جس کو ہم نہیں جانتے ہیں، لہذا آپ آج صبح ہی انھیں ہلاک کردیں، اے اللہ! ہم دونوں میں سے جس کو تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہے آج اسے فتح عطا

فرما۔

لگتا ایسا ہے کہ آج کے دن کا آغاز اس نے اچھا نہیں کیا تھا، جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہوگئے، تو مشرکین کی صفوں میں بے چینی و اضطراب کی لہر دوڑ گئی، انہوں نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کر دیا مسلمان ان کو قتل کر رہے تھے اور گرفتار کر رہے تھے۔

ابو جہل کا قتل

جنگ کا بھیانک منظر دیکھ کر ابو جہل کو شدید حیرت ہوئی، اس نے اپنی قوم پر نازل ہونے والی شکست و ہزیمت کے طوفان کو روکنے کی کوشش کی، وہ نہایت گھمنڈ اور تکبر سے چیختا ہوا بولا: لات اور عزی کی قسم ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ہم محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو رسیوں سے نہ باندھ لیں، تم میں سے کوئی شخص ان کے کسی شخص کو قتل نہ کرے، بلکہ ان کو گرفتار کرے تاکہ ہم ان کو بتلائیں کہ انہوں نے تمہارا دین چھوڑ کر کیا کیا۔

وادی بدر میں اس کی چیخ و پکار بے معنی و بے مقصد ہو کر رہ گئی، مگر اس نے اپنی آخری سانس تک عناد، کبر اور بد بختی کا مظاہرہ کیا، اور نہایت شدت کے ساتھ لڑتا رہا، گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

گھمسان کی جنگ مجھ سے کیا انتقام لے گی میں تو اس جوان اونٹ کی طرح قوی ہوں جس کی عمر ابھی دو سال ہو، اور اس کے دانت نکلنا شروع ہوئے ہیں مجھے تو میری ماں نے اس جیسی جنگ کے لئے جنم دیا ہے۔

مشرکین نے چاروں طرف سے ابو جہل کو گھیرے میں لے کر کہا: ابوالحکم تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکے گا۔

ابو جہل ان کے بیچ میں تھا، اور وہ سب جنگل کی طرح اس کا احاطہ کئے ہوئے تھے، لیکن پلک جھپکتے ہی یہ جنگل ہٹ گیا اور ابو جہل حملہ کی تاب نہ لا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا، اس کی سانسیں بند ہو رہی تھیں، بہادر مجاہدین اس پر تلواروں اور نیزوں سے مسلسل وار کر رہے تھے، موت اس کا خون پینے کا منتظر تھی، دو انصاری لڑکوں کے ہاتھوں اسے موت آرہی تھی نیز ان کمزور صحابہ کرام کے ہاتھوں جن کو وہ مکہ میں

سخت اذیتیں دیتا تھا۔

یہ اس امت کا فرعون ہے

جب جنگ کے شعلے بجھ گئے اور لڑائی ختم ہو گئی، کفار شکست کھا کر فرار ہو گئے، اور مسلمان آپس میں فتح اور نصرت خداوندی کی مبارک باد دینے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کون جا کر ابو جہل کو دیکھے گا کہ اس نے کیا کارنامہ انجام دیا؟

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روانہ ہوئے، انہوں نے دیکھا کہ حضرت عفراء بنت عبید انصاری کے دو لڑکوں معوذ اور معاذؓ نے اس کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کا کام تمام ہو گیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کی داڑھی پکڑ کر کہا:

تم ہو ابو جہل؟

ابو جہل نے کہا: آج کس کو فتح حاصل ہوئی؟

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول کو، اے دشمن خدا کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے یا نہیں؟

ابو جہل نے جواب دیا: اس سے بڑھ کر رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ آدمی کو اس کی قوم خود ہی قتل کر دے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اسے قتل کر دیا، پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس خدا کی قسم کھا کر کہہ رہے ہو جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ واقعی اسے قتل کر دیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرا لیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (اللہ اکبر شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندہ کی مدد کی، خود ہی کفر کے لشکروں کو شکست دی) مجھے اس کے پاس لے جاؤ اور اسے دکھاؤ۔

ہم روانہ ہوئے اور میں نے آپ ﷺ کو دکھایا کہ یہ ہے ابو جہل، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس امت کا فرعون ہے۔ (زاد المعاد ۳/۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کی حکمت

منشاء خداوندی یہ ہوئی کہ اس خبیث کی موت جلدی نہ آئے تاکہ اسے اپنی

رسوائی، ذلت واہانت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقعہ ملے، چنانچہ وہ زمین پر ہارے ہوئے شخص کی ہوئے حالت میں پڑا رہا، اب بھی وہ لوگوں کی باتوں کو سمجھ رہا تھا، یہ خبیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو مکہ میں بہت سخت اذیتیں دیتا تھا، حضرت عبد اللہؓ اس کے سینہ پر بیٹھ گئے، اپنے قدموں سے اسے روندنے لگے، حقارت سے اس کی داڑھی پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا اور تلوار سے اس پر ایسی شدید ضرب لگا رہے تھے کہ وہ درد سے بلبلا اٹھتا تھا، مزید اپنی زبان سے مسلمانوں کی فتح کی خبر سنا سنا کر اسے غصہ اور عار دلا رہے تھے، اور مشرکین کی شکست و ہزیمت کی خبر سنا کر اس کی رہی سہی جان کو بھی وقت سے پہلے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

یہ تھا اس مغرور، احمق اور متعفن غیظ و غضب والے، اور فسق و فجور اور کفر کے سرغنہ کا انجام، یہ کفار کا دنبہ ثابت ہوا، مرا تو دل میں کینہ، حسد، غصہ، اور عداوت لے کر، مدرسہ رسول میں تربیت پانے والے معزز شہسواروں کے قتل کرنے سے پہلے اس کے دل کا گھٹیا حسد و کینہ اس کو قتل کر رہا تھا، حضرت حسان بن ثابتؓ پر قربان جایئے کہ انہوں نے کیسے خوب صورت پیرائے میں اس کے انجام، اور اسکی خیانت و کمینگی اور غرور کا نقشہ کھینچا، فرماتے ہیں:

رحمٰن و رحیم نے لعنت بھیجی اس جمعیت پر جس کی قیادت بزدلوں کا منہ بولا شخص کر رہا تھا محمدؐ کے خلاف۔

بہت پہلے سے یہ بڑا منحوس اور ملعون تھا لوگوں کے نزدیک مبغوض تھا، اس کی کمینگی کی خبر وہ ذات دے رہی تھی جو مشعل ہدایت ہے۔

میرے رب نے اپنے نبی کی مدد کے لئے آسمان سے اپنا لشکر نازل فرمایا اور ہر موقعہ پر ان کی مدد فرمائی۔ (دیوان حسان بن ثابتؓ ص ۲۴۳)

وہ دشمن رسول تھا قرآن کی رو سے

ملعون ابو جہل اللہ اور اس کے فرشتے، اس کے رسول اور عام مسلمانوں کا ہمیشہ مورد لعن تھا، اس کے متعلق سب جانتے تھے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خلاف بہت شدید بغض اور عداوت رکھتا ہے، ابو جہل اس آیت قرآنی کا مصداق تھا ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ سورہ فرقان آیت ۳۱۔

یعنی: ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے کسی ایک کو ان کا دشمن بنایا“۔

ان برے اعمال کی بناء پر یہ خبیث اور اس جیسے دوسرے جہنم کے مستقل ساکن بن گئے، کیونکہ اس کی طبیعت کے اندر خباثت تھی اور نبی کریم ﷺ کو گھٹیا قسم کی ایذائیں دیتا تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ اس نے حضرت سمیہ ام عمار کو سنگین گھونپ کر شہید کیا تھا، یہ وہ کمینہ اور مصنوعی شیر تھا جس نے حضرت اسماءؓ بنت صدیقؓ کو تھپڑ مار کر ان کی بالیاں گرادی تھی، یہ اقدام اس کا ایسا تھا کہ اس سے اس کی مردانگی اپنی برادری میں قابل طعن و تشنیع بن گئی تھی۔

وہ بدترین اوصاف جن کی بناء پر ابو جہل کا شمار کٹر دشمنوں میں ہونے لگا تھا کہ وہ نہایت سرکش کافر تھا، معاند و جاحد جیسی حسد کا حامل تھا، طبیعت اس کی خبیث تھی، سخت دل والا تھا، تند خو، کینہ پرور، اسلام اور مسلمانوں سے جلنے والا، رسول خدا اور آل بیت کا دشمن اس وقت سے جب سے رب العالمین نے ان کو سرور کائنات کے منبع کے طور پر منتخب فرمایا تھا، اور پھر آپ کو اپنی رسالت کے لئے چنا تھا، روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ملعون ابو جہل کہتا تھا: خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ محمد ﷺ نبی ہیں، لیکن ہم اولاد عبد مناف کے تابع کب تھے؟

ہم سخت فرشتوں کو بلائیں گے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کے متعلق ۸۴ آیتیں نازل فرمائی (تفسیر الماوردی ۴؍۴۸۷)۔

ان سب آیتوں کے اندر ابو جہل کو جہنم اور انجام بد سے خبردار کیا گیا تھا، گزشتہ صفحات میں کچھ آیتوں کا ذکر آچکا ہے۔

تفسیر، حدیث، سیرت، اسباب نزول، تاریخ، طبقات اور فقہ وغیرہ کی کتابوں میں ابو جہل کی جہنم کی بشارت کو قرآن کریم کی آیتوں اور احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

متعدد باوثوق روایات میں اس سلسلہ کے کئی واقعات مذکور ہیں، یہاں ہم

صرف ایک روایت ذکر کررہے ہیں جس میں ابوجہل کو زبانیہ جہنم کے ہاتھوں عذاب الیم کی بشارت دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ابوجہل آگیا، اس نے کہا: کیا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے اسے سخت الفاظ میں منع فرمایا اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

ابوجہل کہنے لگا: آپ کو معلوم ہے کہ یہاں مجھ سے زیادہ ساتھی رکھنے والا کوئی نہیں ہے، ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں جبکہ اس وادی میں سب سے زیاہ احباب میرے پاس ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْداً إِذَا صَلَّى، أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهُدَىٰ، أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ، أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلَّىٰ، أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللهَ يَرَىٰ، كَلاَّ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِيَةِ، نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ، فَلْيَدْعُ نَادِيَه، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ، كَلاَّ لاَ تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ﴾ سورہ علق آیت ۹ تا ۱۹۔

ترجمہ: اے مخاطب بھلا تو نے اس شخص کو بھی دیکھا جو نماز سے روکتا ہے ایک خاص بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتا اگر وہ بندہ صحیح راہ پر قائم ہو، یا وہ پرہیزگاری کی عام تعلیم دیتا ہو، اے مخاطب بھلا یہ تو بتا کہ یہ روکنے والا اگر دین حق کی تکذیب کرتا اور اس سے روگردانی کرتا ہو، کیا اس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے (یعنی سر کے بال) وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے، یہ اپنی مجلس کے ہم نشینوں کو بلالے یعنی جن پر گھمنڈ کرتا ہے، ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے، نہیں نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے، اور خدا کی جناب میں سجدے کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے رہئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اگر وہ اپنے یاروں کو پکارتا تو عذاب کے فرشتے

اسی وقت اسے ہلاک کر دیتے۔ (تفسیر قرطبی ۲۰/۱۲۴ـ۱۲۸)

نبی کریم ﷺ نے ابو جہل کے متعلق خبر دی کہ وہ جہنمیوں میں سے ہے، امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں ایک دفعہ مقام بدر سے گذر رہا تھا وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکل رہا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کے سر پر لوہے کے سریے مار رہا ہے، وہ شخص اتنی زور سے اسے مارتا ہے کہ وہ زمیں کے اندر غائب ہو جاتا ہے پھر نکلتا ہے اور یہ شخص دوبارہ اسے مارتا ہے، یہ عمل میرے سامنے کئی دفعہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ ابو جہل بن ہشام ہے تا قیامت اس پر عذاب نازل ہوتا رہیگا)۔

ابو جہل ملعون کو زمانہ اسلام میں بدترین لقب سے نوازا گیا، مسلمان اسے اس لقب سے پکارتے تھے کیونکہ ان کو اس کی حماقتوں اور اذیتوں کا کثرت سے سامنا کرنا پڑتا تھا، اور اس لئے بھی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق نہایت بری اور فحش باتیں کرتا تھا، بہر حال یہ اس کے برے اعمال تھے جن کی وجہ سے وہ جہنمی قرار پایا۔

وہ ابو جہل تھا اور یہ مشیت خداوندی تھی، مشیت خداوندی واقع ہو کر رہتی ہے، کیا خوب کہا شاعر نے:

اے ہم سے منہ پھیر کر جانے والے تیرا اس طرح جانا
اگر ہم چاہیں تو تیرے کل وجود کو ہماری طرف متوجہ کر دیں

بہر حال، کیا انسانیت کی پوری تاریخ میں ابو جہل سے بڑھ کر کوئی خبیث شخص گذرا؟؟؟

☆☆☆

امیہ بن خلف

☆ نبی کریم ﷺ نے اسکے لئے بد دعا کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما، ان لوگوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال دیا ہے"۔

☆ غزوہ بدر میں اس کو قتل کر کے جب دیگر کفار کے ساتھ اس کو بھی قلیب بدر (بدر میں ایک کنواں) میں پھینک دیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اے امیہ بن خلف..... کیا تم سے اللہ اور اسکے رسول نے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے پالیا؟"۔

☆ سورہ "الہمزہ" اسی کے متعلق نازل ہوئی تھی، گویا یہ ہماز (بہت زیادہ عیب جوئی کرنے والا) اور لماز (بہت بڑا چغلخور) تھا۔

امیہ بن خلف

بڑافاسق وفاجر

مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے فاسقوں اور فاجروں میں امیہ بن خلف بن وہب جمحی قرشی کے نام سے بھی ایک فاسق وفاجر کا شمار ہوتا ہے جس نے تاریخ کے بدترین سرکشوں کے ساتھ اپنا نام لکھوا کر دنیا و آخرت میں اپنے برے اعمال پر ندامت وشرمندگی اٹھائی۔

امیہ بن خلف قریش کے ساتھ ملکر اللہ اور اسکے رسول کی راہ سے لوگوں کو روکتا تھا، ہر برے عمل میں مشرکین کا ساتھ دے کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو تکالیف دیتا تھا۔

جب مکہ مکرمہ میں اسلام پھیلنے لگا تو روشن دل ودماغ والے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دین حق کو قبول کرنا شروع کردیا، مگر امیہ بن خلف نے اسلام قبول نہیں کیا، اس نے اپنے سینہ کو اس نور سے منور نہیں کیا جس سے پورا اہل مکہ منور ہو رہا تھا، اور جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا، بلکہ اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں کو صبح وشام اذیتیں پہنچانا شروع کردیں، چنانچہ ان حضرات پر ہر طرف سے مصیبتوں اور مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

امیہ بن خلف اور قریش نے حضرات صحابہ کرام کو عذاب میں مبتلا کرنا اور انکو فتنہ میں ڈالنا شروع کردیا، وہ انکو قید کرتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، اور ہر وہ مصیبت ان پر نازل کرتے تھے جن کے متعلق ان کو خیال ہوتا کہ شاید یہ ان کو اسلام سے باز رکھے گی، انہیں عقیدہ توحید سے ہٹا کر بتوں کے تقدس اور پھر بت پرستی کی طرف راجع کرے گی۔

صحابہ کرام پر ڈھائے جانے والی مصیبتوں کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے، علامہ محمد

بن اسحاقؒ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے سعید بن جبیرؒ کے توسط سے روایت کرتے ہیں کہ:

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا مشرکین حضرات صحابہ کرام کو اتنی شدید تکالیف پہنچاتے تھے کہ وہ انکے ترک اسلام کے لئے بطور عذر کافی ہوسکتے تھے؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جی ہاں، خدا کی قسم وہ ان حضرات کو مارتے، اور بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ بعض حضرات کے لئے ٹھیک سے بیٹھنا بھی دشوار ہوتا تھا حتی کہ ان حضرات کو بسا اوقات انکی فرمائشیں پوری کرنی پڑتی تھیں کیونکہ وہ تکالیف ناقابل برداشت ہوتی تھیں۔

رسوائے زمانہ امیہ بن خلف ان کافروں اور فاسقوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اللہ کے رسول اور صحابہ کرام کو اذیت پہنچانے کے نئے نئے انداز اپنائے ہوئے تھے، سب سے زیادہ بدنامی اس شخص کو مؤذن رسول ﷺ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو ایذاء پہنچانے سے ہوئی جو نہایت بہادری اور صبر کے ساتھ اس کی اذیتوں کو سہ لیتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دین وایمان کی خاطر فداء و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ امیہ اور اسکے ساتھی بے بس و ششدر کھڑے رہتے تھے ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے، سخت کوشش کے باوجود وہ حضرت بلال کی زبان سے اپنے فجور و کفر کے مطابق ایک حرف بھی نہیں نکلوا سکے، یا کم از کم اسکے آگے نرم ہوجاتے، اشارۃً ہی سہی، آخر کار امیہ کو مایوسی ہوئی، اس نے اسکے کیا کیا؟ کیا اس نے عذاب دینا چھوڑ دیا؟

بلالؓ اور امیہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شہرت و عزت حضرت بلالؓ کو نصیب ہوئی وہ امیہ بن خلف اور بہت سے دیگر سرداران و زعماء قریش کو جاہ و منصب، دولت و ثروت اور نہایت اثر و رسوخ کے حامل ہونے کے باوجود نصیب نہیں ہوئی، جب کہ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف جمحی کے ایک غلام تھے۔

جب نبی کریم ﷺ کی باتیں لوگوں کے دلوں میں سرایت کرنا شروع ہوئیں، اور صاف دل لوگ ان باتوں کے اسیر ہوتے گئے، اور لوگ سرچشمہ ہدایت کی طرف رہنمائی پانے لگے، تو امیہ اور بنی جمح کے بہت سے لوگوں نے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے شرپسندی شروع کر دی، ایسے حیلے بہانے ڈھونڈنے شروع کر دیئے جن کی آڑ میں وہ آپ سے دشمنی قائم کر سکیں اور آپ کو چیلنج کر سکیں، انکی فضول و بے معنی حجتیں یہ تھیں کہ وہ اپنے آباء واجداد کے دین سے سخت لگاؤ رکھتے ہیں، انکو اپنی اور قریش کی مشرکانہ عزت و شرف کے ملیامیٹ ہو جانے کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے، تیسرا سبب جو شاید سب سے اہم تھا وہ یہ کہ انکو بنی ہاشم سے بہت زیادہ حسد تھا، خصوصاً آنحضرت ﷺ سے جن کو رب العالمین نے نبوت ورسالت کے لئے منتخب فرمایا، حالانکہ اس زمانہ میں مکہ میں بڑے بڑے زعماء اور سردار موجود تھے۔

قلب سلیم، روشن دل، اور عزم صادق کے ساتھ حضرت بلال بن رباح نے خالق کائنات کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، دین جدید کی دعوت پر ایمان لانے کیلئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے اپنے معاملات اللہ تعالی کے حوالہ کر دیئے۔

زیادہ عرصہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ حضرت بلال کے آقا امیہ بن خلف کو علم ہو گیا کہ اس کا غلام اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لے آیا ہے، اب شیاطین نے امیہ کا طواف کرنا شروع کر دیا، اسکے سینہ پر بیٹھ گئے، کبر و غرور اسکے دل کے اندر پھونک کر اس سے سوال کیا:

یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک غلام اسلام لے آیا اور اسکے آقا یا آقاؤں کو اسکی خبر تک نہ ہوئی؟

اپنی جہالت اور غرور کی بناء پر امیہ بن خلف نے یہ سمجھا کہ اس کے غلام بلال بن رباح نے اسلام لا کر اسے کفار قریش کے سامنے ذلیل و بے آبرو کر دیا ہے، اس کے خبیث نفس نے اسے حکم دیا کہ ہر قیمت پر بلال کو ترک اسلام پر مجبور کرو، خاص کر اس لئے کہ بلال کے متعلق یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ وہ بتوں پر تھوکتا ہے اور ان سے کہتا ہے: جس نے تمہاری عبادت کی وہ بڑا خائب و خاسر ہوا۔

امیہ اور عذاب کا سلسلہ:

ملعون امیہ بن خلف یہ تصور کرتا تھا کہ حضرت بلالؓ کے جسم کے ساتھ ساتھ

انکی عقل، روح اور تمام اعضاء وجوارح بھی اس کے غلام ہیں، بلالؓ کی عقل کو اپنی مرضی کا عقیدہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے، انکی قوت فکر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ جہاں چاہیں اسے استعمال کریں، امیہ کو معلوم نہ تھا کہ حضرت بلالؓ کی عقل، ایمان اور عقیدہ پر اس کی حکومت نہیں چلتی، اور نہ ہی وہ نور ایمان سے منور ہونے والے قلوب کی راہیں مسدود کر سکتا ہے۔

عذاب کا سلسلہ شروع ہو گیا، امیہ بڑا سخت دل آدمی تھا، اسکے دل میں ذرہ برابر رحمت نہیں تھی، چنانچہ اس نے ان مذموم اوصاف کا اسلام دشمنی اور حسد کی وجہ سے حضرت بلالؓ پر خوب استعمال کیا جو ایمان لانے کے بعد انسانیت کے اعلیٰ وارفع مناصب پر فائز ہو گئے تھے۔

اگر ان دردناک عذاب کے تمام مراحل کا جائزہ لیا جائے جن سے حضرت بلالؓ گذرے ہیں، یا صرف انکا تصور کیا جائے، یا صرف اس وقت کے مکی ماحول کا ذہن میں تصور لایا جائے، اور پھر حضرت بلالؓ کا ان شدید مصائب کو برداشت کرنے اور ان پر صبر کرنے کی طرف دیکھا جائے تو ہمیں اس عظیم بہادر کی جلالت قدر کا صحیح اندازہ ہو گا جن کو ہم روزانہ پانچ مرتبہ آذان کے وقت یاد کرتے ہیں، اور ہمیں حضرت بلالؓ کا وہ شیریں اور خوبصورت جملہ بھی یاد آتا ہے جسے وہ عذاب کے دوران دہرایا کرتے تھے: خدا ایک ہے خدا ایک ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انکی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے، اور انکے صبر و ایمان کا بہت احترام کرتے تھے، اور انھیں "سیدنا" کہہ کر پکارا کرتے تھے، خدا کی قسم یہی فضل مبین اور شرف عظیم ہے۔

امیہ کے فسق وفجور کے چند نمونے

کافر و فاسق و فاجر امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو سخت عذاب دیتا تھا، مختلف انداز وطریقوں سے ایسا شدید عذاب دیتا تھا کہ جس کی شدت اور ہولناکیوں سے بڑی بڑی چٹانیں پگھل جائیں، اور جن کی سختی سے بڑے بڑے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، امیہ حضرت بلالؓ کو ایسا شدید عذاب دیتا تھا کہ اس طرح کا عذاب دنیا میں شاید ہی کسی اور کو دیا گیا ہو گا، ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے، اسکے باوجود ان کا دل ایمان

پر مطمئن تھا، انکی روح ایمان کے نور سے منور تھی، اس تکلیف سے انکو لطف آتا تھا، اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے دین اور ایمان کے بارے میں فراخدلی سے کام لیں، ایمان کی حفاظت کی خاطر کڑوی ترین گولی کو نہایت خوشدلی سے نگل لیا کرتے تھے، یہاں ہم ان وحشیانہ اذیتوں کے چند ایک نمونے پیش کر رہے ہیں۔

امیہ بن خلف اپنے لوگوں سے کہتا تھا کہ تم بلال کو لے کر دوپہر کو سخت گرمی کے وقت نکل جایا کرو، مکہ کے تپتے ہوئے صحراء دوپہر کے وقت تباہ کن ثابت ہوتے ہیں، وہ لوگ حضرت بلالؓ کو ننگے بدن گرم چٹان پر لٹا کر ایک گرم پتھر انکے سینہ پر رکھ دیتے تھے، پھر امیہ بن خلف حضرت بلالؓ سے کہتا تھا: تمہیں اس وقت تک عذاب دیا جاتا رہے گا جب تک محمدؐ کے دین کو نہ چھوڑ دوگے، اسکے جواب میں حضرت بلالؓ یہ کہا کرتے تھے: اَحد اَحد (یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے)۔

اَحد اَحد کا لفظ امیہ بن خلف پر بجلی بن کر گرتا تھا، اسے اور زیادہ غصہ آتا تھا، اور پہلے سے زیادہ سخت عذاب دیتا تھا، جبکہ حضرت بلالؓ صرف اَحد اَحد کہتے تھے۔
(تفسیر صاوی ۴/۲۷۵)۔

عینی شاہدوں جنہوں نے حضرت بلالؓ پر ڈھائے جانے والے مصائب اور عذاب کا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، انکی زبانی امیہ بن خلف کے سیاہ ریکارڈ کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ان مناظر میں سے ایک منظر دیکھا ہے، حضرت بلالؓ کی ایمان پر ثابت قدمی پر امیہ غصہ سے پھٹنے کے قریب پہنچ جاتا ہے، حضرت عمروؓ فرماتے ہیں:

میں حضرت بلالؓ کے پاس سے گذر رہا تھا جبکہ تپتے صحراء میں ان کو اذیت دی جا رہی تھی، اتنی شدید گرمی تھی کہ اگر گوشت کا ایک ٹکڑا پتھر پر رکھ دیا جائے تو وہ پک جائیگا، ایسی حالت میں حضرت بلالؓ کہتے تھے: میں لات اور عزی کو نہیں مانتا، اس پر امیہ کو اور غصہ آتا تھا اور وہ اذیت میں اور اضافہ کر دیتا تھا، جس سے حضرت بلالؓ بے ہوش ہو جاتے تھے اور پھر ہوش میں آجاتے تھے۔ (انساب الأشراف ۱/۱۸۵)

حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت بلالؓ کے ایک اور واقعہ کی کہانی بیان کرتے ہیں حضرت بلالؓ اس واقعہ میں بھی نہایت تکلیف کے باوجود حق پر ثابت قدم رہے، جبکہ

امیہ کی حماقت اور شدت اور زیادہ کھل کر سامنے آگئی، حضرت حسانؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گیا، وہاں بلالؓ کو ایک لمبی رسی میں بندھے ہوئے دیکھا، بہت سے لڑکے اس رسی سے پکڑ کر ان کو کھینچ رہے تھے، ان کے ساتھ عامر بن نہیرہ بھی تھا، بلال کی زبان پر اَحد اَحد کا لفظ جاری تھا، اور کہہ رہے تھے کہ میں لات، منات، عزیٰ، ہبل، اساف، نائلہ اور بوانہ کو نہیں مانتا، جس سے طیش میں آکر امیہ بن خلف نے انکو گرم ریت پر لٹادیا۔

امام مجاہد فرماتے ہیں: مشرکین حضرتؓ کی گردن میں رسی ڈال دیتے تھے اور اوباش لڑکوں سے کہتے تھے کہ ان کو وادی مکہ کے پہاڑوں کے درمیان گھوماؤ، چنانچہ یہ لڑکے ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی گردن پر رسی کا نشان پڑ گیا تھا، مگر حضرت بلالؓ کی ایک ہی صدا تھی، اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔

حضرت عروۃ بن زبیرؓ کمزور مسلمانوں کے احوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بلالؓ کمزور مؤمنین میں سے تھے، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو کفار نے ان کو کفر کی طرف لوٹانے کے لئے سخت تکلیف دینا شروع کردی، لیکن بلالؓ نے ان کی موافقت میں ایک لفظ نہیں کہا، ان کو تکلیف دینے والا امیہ بن خلف بھی تھا۔

کیا حضرت بلالؓ مشرکین کے آگے جھکے؟

عذاب اور ایذاء رسانی کی مختلف صورتوں میں مبتلاء رہنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت بلالؓ مشرکین کے آگے جھکے اور ان کی بات مان لی؟ کیا ان کے موقف میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہوئی؟

روایات میں آتا کہ باوجود شدید عذاب اور ایذاء رسانی کے حضرت بلالؓ نے امیہ بن خلف کی موافقت میں زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکالا جس سے اسلام پر حرف آتا ہو، اللہ تعالیٰ کے دین کے سامنے ان کو اپنی ذات کی کوئی اہمیت نظر نہیں آتی تھی، چنانچہ جب عذاب کی شدت میں اضافہ ہوتا تو اس جملہ کو دہراتے تھے: اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔

حضرت بلالؓ کو فجار و فساق کی ایک جماعت ایک غلط بات کو مزین و مرصع کرکے سناتے تھے تاکہ وہ بھی ان کی آواز میں آواز ملا کر بولیں، لیکن حضرت بلالؓ ان کو ایسا

کڑوا جواب سناتے کہ ان کے دماغ کے تمام طبقے روشن ہو جاتے تھے، حضرت بلالؓ کہتے تھے:

تم جو بات کہتے ہو وہ میری زبان پر نہیں چڑھتی، اور نہ میں اس کا تلفظ کر سکتا ہوں، اس جواب سے ان کو سخت غصہ آتا تھا، اور ان کی کفریہ آرزوئیں و تمنائیں خاک میں مل جاتی تھیں؛ چنانچہ حضرت بلالؓ کو ایذاء پہنچانے کے لئے وہ نئے نئے طریقہ ایجاد کرتے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے مشرکین و کفار کی سخت دلی اور ایذا رسانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: مشرکین مجھے ایک دن اور ایک رات پیاسا رکھتے تھے اور پھر سخت گرمی کے وقت گرم ریت اور ٹیلہ پر لٹا کر سخت عذاب دیتے تھے۔

حضرت بلالؓ سرکش و خبیث امیہ بن خلف کی حرکتوں کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے، دوسری طرف امیہ بن خلف کو شدت تکلیف کی وجہ سے حضرت بلالؓ کی چیخ و پکار سنائی نہیں دیتی تھی، بلکہ جیسے جیسے اس کی شر اور کمینگی میں اضافہ ہوتا جاتا حضرت بلال کے صبر و تحمل میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں: دیکھئے حضرت بلالؓ کے ساتھ کس قسم کی سختی کی گئی تاکہ اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ کافر بن جائیں، جبکہ بلالؓ کا جواب یہ تھا: اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے، ان کے دل میں ایمان کی شیرینی عذاب کی سختی کے ساتھ مخلوط ہو گئی تھی، ان کی وفات کے وقت بھی ان کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، ان کی اہلیہ جب ہائے افسوس کہتیں تو حضرت بلالؓ کہتے: بڑی خوشی کا موقعہ ہے کل کو میرے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ اور دیگر ساتھیوں سے ملاقات ہو گی، گویا انکے دل میں موت کی شدت ملاقات کی فرحت کے ساتھ مخلوط ہو گئی۔

قربان جائے ابو محمد شقراطسی پر کیسے خوب صورت پیرائیہ میں اس واقعہ کی تصویر کشی کی، ملاحظہ فرمایئے:

بلالؓ کو امیہ نے بڑی تکلیف اور آزمائش میں مبتلا کیا مگر ان مصائب پر صبر کرنے کی وجہ سے وہ نہایت بلند مقام پر فائز ہوئے۔

جب مشرکین نے بلالؓ کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا تو وہ ان پر ثابت

رہتے تھے ان کا ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوا۔

مشرکین نے ان کو بطحاء کی گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینہ پر بڑے بڑے پتھر رکھ دیئے۔

بلالؓ نے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کیا، جبکہ ان کے جسم پر بارش کے نشانات کی طرح تشدد کے نشانات پڑ گئے تھے۔

اگر اللہ کے ولی کی پیٹھ پر ضرب لگائی گئی ہے تو دشمن خدا (امیہ) کے دل پر ضرب لگائی گئی ہے۔

ابو بکر صدیقؓ، بلالؓ اور امیہ بن خلف

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت بلالؓ کے پاس سے گزر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ بلالؓ پر شدید تشدد ہو رہا ہے، حضرت ابو بکرؓ قبیلہ بنو جمح میں رہتے تھے، آپ نے امیہ بن خلف سے کہا: اے علی کے ابا! کیا تمہارے اندر اللہ کا خوف نہیں ہے؟ تم اس مسکین کو کیوں تکلیف دے رہے ہو؟ آخر کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟

کفر کے سرغنہ مادہ پرست امیہ بن خلف نے جواب دیا: تم ہی نے تو اسے برباد کیا ہے اب تمہیں اسے اس عذاب سے نجات دلاؤ۔

حضرت ابو بکرؓ نے اسے موقعہ غنیمت سمجھ کر فرمایا: چلو میں اس کو نجات دلاتا ہوں میرے پاس اس سے زیادہ طاقتور ایک کالا غلام ہے، جو تمہارے دین پر ہے، میں تمہیں اس کے بدلہ وہ غلام دے دیتا ہوں کیا تم راضی ہو؟

امیہ نے جواب دیا: مجھے منظور ہے اے ابو بکر۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: میں نے اپنا غلام تمہیں دے دیا، اور پھر کالا غلام اس کے حوالہ کر دیا اور جیسے ہی حضرت بلالؓ آپ کی ملکیت میں آئے ان کو آزاد کر دیا، نبی کریم ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ کا شمار بھی حضرت صدیق اکبرؓ کے حسنات میں ہو گا، دوسری طرف کمینہ ملعون امیہ بن خلف رحمت خداوندی سے بہت دور ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ کے متعلق بارع الزوزنیؒ نے کچھ اشعار کہے، جس کا ذکر یاقوت حموی نے معجم الادباء میں کیا ہے۔

ابو بکرؓ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا، جبکہ ان کی زبان بہت مناسب انداز سے

چلتی تھی۔

ابو بکرؓ نے ہر خیر کے ساتھ نبی ﷺ کی غمخواری کی، اور اپنے ذخائر سے بلالؓ کو بھی عطا کیا۔

اگر سمندر ابو بکرؓ کے ساتھ مقابلہ کرے یہ سمجھ کر کہ وہ ابو بکرؓ سے افضل ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خیر ورزق سے محروم کردے۔

امیہ عناد وسرکشی کی راہ پر گامزن

امیہ بن خلف کو احساس ہوا کہ بہادروں اور دلیروں کے سربراہ حضرت بلال بن رباحؓ کے ساتھ سختی کر کے اور گھٹیا ترین حرکتیں کر کے بھی وہ نامراد ہوا ہے، لیکن اسے خیال ہوا کہ راستہ اب بھی کھلا ہے، اور اگر چاہے تو وہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ فسق وفجور اور کمینگی کو جاری رکھ سکتا ہے، اس نے سوچا کہ اب بھی میں فاسق وفاجر مشرکین کے ساتھ مل کر مشترکہ حکمت عملی تیار کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ، حق اور دعوت رسول سے روک سکتا ہوں، اور میں آپ ﷺ کا مذاق اڑا کر آپ ﷺ کی شان اور عزت میں کمی لا سکتا ہوں۔

امیہ بن خلف نے اب فاجروں کے ساتھ مل کر ایک نئے طریقے پر عمل کرنا شروع کر دیا، ایک مرتبہ امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، ان لوگوں نے آپ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا، آپ ﷺ کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی غم خواری اور تسلی کے لئے اور کفار کو ان کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ سورہ انعام آیت ۱۰۔

یعنی: آپؐ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، مگر جو لوگ اس عمل میں ملوث تھے یہ مذاق ان کو لے ڈوبا۔

امیہ بن خلف نے سوچا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے محمدؐ کو ہمارے مذہب میں جذب کر لیا جائے، مگر کیا وہ اپنی اس سوچ میں کامیاب ہوا؟

ایک گھٹیا پیشکش

امیہ بن خلف اور دیگر مشرکین نے ایک منصوبہ تیار کیا اور گمان کیا کہ وہ اس کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بات چیت میں کامیاب ہو جائیں گے، چنانچہ اس منصوبہ کے تحت یہ سب کفار خانہ کعبہ کی طرف گئے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ طواف میں مشغول ہیں، امیہ اور ایک کافر نے آپ ﷺ کا راستہ روک کر کہا: اے محمد! چلو اب ایسا کرتے ہیں کہ ہم تمہارے دین کے مطابق عبادت کرتے ہیں اور تم ہمارے دین کے مطابق عبادت کرو، اس طرح تم اور ہم اس کام میں ایک دوسرے کے شریک ہو جائیں گے، اب اگر تمہاری عبادت صحیح ہے تو ہم اس سے محروم نہیں ہوں گے اور اگر ہماری عبادت صحیح ہے تو تم اس سے محروم نہیں ہو گے۔

دیکھئے کتنی گھٹیا اور بے ہودہ پیشکش ہے، اندازہ کیجئے کہ انہوں نے کس عیاری اور مکاری سے یہ منصوبہ تیار کیا تھا، اس سے ان کی ذہانت اور ذکاوت، کا بھی اندازہ ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ موروثی عقائد اور غلط اوھام وخیالات کی وجہ سے یہ لوگ حق کو صحیح معنوں میں سمجھ نہیں سکے اور اسی لئے اس کی پیروی نہیں کی، بہر حال آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کی اس گھٹیا پیشکش کو ٹھکرا کر آئندہ کے لئے اس طرح کی حرکتوں کا راستہ ہی بند کر دیا، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ تا آخر سورہ۔

یعنی: اے محمدؐ آپ کہدیں کہ اے کافرو! میں اس چیز کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔۔۔ اس آیت کے اندر ان کو دو اعزازات سے نوازا گیا ایک کفر دوسرا حق کی جہالت، نیز رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ﴾ تا آیت ﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْهُ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ سورہ زمر آیت ۶۴ تا ۶۶ (تاریخ طبری ۱/۵۵۰)۔

علامہ محمد بن سعد طبقات میں لکھتے ہیں: جب آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اسلام کا اظہار کیا اور اس کی خبر مکہ میں پھیل گئی تو قریش کو سخت غصہ آیا انہوں نے حسد اور بغاوت کا مظاہرہ کیا، بعض لوگوں نے علی الاعلان عداوت و دشمنی شروع کر دی اور بعض نے خفیہ طور پر یہ کام کیا، کھلم کھلا عداوت اختیار کرنے

اور جنگ و جدل کرنے والوں میں ابو جہل بن ہشام، ابولہب، امیہ بن خلف اور دوسرے لوگ شامل تھے (طبقات ابن سعد ار ۲۰۰)۔

یہ لوگ جن کا ذکر ابھی آیا ہے براہ راست آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے تھے، ایک دن ان لوگوں نے کمینہ عقبہ بن ابی معیط ملعون کو اکسا کر اس بات پر راضی کرلیا کہ جب آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں چلے جائیں تو تم کچھ غلاظتیں اٹھا کر آپ ﷺ کے کندھے پر ڈال دینا، چنانچہ اس کمینہ نے ایسا ہی کیا، جس سے آپ ﷺ کو سخت ایذاء پہنچی اور آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! قریش کے اس گروہ کو ہلاک کردے، ان میں آپ ﷺ نے خصوصاً امیہ بن خلف وغیرہ کا نام لیا، چنانچہ یہ سب غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔

امیہ کی آپ ﷺ کے رشتہ داروں کو ایذارسانی

امیہ بن خلف کی ایذارسانی صرف نبی کریم ﷺ تک محدود نہ رہی بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر آپ ﷺ کے عزیزوں اور رشتہ داروں تک پھیل گیا جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا اور اس ایمانی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی، چنانچہ یہ خبیث امیہ بن خلف آپ ﷺ کے چچازاد بھائی عثمان بن مظعونؓ کو ایذاء پہنچاتا تھا جس سے دلبرداشتہ ہو کر وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، شروع شروع میں ان کو وہاں پہنچ کر اجنبیت کا احساس ہوا، چنانچہ انہوں نے چند ابیات کہے جن میں امیہ بن خلف کی خوب ملامت کی:

کیا تم نے مجھے وادی مکہ سے نکال کر گناہ کا ارتکاب نہیں کیا؟ اور مجھے ایک سفید میدان میں اقامت پر مجبور کیا جسے تو اپنے لئے بھی ناپسند کرتا ہے۔

تم نے معزز و مکرم لوگوں کے خلاف جنگ کی، اور ایسے لوگوں کو ہلاک کیا جن سے تو خوفزدہ تھا، تمہیں معلوم ہو جائے گا جب تم پر کوئی مصیبت آن پڑے گی۔ اور اوباش تمہیں کیفر کردار تک پہنچادیں گے۔

کیا یہ مذمتی کلمات امیہ بن خلف تک پہنچے اور اس کے دل پر ان کا اثر ہوا؟

امیہ بن خلف نے زمانہ جاہلیت کے بت لات اور عزی کی مدد کے لئے عزیز و اقارب اور یار دوستوں سے ناطہ توڑ لیا تھا، لہٰذا اس کا اندراج بدبختوں کے رجسٹر میں

ہوا، اس کمینہ پر اللہ تعالیٰ کے یہ کلمات صادق آئے ﴿وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ سورہ ابراہیم آیت ۲۷۔

یعنی: اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے کر گزرتے ہیں۔

امیہ کو خوفزدہ کرنے والی بشارت

آنحضرت ﷺ کے دلائل نبوت میں وہ خبریں بھی ہیں جن کی روایت آپ کے صحابہ کرام نے کی، حضرات صحابہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ کل فلاں شخص یہاں قتل ہوگا اور فلاں شخص یہاں قتل ہوگا (صحیح مسلم ۲۸۷۳)۔

اللہ تعالیٰ کا کرم اور مہربانی دیکھئے آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی قتل گاہوں کی جو نشاندہی کی تھی سارے مشرکین وہیں قتل ہوئے۔

صحابہ کرام میں حضرت سعد بن معاذؓ عاشق شرک وکفر امیہ بن خلف کے قتل کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کو سمجھ گئے تھے، ان کی زمانہ جاہلیت میں امیہ کے ساتھ دوستی تھی، امیہ کے قتل کا منظر حضرت سعدؓ کے ذہن میں محفوظ تھا ایک دفعہ کسی نے اس کے متعلق حضرت سعدؓ سے بات کی تو وہ نہایت خوفزدہ ہوگئے، وہ اس کے انجام بد سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

امیہ بن خلف کے قتل کی بشارت کے واقعہ کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اپنی سند سے عمرو بن میمون کے توسط سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سنا، وہ حضرت سعد بن معاذؓ سے روایت فرمارہے تھے، حضرت سعدؓ نے فرمایا:

امیہ بن خلف حضرت سعدؓ کا دوست تھا، جب امیہ کا مدینہ سے گزر ہوتا تو حضرت سعدؓ کے یہاں قیام کرتا تھا، اور جب سعدؓ مکہ جاتے تو امیہ کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سعدؓ نے عمرہ کی نیت سے مکہ کارخ کیا، مکہ پہنچ کر امیہ کے یہاں قیام کیا، اور پھر امیہ سے کہا:

میرے لئے ایک ایسا وقت دیکھو جس میں خانہ کعبہ میں کوئی شخص نہ ہو، میں

طواف کرنا چاہتا ہوں۔

امیہ حضرت سعدؓ کو لے کر دوپہر کے قریب نکل گیا، اچانک ابو جہل سامنے آگیا، ابو جہل نے امیہ سے کہا:

اے صفوان کے ابا! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟

امیہ نے جواب دیا: یہ سعد ہیں۔

ابو جہل نے اس سے کہا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں، تم نے ایک تو دین بدلنے والے کو اپنے ہاں پناہ دی اور پھر آزادی کے ساتھ اسے خانہ کعبہ کا طواف بھی کرا رہے ہو؟ خدا کی قسم اے سعد! اگر تم صفوان کے ابا کے ساتھ نہ ہوتے تو تم صحیح سالم یہاں سے واپس نہ جاسکتے تھے۔

ابو جہل کی بات سن کر حضرت سعدؓ کو غصہ آگیا، آپ نے گرجتے ہوئے بلند آواز میں فرمایا: خدا کی قسم اگر تم نے مجھے عمرہ سے روکا تو میں تمہیں بھی ایک اہم چیز سے روک دوں گا، تمہارے لئے مدینہ کا راستہ بند کر دوں گا، (اہل مکہ کی ملک شام سے تجارت مدینہ کے راستے ہوتی تھی)۔

اس پر امیہ نے کہا: اے سعد تم ابو الحکم (یعنی ابو جہل) کے سامنے بلند آواز سے باتیں مت کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے۔

حضرت سعدؓ نے فرمایا: ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دو اے امیہ! خدا کی قسم میں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا ہے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے۔

امیہ نے حیرت سے پوچھا: مکہ میں؟

حضرت سعدؓ نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں۔

اس سے امیہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا، اس کے بعد امیہ گھر چلا گیا، اپنی بیگم سے کہا: اے صفوان کی اماں! کیا تم نے نہیں سنا سعد نے مجھ سے کیا کہا؟

اس کی بیوی نے کہا: اس نے تم سے کیا کہا؟

امیہ نے کہا: محمدؐ کا زعم اور گمان یہ ہے کہ مسلمان مجھے قتل کر دینگے میں نے اس سے پوچھا: کیا مکہ میں مجھے قتل کیا جائے گا؟

سعدؓ نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں۔

پھر امیہ نے کہا: خدا کی قسم میں مکہ سے باہر کبھی نہیں جاؤں گا۔

امیہ کے دل و دماغ میں حضرت سعدؓ کا یہ جملہ پیوست ہو گیا "مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے" روزانہ اسے اس کا دورہ پڑتا تھا، کیونکہ اس کا دل اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ محمدؐ سچے رسول ہیں، اس کی شہادت خود امیہ نے سعدؓ کے سامنے دی تھی، اس نے کہا تھا: خدا کی قسم جب محمدؐ کوئی بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، جب غزوہ بدر پیش آیا تو امیہ کے ساتھ وہی ہوا جو سعدؓ نے اس سے مکہ میں کہا تھا، مشرکین پر جو قیامت ٹوٹی امیہ پر بھی ٹوٹی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بات کو سچ کر دکھایا۔

دشمنی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا

امیہ بن خلف، اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی پر قائم رہا، قریش کی مجلس مشاورت "دارالندوۃ" میں بیٹھ کر رسول خدا ﷺ کے خلاف سازشیں کرتا تھا، اور جس دن آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے اس دن آپ ﷺ کو قتل کرنے کے انتظار میں بیٹھنے والوں میں امیہ بن خلف بھی تھا۔

ہجرت کے بعد بھی عداوت کا سلسلہ جاری رہا، اپنی زبان سے مسلمانوں کو ایذا پہنچاتا تھا، ان کی ہجو کرتا تھا، ان کی عزت پر حملہ کرتا تھا، ان کی برائیاں بیان کرتا تھا، چنانچہ مشہور کتاب "الصحاح" اور "اللسان" میں آیا ہے کہ اس نے مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعہ حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہجو کی تھی:

کیا تمہارے والد ہمارے یہاں غلام نہیں تھے؟ لونڈیوں کے یہاں وہ بے وقار نہیں تھا؟

تمہارے والد یمن کے رہنے والے تھے پانی کا مشکیزہ کندھا پر اٹھا کر لاتا تھا، اس کا کام تو بے دھواں آگ میں پھونکنا تھا۔

اس کے یہ اشعار جب حضرت حسانؓ تک پہنچے تو انہوں نے ایک طویل قصیدہ میں اس کا جواب دیا، اس کے کچھ حصے یہاں ملاحظہ فرمائیے:

مجھے امیہ کی طرف سے جھوٹی بات پہنچی ہے، وہ غیب کا صحیح حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔

اس نے کمینگی کا محل تعمیر کیا لیکن عالی شان مجد و شرف کی تعمیر سے عاجز آ گیا۔

اگر زندگی رہی تو میں تیری ایک ایسی بات سے دنیا کو مطلع کروں گا کہ عکاظ کے مجمع عام سے اسے نشر کیا جائے گا۔

اگر موسم سرما تک تم زندہ رہے تو زمین کی ہر طرف سے وہ قصائد تم تک پہنچیں گے اور تمہاری قیام گاہ پر تجھے شکستہ چھوڑیں گے۔

بہر حال امیہ بن خلف گمراہی اور سرکشی پر قائم رہا یہاں تک کہ غزوہ بدر کا وقت آپہنچا، مشرکین کے مردوں اور عورتوں نے اس کے لئے تیاری شروع کردی، لیکن امیہ کی حالت ان سب سے مختلف تھی، مسلمانوں کے آمنے سامنے ہونے کے سلسلہ میں اس کا نظریہ عام مشرکین سے مختلف تھا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مکہ سے نکلنے کا مطلب کیا ہے اور حضرت سعدؓ کا جملہ اسے بار بار یاد آرہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، اس کی ذات بڑی عالی شان ہے۔

امیہ بدر کی طرف نکلنے کو ناپسند کرتا ہے

مشرکین نے بدر کی طرف لڑائی کے لئے نکلنے کے لئے ایک دوسرے کو بلانا شروع کردیا، لیکن شرپسندوں کے لیڈر امیہ بن خلف کو بدر کی طرف نکلنا ناگوار گذرا، وہ پیچھے رہ گیا تھا، امیہ بڑا بوڑھا بدین لحیم و شحیم تھا، حضرت سعدؓ کا جملہ اسے ہمیشہ یاد رہا تھا، کبھی اس کے ذہن سے غائب نہیں ہوا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا فیصلہ فرمادیتے ہیں تو اس کے اسباب بھی آسان فرمادیتے ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس قصہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

جب مقام بدر کی طرف نکلنے کا وقت آیا تو ابو جہل نے لوگوں کو لڑائی کے لئے بلانا شروع کردیا، اس نے لوگوں سے کہا: تم لوگ اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے نکلو، امیہ بن خلف کو نکلنا ناگوار گزرا، ابو جہل اس کے پاس آیا، اور اس سے کہا: اے صفوان کے ابا! لوگ تمہیں اس طرح کب تک دیکھتے رہیں گے، تم اس وادی کے لوگوں کے سردار ہو، اگر تم پیچھے رہ گئے تو لوگ بھی بیٹھ جائیں گے، ابو جہل بار بار اس سے یہ کہتا رہا یہانتک کہ امیہ بن خلف نے کہا: آخر کار تم مجھ پر غالب آگئے ہو، خدا کی قسم میں لڑائی کے لئے مکہ کا عمدہ ترین اونٹ خریدوں گا، پھر صفوان کی اماں سے کہا: میرا سامان تیار کرو۔

صفوان کی امی نے کہا: کیا تم اپنے یثربی (مدنی) بھائی کی بات بھول گئے ہو؟

امیہ نے جواب دیا: اس کی بات بھولا تو نہیں البتہ میں ان کے ساتھ زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔

امیہ بن خلف مشرکین کے ساتھ لڑائی کے لئے نکل گیا، اور ہر منزل پر جاکر اپنے اونٹ کو باندھ لیتا اور واپسی کی کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ مقام بدر پہنچ گیا جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

تین بد بخت

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو جہل کو اطلاع ملی کہ امیہ بن خلف بدر کی لڑائی میں شرکت نہیں کرنا چاہتا ہے تو عقبہ بن ابی معیط کو اس پر مسلط کر دیا، عقبہ بڑا بے عقل تھا، عقبہ اور ابو جہل اس کے پاس گئے، عقبہ کے ہاتھ میں دھواں دینے والی آگ کی انگیٹھی تھی، جس میں خوشبودار لکڑی جل رہی تھی، جبکہ ابو جہل کے ہاتھ میں سرمہ دانی اور سلائی تھی، عقبہ نے آگ کی انگیٹھی امیہ کے سامنے رکھ دی اور کہا: اے علی کے ابا! تم اس آگ سے اپنے آپ کو سینکو کیونکہ تم عورتوں کی طرح ہو، ابو جہل نے کہا: اے علی کے ابا! یہ لو سرمہ لگاؤ کیونکہ تم عورت ہو، امیہ نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں کا اللہ برا کرے۔

ان دونوں کمینوں کا مقصد امیہ بن خلف کو بھڑکانا تھا، اس کے بعد امیہ نے مکہ میں ایک بہترین اونٹ خریدا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی میں شرکت کے لئے تیار ہو گیا۔

دوران سفر امیہ نے ۹ اونٹ ذبح کر کے مشرکین کو کھلائے، مشرکین نے اس لشکر میں ناچنے اور گانے والی لونڈیوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا ان لونڈیوں میں خود امیہ کی ایک لونڈی بھی تھی، یہ لونڈیاں ہر اس جگہ پر ناچتی اور گاتی تھیں جہاں پر لشکر کھانے پینے اور آرام کے لئے پڑاؤ ڈالتا تھا، جبکہ امیہ کی اپنی حالت یہ تھی کہ اگر وہ ایک قدم آگے کی طرف رکھتا تھا تو دو قدم پیچھے کی طرف رکھ دیتا تھا، اس کی نیت یہ تھی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے چپکے سے پیچھے رہ جاؤں، لیکن اسے اس کا موقعہ نہیں ملا۔

ڈراؤنا خواب

مشرکین کا لشکر اتراتا اور اچھل کود کرتا ہوا عشاء کے وقت مقام جحفہ میں پہنچ

گیا، وہاں رک کر پانی لینے کا اردہ کیا، ان کے ساتھ لشکر میں بنو المطلب کا ایک شخص جہیم بن الصلت بن مخرمہ بھی تھا، جہیم نے جیسے نیند کی غرض سے اپنا سر زمین پر رکھا ایکدم بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا تم لوگوں نے اس شہسوار کو دیکھا جو ابھی میرے سامنے کھڑا تھا؟

لوگوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ تم پاگل ہو گئے ہو، لگتا یہ ہے کہ تم پر جنون طاری ہو گیا ہے۔

اس نے کہا: ابھی میرے سامنے ایک شہسوار کھڑا تھا جس نے کہا: ابو جہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری، امیہ بن خلف وغیرہ کفار کے معززین کی ایک جماعت قتل ہو جائے گی۔

اس کے ساتھیوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اے جہیم! نیند میں تیرے ساتھ شیطان نے کھیلا ہے۔

پھر جہیم کی بات ابو جہل کو پہنچائی گئی تو ابو جہل نے کہا:

تم لوگ میرے پاس بنو مطلب اور بنو ہاشم کی جھوٹی باتیں لے کر آئے ہو، کل کو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کو قتل کیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو جہل تک جو بات پہنچی وہ امیہ بن خلف تک بھی پہنچی ہو گی، چنانچہ وہ پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا، لیکن ہزار نہ چاہنے کے باوجود اس کی موت اسے اس جگہ کھینچ کر لے گئی، اور اس طرح آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی اس ملعون امیہ بن خلف کے متعلق درست ثابت ہوئی۔

کفر کا سرغنہ امیہ

میدان بدر میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان لڑائی کے کئی دور ہوئے، اور آخر کار یہ جنگ مشرکین کی شکست، ذلت و رسوائی اور ان کی قوت و شوکت کے خاتمے پر منتج ہوئی، مسلمانوں نے ان کے اشراف اور معززین کو یا تو قتل کر دیا یا گرفتار کر لیا، خاص کر ان کے بڑے بڑے مجرمین گرفتار کر لئے گئے، جبکہ شور و غوغا کرنے والے بے وقعت جنگجوؤں کو تتر بتر کر دیا گیا، اور فتح و نصرت اس جماعت کے حصہ میں آئی جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائی تھی، اور جس نے نبی کریم ﷺ کی

قیادت میں نہایت جانفشانی اور بے غرضی کے ساتھ جہاد کیا تھا، یہ مسلمانوں اور کفاروں کے درمیان براہ راست جنگ کا پہلا واقعہ تھا، حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس جنگ کی اپنے اشعار میں کیاخوب تصویر کشی کی ہے:

ہم بھی چلے اور وہ بھی چلے مقام بدر کی طرف جہاں ان کی ہلاکت واقع ہونی تھی، اگر ان کو اس کا یقین سے علم ہوتا تو ہرگز وہاں نہ آتے۔

شیطان نے ان کو دھوکہ دے کر وہاں بلایا پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، بلاشبہ خبیث وہ ہے جس سے دھوکہ باز دوستی کرے۔

لیکن ان حاسدوں کی جماعتوں میں امیہ بن خلف کہاں تھا؟ بلکہ اس مبارک جنگ میں حضرت بلال بن رباحؓ کہاں تھے؟

دراصل امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی، نبی کریم ﷺ کے مخلص نیک کریم شہسوار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے تھے۔

حضرت بلالؓ دیکھ رہے تھے کہ کفر کا سرغنہ اور فاسق و فاجر سرکش امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہنکا کر لے جارہے ہیں، اچانک حضرت بلالؓ کی آنکھوں کے سامنے مکہ میں اس کمینہ کی طرف سے انکو پہنچنے والی اذیتوں کا منظر گھوم گیا، یہ خبیث دیگر کمزور مسلمانوں کو بھی ایذائیں پہنچاتا تھا، وہ سب ان کو ایک ایک کر کے یاد آرہے تھے، چنانچہ حضرت بلالؓ اپنے آپ پر قابو نہ پاسکے، ان کے قریب حضرات انصار موجود تھے، انہوں نے باآواز بلند کہا:

اے اللہ کے انصار! کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف تمہارے سامنے ہے، اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچونگا۔

انصار کے مخلص نیک فدائیوں نے اس آواز پر لپکتے ہوئے پانچ مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، پھر حضرت بلالؓ سے کہا کہ آپ فکر مند نہ ہوں اور پھر امیہ اور اس کے بیٹے علی پر تلواروں سے حملہ کر دیا، حضرت خبیب بن اساف انصاری نے سب سے پہلے اس پر حملہ کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ امیہ اور اس کے لڑکے کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے مگر انصار اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے، اور ان دونوں کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا۔

امیہ کو کیسے قتل کیا گیا؟

امیہ کے قتل کے واقعہ کی تصویر کشی مختلف روایات میں متنوع طریقوں سے کی گئی ہے، مگر ان میں سب سے صحیح وہ روایت ہے جس کی تخریج امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کی، امام بخاریؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت فرماتے ہیں:

میں نے امیہ بن خلف کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ اگر میرا مکہ جانا ہوا تو میری جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر ہوگی، اور اگر وہ مدینہ آیا تو اس کی جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کی ذمہ داری میرے اوپر ہوگی، چنانچہ جب میں نے اپنے اسلامی نام "عبدالرحمٰن" کا اندراج معاہدہ میں کرانا چاہا تو اس نے کہا: میں "الرحمٰن" کو نہیں جانتا، تم اپنے جاہلیت والے نام "عبد عمرو" کا اندراج کراؤ۔

غزوہ بدر کے روز میں اسے اپنے ساتھ لے کر ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا تاکہ اس کی حفاظت کروں، لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے، حضرت بلالؓ نے اسے دیکھ لیا، وہاں سے انصار کی جماعت کے پاس آکر کہا: یہ امیہ بن خلف ہے، اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔

چنانچہ انصار کی ایک جماعت بلالؓ کے ساتھ ہماری تلاش میں نکلی، جب مجھے خدشہ ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے اس کے لڑکے کو تنہا کردیا، چنانچہ امیہ کے لڑکے کو ان حضرات نے قتل کردیا، پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا، امیہ بھاری بھرکم آدمی تھا، آخرکار وہ ہم تک پہنچ گئے، میں نے امیہ سے کہا: بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا، میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اسے بچا سکوں، مگر ان حضرات نے میرے نیچے سے اس کے جسم میں تلوار داخل کرکے اسے قتل کردیا، اس دوران ایک صاحب کی تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخم آیا۔ (فتح الباری ۴/۵۶۰)

ایک دوسری روایت

علامہ ابن اسحاقؒ سیرت میں امیہ کے قتل کی ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں اس کی اکثر باتیں بھی سابقہ روایت سے ملتی ہیں، لیکن ابن اسحاقؒ کی روایت میں

اس کمینہ کی ہلاکت کے واقعہ کو زیادہ مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے، جس میں اس کمینہ نے حضرت بلالؓ کے دیکھنے پر اپنی بزدلی اور مرعوبیت کا وہ مظاہرہ کیا ہے کہ اس سے اس کی طبیعت و حقیقت آشکارا ہوگئی، جبکہ یہ کمینہ مکہ مکرمہ میں حضرت بلالؓ کو عذاب دینے میں متعدد فنون تعذیب کا مظاہرہ کرتا تھا۔

علامہ ابن اسحاقؒ نے دو طریقوں سے اس واقعہ کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

مکہ میں میرا دوست امیہ بن خلف تھا، میرا نام "عبد عمرو" تھا، میں نے اسلام لانے کے بعد اپنا نام "عبدالرحمٰن" رکھ لیا، جب امیہ مکہ میں مجھ سے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! کیا تم اس نام سے بیزار ہو جو تمہارے والد نے رکھا تھا؟

میں اسے جواب دیتا: ہاں۔

امیہ نے مجھ سے کہا: میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا، میں اور تم آپس میں ایک نام متعین کر لیتے ہیں جس سے میں تمہیں پکارا کروں گا۔

میں نے اس سے کہا: اے علی کے ابا! تمہیں جو پسند ہو رکھ لو۔

امیہ نے کہا: تمہارا نام میں "عبدالالہ" رکھتا ہوں۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے۔

جب کبھی اس کے پاس سے گذر ہوتا تو وہ مجھے عبدالالہ کہہ کر پکارتا تھا، میں ہاں کر کے اس کے ساتھ بیٹھ جاتا اور بات چیت شروع کر دیتا تھا، غزوہ بدر کے دن جب میں اس کے سامنے سے گذرا تو وہ اپنے لڑکے کے ساتھ کھڑا تھا، میرے ساتھ کچھ چھینے ہوئے درع تھے، اس نے مجھ سے کہا: اے عبدالإلہ کیا تم مجھے بچا سکتے ہو؟ میں تمہارے لئے ان درعوں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے ساتھ ہیں۔

میں نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم، میں نے درع سے اپنا ہاتھ نکال کر اس کا اور اس کے لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا، امیہ کہنے لگا: میں نے اپنی زندگی میں ایسا ہولناک دن کبھی نہیں دیکھا، کیا تم لوگوں کو دودھ کی ضرورت نہیں ہے؟ (یعنی میں اپنے فدیہ کے طور پر دودھ دینے والی اونٹنیاں تمہیں دینے کو تیار ہوں) پھر میں ان باپ بیٹوں کو لے کر وہاں سے جانے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم میں ان کو لے کر جا رہا تھا کہ حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا، انہوں نے بلند آواز سے کہا: یہ تو کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔

پھر انہوں نے کہا: اے انصار! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، یہ اگر بچ گیا تو میری خیر نہیں، پھر ان انصاریوں نے ہمیں اپنے نرغے میں لے لیا، میں نے امیہ کا دفاع کرنا شروع کردیا، ایک آدمی نے تلوار نکال کر امیہ کے لڑکے کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے وہ زمین پر گر پڑا، امیہ نے ایسی زوردار چیخ نکالی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسی چیخ کبھی نہیں سنی، میں نے اس سے کہا: اپنے کو بچالو یہی بہت ہے، خدا کی قسم میں تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہوں، چنانچہ ان حضرات نے ان دونوں پر تلوار سے حملہ کر کے دونوں کو قتل کردیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ بلالؓ پر رحم فرمائیں، میرے درع بھی ہاتھ سے نکل گئے اور میرے قیدی کے سلسلہ میں مجھے دکھ بھی پہنچایا۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۶۳۱ و ۶۳۲)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کفر کے سرغنہ امیہ بن خلف کو قتل کرنے پر چند ابیات کے ذریعہ مبارک باد دی، جن میں سے دو ابیات یہاں ملاحظہ فرمائیے:

مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اور فضل و مرتبت عطا فرمائیں تم نے اپنا انتقام لے لیا ہے اے بلالؓ نہ تم نے بزدلی دکھائی اور نہ ہی نامراد لوٹا جب لمبی تلواروں نے آڑے ہاتھوں لیا اسے۔

اس کا انجام بہت برا ہوا

بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال بن رباح اور دیگر کمزور مسلمانوں پر بڑا کرم کیا، اور ان کو سردار بنادیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ سورہ قصص آیت ۵۔

یعنی: ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ احسان اور کرم کا معاملہ کریں جن کو زمین میں کمزور سمجھا گیا، اور ہم ان کو امام اور وارث بنائیں۔

بہر حال امیہ بن خلف کا انجام بہت برا ہوا، آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کے مقتولین کو "قلیب بدر" نامی کنویں میں ڈال دیا جائے، امیہ بدین آدمی تھا، اس کا جسم اسی دن پھول گیا، حضرات صحابہ نے جب اسے کنویں میں ڈالنا چاہا تو اس کے جسم کا گوشت جھڑنا شروع ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہیں چھوڑ دو، لوگوں نے اسے وہیں چھوڑ کر اس پر مٹی ڈال دی اور اس کے جسم کو زمین میں چھپا دیا، آنحضرت ﷺ وہاں کھڑے ہو کر ان میں ہر ایک شخص کا نام لے کر اس پر لعن فرمانے لگے، اور فرمانے لگے: کیا تم لوگوں کو وہ چیز مل گئی جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا؟۔

شاعر رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ نے قلب بدر کے اس واقعہ کی خوب تصویر کشی کی ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک طویل قصیدہ کہا: اس کے چند ابیات کا ترجمہ یہاں ملاحظہ فرمایئے:

جب ہم نے ان مشرکین کو ڈھیر کے ڈھیر قلیب بدر میں ڈالا اور رسول خدا ﷺ ان کو پکارنے لگے۔

کیا تم لوگوں نے میری بات کی سچائی دیکھ لی ہے؟ اللہ کا حکم دلوں کو چھوتا ہے۔

ان مشرکین نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر کچھ کہتے تو یہ کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا تھا اور آپ ﷺ کی رائے درست تھی۔

قریش مقام بدر سے شکست کھا کر اور ذلیل و رسوا ہو کر مکہ مکرمہ واپس چلی گئی، اہل مکہ کو سب سے پہلے جس شخص نے مشرکین کی شکست کی خبر سنائی اس کا نام حیسمان بن عبداللہ خزاعی تھا، اس نے معززین قریش کی موت کی خبر دیتے ہوئے کہا:

عتبہ، شیبہ، ابو جہل، اور امیہ وغیرہ معززین کو قتل کر دیا گیا۔

صفوان بن امیہ بن خلف نے یہ خبر سنتے ہی کہا جبکہ اس وقت وہ مقام حِجر میں موجود تھا:

خدا کی قسم یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے، اس کا دل بے قابو ہو گیا اس نے مزید کہا: اس شخص سے میرے متعلق پوچھو، یہ میری موت کی بھی خبر دیگا۔

بعض لوگوں نے حیسمان سے پوچھا: کیا تم صفوان بن امیہ کو جانتے ہو؟ بتاؤ اس

کے ساتھ کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا: ہاں میں اسے جانتا ہوں، وہ جو مقام میں بیٹھا ہوا ہے وہی صفوان بن امیہ ہے، میں نے اس کے والد اور اس کے بھائی کو دیکھا جب ان دونوں کو قتل کیا جارہا تھا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے امیہ کو ذلیل ورسوا کردیا، اس کی قتل کی خبر اس کے گھر والوں کو پہنچی، وہ زندہ ومردہ بے آبرو ہوا۔

اور اے امیہ بن خلف

اپنی لطیف [1] سیرت میں علامہ حلبیؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد امیہ بن خلف کی مذمت کی اور اس پر لعنت بھیجی، کیونکہ امیہ بن خلف نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ان صحابہ کرام کو ایذاء پہنچائی تھی جو ہجرت کے ابتدائی ایام میں بخار ودیگر امراض میں مبتلا ہوگئے تھے، آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا: اے اللہ تیری لعنت ہو شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال کر وبائی زمین میں رہنے پر مجبور کردیا ہے۔ (سیرت حلبی ۲/ ۲۸۲)

اس سے پہلے آپ ﷺ مکہ میں ایذاء پہنچانے والے کئی مشرکین پر لعنت بھیج چکے تھے وہ سب کے سب بدر میں مارے گئے، اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ بدر میں ان سب کو قلیب بدر نامی کنویں میں ڈالنے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام، ایک ایک کر کے ان سب کا نام لیا اور پھر فرمایا: کیا تم لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کو سچ پایا؟ کیونکہ میں نے میرے رب کا وعدہ سچا پایا ہے۔ (سیرت حلبی ۲/ ۲۸۲)

جی ہاں: اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچ ہے، اللہ کا وعدہ حق ہے، امیہ بن خلف کو اپنے کیئے کے بدلہ رسوائی اور ذلت حاصل ہوئی، اور اہل جہنم میں سے ہوا۔

اسے ضرور جہنم میں پھینک دیا جائے گا

کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف مشرکین قریش کے ان سخت دل لوگوں میں سے تھا

[1] سیرت حلبیہ: اس کا اردو ترجمہ ۶ جلدوں میں دارالاشاعت کراچی سے شائع ہوگیا۔

جو زمین پر شر پسندی فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے تھے،اس کے حالات زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کو ایذا رسانی کے لئے جتنی کاروائیاں کیں ان میں سے ہر ایک میں یہ کمینہ قولاً یا فعلاً شریک تھا، اسی لئے دنیا میں سخت عذاب کا مستحق ٹھہرا، جبکہ آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت، دائمی اور عظیم ہوگا۔

امیہ بن خلف کے حالات کا بغور جائزہ لینے والا جان لے گا کہ امیہ بن خلف کی نفسیت اور فکر کا محور گندہ مادہ پرستی تھا جس میں پل کر وہ بڑا ہوا تھا، اس کو اس بات کا وہم تھا کہ مال اور عزت ہی اصل زندگی اور مرکز شرف ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ امیہ بن خلف نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ اپنے پاس سے فقیروں اور مسکینوں کو بھگادیں اور مشرکین کے بڑے بڑے سرداروں کو اپنا قریب کرلیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿وَلاَ تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ سورہ کہف آیت ۲۸۔
یعنی: آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے ہمارے ذکر سے غافل کردیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے دل پر ہم نے ٹھپہ لگادیا ہے اب اس میں ایمان داخل نہیں ہوگا، اور فرمایا ﴿ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ﴾ سورہ کہف آیت ۲۸۔
یعنی: اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی، خواہشات سے مراد شرک ہے (تفسیر قرطبی ۱؍۲۹۲)۔

اللہ تعالیٰ نے اس خبیث امیہ بن خلف کے متعلق متعدد آیتیں نازل فرمائیں، جن میں اس کی بری صفات و عادات کی مذمت کی گئی، اور اسے آگ کی خوش خبری سنائی گئی، جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، اسی طرح ان آیتوں میں بعض ان صفات و عادات کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے جن کی وجہ سے وہ جہنمی ٹھہرا۔
سورہ لیل کی اس آیت میں دیکھئے: ﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ، لاَ يَصْلاَهَا إلاَّ الأَشْقَىٰ الَّذِي كَذَّبَ وَ تَوَلَّىٰ﴾ سورہ لیل آیت ۱۴ تا ۱۶۔
اس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ امیہ بن خلف شقی و بدبخت ہے اس کی بدبختی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلایا اور اللہ کی اطاعت نہیں کی، اسی طرح اللہ کے نبی محمد ﷺ کو بھی جھٹلایا، ایمان لانے سے اعراض کیا، بلکہ دوسرے

لوگوں کو ایمان سے روکا، اور ایمان لانے والوں کو ایذا پہنچائی، اس لئے اس کی توصیف میں مبالغہ سے کام لیا گیا اور فرمایا﴿أشقیٰ﴾ زیادہ بد بخت، اور پھر اسے آگ میں داخل ہونے اور آگ کی شدت کے ساتھ مخصوص فرمادیا۔

اللہ تعالی کے اس ارشاد ﴿ لاَ یَصْلاهَا إلاّ الْأشْقَیٰ﴾ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اُشقی سے مراد امیہ بن خلف اور اس جیسے دیگر کفار ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کو جھٹلایا۔ (تفسیر رازی ۳۱ر۱۸۴)

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے امیہ بن خلف میں موجود دیگر مذموم عادات و صفات کا ذکر فرمایا ہے، جو سب کے سب اس کی کمینگی اور بزدلی و دھوکہ بازی پر دلالت کرتیں ہیں، بڑا گھسر پسر کرنے والا اور عیب جوئی کرنے والا تھا، اس کے متعلق اللہ تعالی نے سورہ ہمزہ نازل فرمایا اور اسے جہنم کی بشارت دی، ارشاد فرمایا: ﴿وَیْلٌ لِکُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَة، الَّذِی جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَه ، یَحْسَبُ أنَّ مَالَه أخْلَدَه، کَلاَّ لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ، وَمَا أدْرَاكَ مَا الْحُطَمَة، نَارُ اللهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِی تَطَّلِعُ عَلَیٰ الأفْئِدَة، إنَّهَا عَلَیْهِم مُؤْصَدَة، فِی عَمَدٍ مُمَدَّدَة﴾ سورہ ہمزہ مکمل۔

یعنی: ہر ایسے شخص کے لئے بڑی خرابی ہے جو عیب نکالنے والا اور طعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنا کرتا ہو، وہ یوں خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا بخدا اس کو ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو ہر چیز کو توڑ کر رکھ دیگی، اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے والی آگ کیسی ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے، وہ ایسی ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی، وہ آگ اہل جہنم پر ہر طرف سے بند کردی جائے گی، اور ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ بڑے لمبے لمبے ستونوں سے بندھے ہوئے ہوں گے۔

مفسرین کی ایک جماعت اور کاتبین سیرت کا کہنا ہے کہ یہ ایک سورت امیہ بن خلف کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر قرطبی ۳۱ر۱۸۴)

علامہ ابن خاتم نے حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ہم مسلسل یہ سنتے آرہے ہیں کہ ﴿وَیْلٌ لِکُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَة﴾ امیہ بن خلف

کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ محمد بن اسحاقؒ نے فرمایا: جب امیہ بن خلف آنحضرت ﷺ کو دیکھتا تو فوراً آپ کی عیب جوئی شروع کر دیتا تھا اور آپ ﷺ کو طعنے دیتا تھا۔

ہمزہ اور لمزہ کے معنی میں کئی اقوال ہیں:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ: ہمزہ کے معنی زیادہ غیبت کرنے والا زیادہ طعنہ دینے والا اور سامنے عیب جوئی کرنے والا ہے۔

حسن بصریؒ مجاہد بن جبیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ وغیرہم جیسے بڑے تابعین کا کہنا ہے کہ ہمزہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو غیبت کرتا ہو اور آمنے سامنے طعنہ دیتا ہو۔

لمزہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی غیبت کرتا ہو۔

یہ مذموم صفات امیہ بن خلف میں پائی جاتی تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کی عیب جوئی اور طعنہ زنی کے علاوہ عام لوگوں کی عیب جوئی بھی کرتا تھا یہ اس کے اخلاقی انحطاط کا ادنیٰ درجہ تھا، چنانچہ کفر کے ساتھ ساتھ ان مذموم صفات کی وجہ سے اس کی سزا اور اس جیسے نافرمان سرکشوں کی سزا آگ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خوب سلگا کر رکھا ہے، بے شک تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

☆☆☆

عتبہ بن ربیعہ

☆ مشرکین و مجرمین کا سفیر بن کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تھا تا کہ آپؐ کو دعوت حق سے باز رکھے۔

☆ اسلام کا کٹر دشمن تھا، غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

☆ آنحضرت ﷺ نے اسے بد دعا دیتے ہوئے فرمایا:

(اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ پر لعنت فرما)۔

☆ غزوہ بدر میں مارے جانے کے بعد جب اسے قلیب بدر میں پھینکدیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا نام لے کر فرمایا:

(اے عتبہ بن ربیعہ...... کیا تمہیں وہ چیز مل گئی ہے جس کا تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا؟)۔

عتبہ بن ربیعہ

عقلمند دشمن

یہ شخص زمانہ جاہلیت کے عقلمندوں، شرک کے مسندوں اور احمقانہ بت پرستی کے اہم ستونوں میں سے تھا، نبی کریم ﷺ سے عداوت رکھنے والوں میں پیش پیش تھا، لیکن یہ ابو جہل کی طرح احمق، کمینہ اور فاسق و فاجر نہیں تھا، اور نہ خبیث عقبہ بن ابی معیط کی طرح گھٹیا اور بے وقعت تھا، نہ اس جیسا خسیس طبع اور گھٹیا کام کرنے والا تھا، بلکہ یہ شخص اپنی برادری قریش میں شریف بننے اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں عقلمندی سے کام لیتا تھا۔

رفتار و گفتار سے اپنے آپ کو امن پسند ظاہر کرتا تھا، جس کی وجہ سے کفار قریش نے اسے انکی طرف سے گفت و شنید کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا تھا، تاکہ یہ قریش کی جاہلانہ شیطانی شرف و مرتبت کا لالچ دیکر اسلام کی دعوت سے آپ کو روکنے کوشش کر سکے۔

آیئے دیکھتے ہیں یہ شخص جو اپنے غرور کے فتنہ میں مبتلا ہوا، تکبر و تجبر سے شریف بننے کی کوشش کرتا رہا، اور عقلمندی کا مظاہرہ کرتا رہا یہ کون ہے؟

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے "شیخ الجاہلیۃ" کا لقب دیا ہے۔ (سیر أعلام النبلاء ۱/۱۶۴)

حافظ ابن عساکرؒ اور دیگر مؤرخین نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے:

عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب القرشی العبشمی۔

(مختصر تاریخ دمشق ۱۶/۴۸)

اسی عتبہ کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ سیرت شہسواروں میں سے تھے، ابتدائی ایام میں مسلمان ہوگئے تھے اپنے والد شیخ الجاہلیۃ اور قریش کے دیگر معززین و مکرمین کو خاطر میں نہیں لائے، وہ دنیاوی مال و متاع کی حرص کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، بلکہ بڑے راسخ الایمان، قوی ارادہ، پاکیزہ عقیدہ، اور بے داغ ماضی کے حامل تھے، انہوں نے اس وقت اسلام قبول

کیا تھا جب آنحضرت ﷺ خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ کرنے اور اپنے ساتھیوں کو عتبہ بن ربیعہ اور قبیلہ عبد شمس کی ٹولیوں اور عام مشرکین کے شر سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ابھی دار الارقم میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے، ایذاء رسانی کرنے والے ان مشرکین پر شرک و عناد کے پردے پڑے ہوئے تھے، بڑے تکبر اور تعنت کا اظہار کرتے تھے، حق کا راستہ روکتے تھے، ہر اہم گذرگاہ پر بیٹھ کر لوگوں کو حق سے متنفر کرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل و رسوا کر دیا، اور اسلام کے کلمہ کو سر بلند فرمایا۔

عتبہ کی ایک بیٹی کا نام ہند بنت عتبہ تھا، جو آنحضرت ﷺ کی صحابیات اور تاریخ کی مشہور ترین خواتین میں سے تھیں۔

زمانہ جاہلیت کے کچھ کارنامے:

کچھ اچھے کاموں کی وجہ سے قریش کے درمیان عتبہ بن ربیعہ کو بہت مقبولیت حاصل تھی، وہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر لوگوں کا مؤاخذہ نہیں کرتا تھا، جوانوں کے ساتھ الجھنے کے بجائے حلم و بردباری سے کام لیتا تھا، روایات میں آتا ہے کہ عتبہ ایک مرتبہ کچھ جوانوں کے سامنے سے گذر رہا تھا کہ انہوں نے اسکے متعلق کہا: یہ شخص کس چیز کی بنیاد پر قریش میں سردار کہلا رہا ہے؟ جبکہ اسکے پاس نہ مال و دولت ہے اور نہ دوسری چیزیں ہیں۔ عتبہ کو انکی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں، وہ وہاں سے چلا گیا، انکو کوئی جواب نہ دیا، بلکہ کچھ لباس منگوا کر ان جوانوں کو دیئے کہ یہ لو انکو پہن لینا، اس عمل سے قریش میں اس کا مرتبہ اور بلند ہو گیا۔

عتبہ بن ربیعہ کی سیادت و قیادت کے متعلق کچھ روایات منقول ہیں، ابو الزنادؒ لکھتے ہیں: عتبہ کے علاوہ ہمیں کسی ایسے شخص کے بارے میں علم نہیں ہے جو زمانہ جاہلیت میں مال و دولت کے بغیر سردار کہلایا ہو۔

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الزہریؒ کہتے ہیں: عتبہ اور ابو طالب بن عبد المطلب کے علاوہ قریش کا کوئی فقیر سردار نہیں بنا، یہ دونوں اشخاص سردار کہلائے مگر انکے پاس مال نہیں تھا۔

یہی وجہ تھی کہ قریش اس کو اہم امور میں شریک کرتے تھے، خانہ کعبہ کی تعمیر

کے سلسلہ میں گفتگو کے لئے اور آنحضرت ﷺ کو حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کے سلسلہ میں منصف بنانے کے بارے میں مشورہ میں عتبہ شریک تھا، جس میں آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ایک بڑی چادر لائی جائے، پھر آپؐ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر چادر میں رکھا، پھر فرمایا: "ہر قبیلہ کپڑے کی ایک طرف سے پکڑ کر اسے اٹھائے" انہوں نے ایسا ہی کیا، قبیلہ عبد مناف کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ نے چادر کو اٹھایا تھا، اور اس طرح انکے اختلاف کو آپؐ نے نہایت حکمت کے ساتھ اتحاد میں تبدیل کر دیا، عتبہ کو حجر اسود اٹھانے کا شرف حاصل ہوا، یہ واقعہ بعثت محمدی سے چند سال قبل پیش آیا۔

تاریخ کی کتابوں میں موجود عتبہ کے زمانہ جاہلیت کے دیگر کارناموں میں سے ایک کارنامہ اس کا جنگ فجار میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا واقعہ ہے، جس میں اس نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آواز دی تھی کہ: اے قبیلہ مضر! تم لوگ کس چیز پر لڑ رہے ہو؟ اے قریش! صلہ رحمی اور صلح کے لئے آگے بڑھو۔

لوگوں نے پوچھا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہمیں ابھی تک اپنے خون کا انتقام لینے کا موقعہ نہیں ملا؟

اس نے جواب دیا: ہم تمہارے مقتولین کا تاوان ادا کرینگے، ہم اپنے لوگوں کو تمہارے پاس گروی رکھیں گے، اور ہمارے مقتولین کا خون معاف کر دینگے۔

لوگوں نے پوچھا: اس کی ضمانت کون دے گا؟

اس نے جواب دیا: میں۔

سب لوگ راضی ہوگئے اور اس طرح انکے درمیان صلح ہوگئی۔

قبیلہ ہوازن نے اپنے قبضہ میں جب قریش کے آدمیوں کو دیکھا تو وہ بھی معافی دینے پر راضی ہوگئے، انہوں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور تاوان بھی قبول نہیں کیا بلکہ اسے بھی معاف کر دیا، اور اس طرح جنگ کا خاتمہ ہو گیا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عتبہ نے فقر و مسکنت کی حالت میں سرداری کی۔

اسے نبی بننے کی امید تھی

زمانہ جاہلیت کے مشہور و معروف شاعر امیہ بن ابی الصلت نے پہلے زمانہ کی کچھ

کتابیں پڑھی تھیں، اس نے یہ بھی پڑھا تھا کہ عربوں میں ایک نبی پیدا ہوگا، وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ وہ نبی جو عربوں میں مبعوث ہونگے انکی بعثت کا وقت قریب آگیا ہے، روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ امیہ نے پیشینگوئی کی تھی کہ عتبہ بن ربیعہ نبی بنے گا۔

ابن عساکرؒ و دیگر مؤرخین واخباریین نے اس سلسلہ میں ایک طویل کہانی ذکر کی ہے، انہوں نے ابوسفیان بن حرب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بتایا:

ایک مرتبہ میں اور امیہ بن حرب تجارت کے لئے ملک شام روانہ ہوئے۔ اس قصہ میں ابوسفیان کہتے ہیں: امیہ کو علم تھا کہ حجازی عربوں میں ایک نبی پیدا ہوگا، اسے گمان تھا کہ وہی وہ نبی ہے، ایک مرتبہ اس کا نصرانی راہب پر گذر ہوا، جہاں اس پر یہ انکشاف ہوا کہ اس نبی کا تعلق قریش سے ہوگا، اور اپنی عمر کے چالیسویں سال کے آغاز میں اسے نبوت سے سرفراز کیا جائیگا، اسی لئے امیہ نے عتبہ کے متعلق پیشینگوئی کردی کہ وہ نبی بنے گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں: امیہ مجھ سے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق پوچھنے لگا کہ:

اے ابوسفیان! تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ لوگوں پر ظلم و ستم کرنے اور قطع رحمی کرنے سے اجتناب کرتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم۔

امیہ نے کہا: کیا وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور اسکا دوسروں کو حکم دیتا ہے؟

میں نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم۔

امیہ نے کہا: کیا اسکے والد اور والدہ دونوں کا تعلق شرفاء سے ہے؟ اور وہ خود اپنے قبیلہ میں معزز و مکرم ہے؟

میں نے جواب دیا: ہاں۔

اس نے کہا: کیا تمہارے علم میں کوئی دوسرا قریشی اس سے زیادہ معزز ہے؟

میں نے جواب دیا: خدا کی قسم مجھے اس کا علم نہیں۔

اس نے کہا: کیا وہ محتاج ہے؟

میں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ وہ بہت زیادہ مالدار ہے۔

اس نے کہا: اس وقت اسکی عمر کیا ہے؟

میں نے جواب دیا: اس وقت اسکی عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی ہے۔

اس نے کہا: عمر، عزت اور مالداری نے اسے عیب دار بنادیا ہے۔

میں نے اس سے کہا: اسکی عمر میں تو جیسے جیسے اضافہ ہو رہا ہے اسکی عزت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

اس نے کہا: دراصل بات یہ ہے کہ میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ہمارے اس علاقہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا، میرا خیال تھا کہ وہ نبی میں ہونگا، جب میں نے اہل علم سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس نبی کا تعلق بنو عبد مناف سے ہوگا، پھر میں نے بنو عبد مناف میں نظر دوڑا کر دیکھا، انمیں مجھے عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اس منصب کے لئے کوئی موزوں شخص نظر نہیں آیا، اب جب تم نے مجھے اسکی عمر کے متعلق بتلایا ہے تو مجھے پتہ چلا کہ وہ نہیں ہے، کیونکہ وہ چالیس سال کی عمر کی حد کو عبور کر چکا ہے مگر اس پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

امیہ کو یقین آگیا کہ عتبہ کے اوصاف نے اسے معیوب بنادیا ہے، اور نبوت سے دور کر دیا ہے۔

ابو سفیان کہتے ہیں: میں جب مکہ مکرمہ واپس لوٹا تو دیکھا کہ واقعتاً نبی کریم ﷺ مبعوث ہوگئے ہیں، پھر طائف میں میری اور امیہ کی ملاقات ہوگئی، میں نے اس سے از راہ مذاق کہا: اے عثمان کے ابا! وہ نبی ظاہر ہوگئے ہیں جنکے اوصاف تم نے بیان کیے تھے۔

اس نے کہا: سنو! وہ نبی برحق ہیں جاؤ انکی پیروی کرو۔

میں نے کہا: تم کیوں انکی پیروی نہیں کرتے ہو؟ جبکہ تمہیں حق کا علم بھی ہو گیا ہے۔

اس نے جواب دیا: میں انکی پیروی کر لیتا مگر مجھے قبیلہ ثقیف کی عورتوں سے شرم آتی ہے، میں ان سے کہا کرتا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں، اب اگر وہ مجھے دیکھ لیں کہ میں قبیلہ عبد مناف کے ایک لڑکے کی اتباع کر رہا ہوں تو کیا کہیں گی؟

اس روایت سے ہمیں عتبہ کی نفس پر مرتب ہونیوالے سلبی اثرات کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو نبوت کا زیادہ حقدار سمجھتا تھا، میرا اندازہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ ان اسباب میں سے ایک سبب تھا جن کی وجہ سے عتبہ نہایت سرکش اور بڑے مجرمین میں سے بن گیا تھا جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی عداوت میں حد سے تجاوز

کیا تھا۔

ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے

جب ایمان کی بہار آئی اور مؤمنین کے قلوب میں جاکر قرار حاصل کرنا شروع کیا تو عتبہ بن ربیعہ نے تکبر اور سرکشی کرتے ہوئے اسکی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں، آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو تبلیغ سے روکنا شروع کر دیا، ان نفوس طاہرہ کو اس کمینہ سے ایذائیں پہنچی، کئی دفعہ اسکے ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، اس کی ایذاء سے متاثر ہونے والے صحابہ کرام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

دراصل حضرت صدیق اکبرؓ نے اس وقت بھی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا جب مسلمانوں میں سے کوئی شخص مشرکین کے سامنے دین کی بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، اس زمانہ میں مسلمان ''دارالأرقم'' میں خفیہ طور پر دعوت کا کام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ کو مشورہ دیا کہ اب ہمیں ایمان کا اظہار واعلان کرنا چاہیے، اس وقت مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۸ تھی، نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا: ''اے ابوبکر ہماری تعداد ابھی کم ہے''۔

حضرت ابوبکرؓ بار بار اس پر اصرار کرتے رہے یہانتک کہ آپؐ نے اجازت دیدی، یہ حضرات مسجد حرام گئے اور وہاں لوگوں میں گھل مل گئے، ہر شخص اپنی اپنی برادری میں گیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوگئے اور اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کر دی جبکہ آنحضرت ﷺ وہیں بیٹھے رہے، چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں پہلے خطیب تھے جنہوں اللہ اور اسکے رسول کی طرف لوگوں کو علی الاعلان دعوت دی۔

مشرکین کا مجمع حضرت ابوبکرؓ اور آنحضرت ﷺ اور عام مسلمانوں کے خلاف بھر گیا، ان کو مسجد میں بہت زیادہ مارا، ابوبکر صدیقؓ کو قدموں تلے روندا گیا، فاسق وکمینہ عتبہ بن ربیعہ انکے نزدیک پہنچا اور اونچی ایڑھی والی جوتیوں سے سخت طریقہ سے مارنا شروع کر دیا، حضرت صدیقؓ کے چہرہ مبارک پر اپنا ناپاک قدم رکھ کر رگڑنے

لگا یہانتک کہ وہ بے ہوش ہوگئے، انکے گھر والے انکو وہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے، اور کہنے لگے: اگر ابو بکر کو اس زخم سے صحت یابی نہ ہوئی اور انکا انتقال ہو گیا تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دینگے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ اور انکی برادری والوں نے کوشش کی کہ ابو بکر زبان کھولیں آخر کار دوپہر کے وقت انہوں نے بولنا شروع کیا، آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ صدیق اکبرؓ نے ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلا جملہ کیا کہا تھا؟

وہاں کھڑے ہونے والوں سے اپنی ذات کے بارے میں کچھ نہیں کہا، اور نہ یہ بتایا کہ فاسق وفاجر عتبہ بن ربیعہ نے انکے ساتھ کیا کیا؟ اور کیسی تکلیف پہنچائی بلکہ سب سے پہلا جملہ یہ کہا: رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

حاضرین کو بڑا تعجب ہوا، ان سب نے آپؓ کو برا بھلا کہا، ملامت کی، اور پھر انکو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے، ان کو اس پر غصہ آرہا تھا کہ صدیقؓ نے یہ جملہ کیوں کہا؟

سوائے اس تکلیف کے جو امیہ نے پہنچائی

جب سارے لوگ صدیق اکبرؓ کو چھوڑ کر چلے گئے تو انکی والدہ سلمیٰ بنت صخر (ام الخیر) رہ گئیں، ان سے فرمایا:

نبی کریم ﷺ کی کیا خبر ہے؟

انکی والدہ نے جواب دیا: خدا کی قسم آج مجھے تمہارے ساتھی کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

آپؓ نے فرمایا: تم ام جمیل فاطمہ بنت الخطاب (جو خفیۃً مسلمان ہوگئی تھیں) سے جاکر معلوم کرو، چنانچہ آپکی والدہ انکے پاس گئی اور ان سے کہا:

ابو بکر تم سے اپنے ساتھی محمد بن عبد اللہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ وہ کس حالت میں ہیں؟

فاطمہ نے جواب دیا: میں کسی کو نہیں جانتی، البتہ اگر تمہیں منظور ہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے تک جاسکتی ہوں۔

والدہ نے جواب دیا: ہاں۔

فاطمہ انکے ساتھ گئیں یہانتک کہ جب گھر پہنچیں تو دیکھا کہ ابو بکرؓ کو شدید

چوٹیں آئیں ہیں اور وہ نہایت تکلیف میں ہیں، ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا:
رسول اللہ ﷺ کس حالت میں ہیں؟
فاطمہؓ نے آپؓ کی والدہ سے خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے ابو بکرؓ یہ تمہاری والدہ ہیں ہو سکتا ہے یہ سن لیں؟
ابو بکرؓ نے فرمایا: تم ان سے مت ڈرو، کوئی خوف کی بات نہیں انشاء اللہ۔
فاطمہؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ صحیح سالم ہیں الحمد للہ، آپ ﷺ دار الأرقم میں موجود ہیں۔
حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: میں نے اللہ کے نام پر یہ قسم کھالی ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ سے ملاقات نہ کرلوں نہ کچھ کھاؤنگا اور نہ کچھ پیونگا۔
ان دونوں خواتین نے آپؓ کو کچھ وقت کے لئے آرام کرنے دیا اور جب لوگوں کی ریل پیل ختم ہو گئی تو آپؓ کو سہارا دے کر وہاں سے لے جانا شروع کر دیا یہانتک کہ آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئیں، آنحضرت ﷺ ابو بکرؓ پر گر پڑے انکو چومنا شروع کر دیا، آنحضرت ﷺ پر شدید رقت آمیز کیفیت طاری ہو گئی، مسلمانوں نے بھی حضرت ابو بکرؓ کو چومنا شروع کر دیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا:
میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی سوائے اسکے جو عتبہ بن ربیعہ نے میرے چہرہ کو روندا تھا (حضرت صدیقؓ کا چہرہ مبارک شدت ضرب سے بے حال ہو گیا تھا)، یا رسول اللہؐ! یہ میری والدہ ہیں، میرے ساتھ نہایت وفا اور کرم کا معاملہ کرتی ہیں، آپ ﷺ بڑے بابرکت ہیں لہذا انکو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیں اور ساتھ ساتھ انکے لئے دعا بھی فرمایئے شاید اللہ تعالیٰ ان کو آپؐ کی وجہ سے جہنم کی آگ سے محفوظ فرمالیں، آنحضرت ﷺ نے انکے لئے دعا فرمائی، اور انکو اسلام کی طرف دعوت دی، انہوں نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا اور پھر بیعت کا شرف بھی حاصل کیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
اس واقعہ کے بعد سے عتبہ بن ربیعہ نے مسلمانوں کو مختلف انواع واقسام کی اذیتیں دینا شروع کر دیا، ان اذیتوں اور تکالیف سے مسلمانوں کے کمزور ہونے کے بجائے انکی قوت ایمانی میں اور اضافہ ہو گیا۔
علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "مواہب" میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق

ایک نکتہ بیان فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابو بکرؓ آل فرعون کے مؤمن شخص سے بھی افضل ہیں، کیونکہ انہوں نے صرف زبانی مدد پر کفایت فرمائی تھی جبکہ ابو بکر صدیقؓ نے زبان اور ہاتھ دونوں کو استعمال کیا، اور ان دونوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی مدد فرمائی۔

مجرموں کا سفیر

جب آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی، اس وقت عتبہ بن ربیعہ اور اسکا ساتھ دینے والوں نے حق کا راستہ روکنے کی بھرپور کوشش کی، اور اس سلسلہ میں ایک ایسا ظالمانہ موقف اختیار کیا کہ انکی جہالت و گمراہی کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا، نور حق کو دیکھنے سے یہ لوگ عاجز تھے، انہیں نور الٰہی نظر نہیں آرہا تھا، انکو احساس ہو گیا تھا کہ یہ دعوت ہماری بت پرستی کے لئے اور بتوں کے لئے نہایت خطرناک ہے، مگر انکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں، خاص کر عتبہ بڑا پریشان تھا، وہ تھوڑا بہت جادو، کہانت اور شعر شاعری سے بھی واقف تھا، اور اسے گمان ہوا کہ وہ ان اشیاء کا استعمال کر کے محمدؐ کو دعوت کا کام چھوڑنے پر آمادہ کر سکے گا۔

ایک دن عتبہ مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھ گیا، سب نے ملکر ایک سازش تیار کرنے کا منصوبہ بنایا، ہر ایک نے اس سلسلہ میں اپنی اپنی رائے پیش کی، اس وقت آنحضرت ﷺ مسجد میں تن تنہا تشریف فرما تھے، ان سے دور تھے انکی باتوں کی طرف متوجہ بھی نہیں تھے، مشرکین میں سے عتبہ کھڑا ہو گیا، اس نے اپنی کھوپڑی میں ایک منصوبہ تیار کیا تھا جس کے بارے میں اسکو وہم تھا کہ اس سے انکے اور محمدؐ کے درمیان پائی جانے والی تمام پریشانیاں دور ہو جائینگی، سب مشرکین نے متحد ہو کر بیک آواز اس سے کہا: اے ولید کے ابا! تمہیں جو کچھ سمجھ میں آئے کر گزرو۔

عتبہ وہاں سے اتراتا ہوا آنحضرت ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور آپؐ سے بات کرنے لگا، اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے معاشرہ میں تمہیں ایک بہترین مقام حاصل ہے……

اس جملہ کو ادا کرنے کے بعد اس نے جھوٹ کذب اور جہالت کا ایک سلسلہ شروع کر دیا، پھر جہالت اور عناد سے اس نے جھوٹ بولنا اور آپ کو جھٹلانا شروع کر دیا، اس کے شیطان نے جو اسے پٹی پڑھائی تھی اس کے مطابق اور اپنے ناقص فہم کی روشنی میں اس نے جو مفروضہ طے کر لیا تھا اس کی روشنی میں کہا:

تم اپنی برادری میں ایک بہت بڑی چیز لے کر آئے ہو، تم نے ان کے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے، ان کو بے عقل کہا ہے، ان کے دین ومذہب اور ان کے خداؤں کی عیب جوئی کی ہے، ان کے آباء واجداد جو ان سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ان سب کو تم نے کافر قرار دیا ہے۔

پھر اس نے کہا: کہ آپ میری باتوں کی طرف توجہ دیں گے، میں کچھ باتیں پیش کرتا ہوں ہو سکتا ہے آپ ان کو قبول کر لیں، اور اس طرح قریش کی یہ پریشانی ختم ہو جائیگی اور عتبہ کی اپنی پریشانی بھی دور ہو جائے گی، یاد رہے کہ اس سے پہلے اسی بنیاد پر بات چیت کرنے کے لئے قریش نے اس کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔

نہایت استقرار قلبی، اطمینان اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے ولید کے ابا! کہو میں سنتا ہوں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ عتبہ نے اس مجلس میں کیا کہا؟

شرمناک اور بے مقصد نظریات

عتبہ نے اپنی کھوپڑی میں جو گمراہی وضلالت سے بھرپور افکار و نظریات جمع کئے تھے ان کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا کہ شاید آپ ﷺ ان افکار کو قبول کر لیں تو وہ مسئلہ ختم ہو جائیگا جو مشرکین اور آپ کے درمیان قائم ہے، قریش کے دیگر حضرات بھی اس پر عمل کریں گے، عتبہ نے چار باتیں آپ ﷺ کے سامنے رکھیں جن سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہ کتنا بے عقل تھا، اس نے کہا:

اے بھتیجے! اگر تمہارے اس مشن کا مقصد مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم سب لوگ اپنے مال میں سے کچھ کچھ دے کر تمہیں سب سے زیادہ امیر اور مالدار بنا دیں گے۔

اگر تمہارا مقصد اس کام سے عزت حاصل کرنا ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنادیں گے اور تمہارے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔

اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنادیں گے۔

اور اگر یہ جو شخص تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن وغیرہ ہے جو تمہیں نظر آتا ہے مگر تم اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتے ہو تو ہم تمہارے علاج کا بندوبست کرینگے، ہم اپنا مال ودولت خرچ کر کے تمہیں صحیح کردیں گے۔

یہ تھا عتبہ کی سازش اور منصوبہ کا خلاصہ، قریش کا بڑا عقل مند اپنا وہی مسئلہ حل کرانا چاہتا تھا، تعجب ہوتا ہے کہ یہ ساری کھوپڑیاں ان کے لمبے تڑنگے اجسام اس طرح کی بے سروپا پیشکشیں کرتے ہیں، سب سے زیادہ تعجب عتبہ پر ہوتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے نسب کے اعتبار سے زیادہ قریب تھا، اور آپ ﷺ کے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے اور طور طریقوں سے سب سے زیادہ واقف تھا اس نے اس طرح کی پیش کش کیسے کی۔

آپ ﷺ کے متعلق کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ آپ ﷺ نے دنیاوی بادشاہت کی تمنا کی تھی، کبھی نہیں سنا گیا کہ آپ ﷺ نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ تم مجھے اپنا سردار یا بادشاہ بناؤ، بلکہ کبھی بھی آپ ﷺ نے ان سے دنیاوی مال ومتاع کا مطالبہ ہی نہیں کیا تھا، اگر کسی چیز کا مطالبہ کیا تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ تم بت پرستی کی غلاظت سے اپنے نفس وقلب کو پاک کرو، اور زمانہ جاہلیت کے بدبودار افکار سے اپنے دل ودماغ کو آزاد کرو۔

کیا تم فارغ ہوگئے ہو اے ولید کے ابا؟

اس بے عقل جاہل کی باتوں پر آنحضرت ﷺ نے مسلسل خاموشی اختیار کی یہانتک کہ جب یہ اپنی باتوں سے فارغ ہوگیا تو آپ ﷺ نے اس سے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا: اے ولید کے ابا! کیا تم فارغ ہوگئے ہو؟

عتبہ نے جواب دیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اب مجھ سے سنو۔

عتبہ اپنے تمام حواس تمام مشاعر واحساسات کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے قرآن وکریم وفرقان حکیم کی چند آیات

بینات پڑھ کر سنائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿حم، تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُه، قُرآناً عَرَبِياً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ، بَشِيراً وَنَذِيراً، فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَايَسْمَعُونَ، وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَ فِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا و بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ﴾ سورہ فصلت آیت ا تا ۵۔

ترجمہ: حم، یہ کلام اس خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، یہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل ہیں اس کتاب کی شان یہ ہے کہ یہ قرآن ہے عربی ان لوگوں کے لئے جو سمجھدار ہیں، یہ قرآن بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر بھی ان کے اکثر لوگوں نے روگردانی کی اور وہ اس کو سنتے ہی نہیں، اور وہ یوں کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس بات کے سمجھنے سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ثقل ہے اور ہمارے اور تیرے مابین ایک خاص مانع یعنی پردہ حائل ہے، سو تو اپنا کام کئے جا اور ہم اپنا کام کئے جاتے ہیں۔

آپ ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے اور عتبہ خاموش سن رہا تھا، اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے رکھ کر ان پر ٹیک لگایا ہوا تھا، جب آپ ﷺ آیت سجدہ تک پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ولید کے ابا! تم نے ان آیتوں میں جو کچھ سنا ہے اب تم ہو اور یہ آیتیں ہیں۔

یہ میری رائے ہے

سفارتی مہم مکمل کرنے کے بعد عتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے رخصت ہوا، اور قریش کے مجمع میں پہنچ گیا جہاں شدت سے اس کا انتظار ہو رہا تھا، ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ عتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے، وہ کچھ کھویا کھویا لگ رہا تھا، حیرت و تعجب میں ڈوبا ہوا تھا، مجمع میں سے بعض لوگوں نے کہا: ہم قسم کھاتے ہیں کہ عتبہ یہاں سے اور

چہرہ لے کر گیا تھا، اب کسی اور چہرہ کے ساتھ آیا ہے۔

عتبہ جب مجمع میں آکر بیٹھ گیا تو لوگوں نے اس سے کہا: اے ولید کے ابا! کیا خبر لے کر آئے ہو؟ عتبہ نے نہایت اعتماد کے ساتھ جواب دیا: میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے خدا کی قسم اس سے پہلے اس طرح کا کلام کبھی نہیں سنا، خدا کی قسم اس کا تعلق نہ تو شعر سے ہے نہ جادو سے نہ نجوم سے، اے قریش! میرا کہنا مانو، اسے میری ذاتی رائے سمجھو، اس آدمی کو مت چھیڑو، اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، خدا کی قسم اس کلام کی ایک شان ہوگی، دیکھو اگر تمہارے علاوہ دوسرے عرب قبائل ان کو قتل کر دیتے ہیں تو تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اگر یہ تمام عرب پر غالب آکر ان کے بادشاہ بن جاتے ہیں تو ان کی بادشاہت تمہارے لئے ہے، ان کی عزت میں تمہاری عزت ہے لہٰذا تم سب لوگوں سے زیادہ خوش نصیب کون ہوں گے۔

بت پرست مجمع نے عتبہ کی بات سن کر کہا: اے ولید کے ابا! محمد کی باتوں کا تم پر جادو چل گیا ہے۔

عتبہ نے جواب دیا: یہ میری رائے ہے، البتہ جو تمہیں سمجھ میں آئے وہی کرو۔

شاعر نے کیا خوب کہا:

اگر قرآن کریم میں واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں تب بھی اس کا وضوح بیان تمہیں خیر سے مطلع کرتا۔

عتبہ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے آنحضرت ﷺ کی سچائی پر مکمل اطمینان حاصل ہوگیا تھا، آنحضرت ﷺ نے جو کچھ تلاوت کر کے سنایا تھا اس سے عتبہ جیسا عربی شخص اس کے اسلوب بیان، فصاحت و بلاغت، اور اس کے اعجاز و ابداع کو سمجھ گیا تھا، ان سب باتوں کے باوجود عتبہ نے عناد و سرکشی اور کفر و حسد کو پسند کیا اور جہالت و فسق و فجور کا طریقہ اختیار کیا اس طرح اس نے غضب خداوندی کو دعوت دی اور ذلیل و رسوا لوگوں میں شامل ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ اور مشرکین کے درمیان گفت و شنید کا سلسلہ ختم ہوگیا، کیونکہ قریش کو اپنے سفیر کے موقف کے بارے میں شبہ ہوگیا تھا، اور اس پر الزام لگایا تھا کہ محمدؐ نے اس پر جادو کر دیا ہے، اب قریش کی ایذاء رسانی میں پہلے سے زیادہ شدت میں آگئی، مومنین کو ایسی سخت تکالیف پہنچانی شروع کر دیں کہ اگر

بلند و بالا پہاڑوں کو یہ تکالیف پہنچائی جائیں تو وہ ان کا تحمل نہ کر سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد جب مشرکین نے مکہ مکرمہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے تبلیغ اسلام کے تمام راستے مسدود کر دیئے، تو آپ ﷺ نے اس غرض سے طائف کا رخ کیا کہ شاید وہاں کا قبیلہ ثقیف آپؐ کی دعوت قبول کرلے، اس زمانہ میں طائف کی بھی وہی اہمیت تھی جو مکہ کی تھی، وہاں کی آبادی بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، لوگ خوش حال تھے، مالدار لوگوں کے لئے طائف موسم گرما میں ایک زبردست سیاحت وصحت افزاء مقام تھا، طائف کے باشندے باغوں اور زرعی زمینوں کے مالک تھے، ان میں مال ودولت کی فراوانی تھی جس کی وجہ سے وہ کبر وغرور میں مبتلا تھے، عتبہ اور اس کے بھائی شیبہ کے طائف میں باغات تھے اور موسم گرما کے اوقات یہ دونوں بھائی وہیں گذارتے تھے۔

آنحضرت ﷺ طائف پہنچنے کے بعد قبیلہ ثقیف کے سرداروں اور شرفاء کی ایک جماعت کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی، ان لوگوں نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کیا، آپ ﷺ پر طنز کیا، اور اپنے بے عقل اوباش اور آوارہ قسم کے شرپسندوں کو آپ ﷺ کے خلاف مشتعل کیا، جب آپ ﷺ طائف سے واپسی کی نیت سے روانہ ہوئے تو یہ شرپسند راستہ کے دونوں طرف بیٹھ گئے اور آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی، آپ ﷺ جو بھی قدم اٹھاتے تھے اس پر پتھر مارتے تھے یہاںتک کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے مبارک خون سے رنگ گئے۔

یہ شرپسند آنحضرت ﷺ کی تکلیف پر ہنستے اور قہقہہ لگاتے تھے، آپ ﷺ کسی نہ کسی طریقہ سے وہاں سے نکل گئے اور ایک باغ میں آکر پناہ لی، وہاں انگور کے بیل کی ایک رسی کے سایہ میں آرام فرمانے لگے، آپ ﷺ درد اور تکلیف کی شدت سے کراہ رہے تھے، اس موقعہ پر آپ ﷺ کی زبان مبارک اور قلب مبارک از خود گویا ہوگئے، رب العزت سے اپنی کمزوری، ناتوانی اور ضعف کی شکایت فرمانے لگے، اور

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی درخواست کی اور نصرت و تایید کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! میں صرف آپ سے اپنی کمزوری، قلت اسباب، اور لوگوں کے سامنے اپنے ضعف کی شکایت کرتا ہوں، اے ارحم الراحمین! آپ کمزوروں کے رب ہیں، آپ میرے رب ہیں، آپ مجھے کس کے حوالہ کر رہے ہیں؟ کسی دور کے آدمی کے جو میرے ساتھ سختی سے پیش آرہا ہے، یا کسی دشمن کے جس کے ہاتھ میں آپ نے میرے معاملات کی باگ ڈور دیدی ہے؟ اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں، لیکن آپ کی طرف سے عافیت میرے لئے زیادہ وسعت کا حامل ہے، میں آپ کے چہرہ اقدس کی نور کی پناہ میں آتا ہوں جس سے آپ نے اندھیروں کو روشن کیا، اور اس سے دنیا و آخرت کے امور انجام پا رہے ہیں کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ نازل فرمائیں، یا آپ کی ناراضگی کا سبب بنوں، شکوہ بھی آپ ہی سے ہے، تاکہ آپ راضی ہو جائیں، آپ کے علاوہ نہ کوئی قوت ہے اور نہ کوئی کوشش کارآمد ہو سکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ جب اس بابرکت دعا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا، انہوں نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں طائف کے دونوں طرف کے دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں تاکہ طائف کے سارے لوگ ہلاک ہو جائیں، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ ان سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے۔

عتبہ کے دل میں رحم نے جوش مارا

انگور کے درخت کے سایہ میں بیٹھ کر دعاء سے جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ باغ میں عتبہ اور شیبہ موجود ہیں، جب آپ ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو آپ ﷺ کو ان دونوں کی اس جگہ موجودگی گراں گزری، کیونکہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے، ان دونوں نے جب آپ ﷺ کو ان حالات میں دیکھا تو ان کے دل میں رحم پیدا ہوا، ان کا ایک نصرانی غلام تھا جس کا نام عداس تھا، اس سے کہا: یہاں

سے انگور کا ایک گچھا لے کر اس برتن میں رکھو اور پھر اس آدمی کو دے دو، اور ان سے کہو کہ اس میں سے کھائیں۔

عداس نے ایسا ہی کیا، انگور نبی کریم ﷺ کے پاس رکھ دیا اور کہا: کھاؤ، جب آنحضرت ﷺ نے انگور کھانے کے لئے اپنا دست مبارک برتن میں رکھا تو فرمایا: "بسم اللہ" پھر کھانا شروع کر دیا، عداس نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا اور پھر کہا: خدا کی قسم یہاں کے لوگ کھانے سے پہلے یہ جملہ کبھی نہیں کہتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عداس! تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟

عداس نے جواب دیا: میں نصرانی ہوں، اور نینوی سے میرا تعلق ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نیک بندہ یونس بن متی کے گاؤں سے تمہارا تعلق ہے؟

عداس نے کہا: آپ کو یونس بن متی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ خدا کی قسم میں جب نینوی سے نکل رہا تھا اس وقت وہاں کے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہاں یونس بن متی کے متعلق جاننے والے دس افراد بھی نہیں تھے، جب کہ آپ ان پڑھ ہیں اور ایک ان پڑھ قوم سے آپ ﷺ کا تعلق ہے۔

آپ ﷺ نے جواب دیا: وہ میرا بھائی ہے، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں، جیسے ہی عداس نے یہ الفاظ سنے فوراً آپؐ پر جھک پڑا، آپ ﷺ کے سر، ہاتھ اور قدم مبارک چومنے لگا۔

عتبہ اور شیبہ نے جب اپنے غلام کو اس حالت میں دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا: تیرے غلام کو بھی محمد ﷺ نے برباد کر دیا ہے، عداس جب وہاں سے واپس لوٹا تو ان دونوں نے کہا: تیرا بیڑا غرق ہو اے عداس! تجھے کیا ہوا تھا تم کیوں اس آدمی کے ہاتھ پاؤں اور سر چوم رہے تھے؟ جبکہ یہ کام تم نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کبھی نہیں کیا؟

عداس نے جواب دیا: اے میرے آقا! خدا کی قسم روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے، مجھے انہوں نے کچھ ایسی چیزوں کی خبر دی ہے جن کا علم صرف کسی نبی کے پاس ہو سکتا ہے۔

ان دونوں نے اس سے کہا: تیرا بیڑا غرق ہو اے عداس، یہ شخص تیرا دین نہ

بدل دے، کیونکہ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۴۱۹۔۴۲۱)

مرحوم مصطفیٰ صادق الرافعی نے عتبہ کے دل میں انسانیت اور رحم کے جذبات جوش مارنے کے سلسلہ میں اپنے مضمون "فلسفۃ قصۃ" کے آخر میں نہایت عمدہ بات کہی، اس میں عداس اور عتبہ وشیبہ کے ذکر کے بعد کہتے ہیں:

اس قصہ کے رموزِ قدر پر حیرت ہوتی ہے۔ بلاشبہ خیر، کرامت و تعظیم نہایت سرعت کے ساتھ آگئے اور انہوں نے شر، بے عقلی اور غصہ پر معذرت طلب کی، اور عداوت کے کلمات ادا کرنے کے فورا بعد چومنا شروع کر دیا۔

ربیعہ کے دونوں لڑکے عتبہ اور شیبہ اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھے، ان دونوں نے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب سے جا کر کہا تھا کہ یا تو آپ ان کو دعوت سے روکیں یا پھر ان کے راستہ سے ہٹ جائیں، یا فریقین کے درمیان جنگ ہو تاکہ ایک فریق ہلاک و برباد ہو جائے، یہاں پر وحشیانہ طبیعت انسانی طبع میں تحویل ہو گئی جس کا دین داعی ہے، کیونکہ دین کے مستقبل کا تعلق فکر سے ہے نہ کہ طبیعت و عادات سے۔

نصرانیت نے اسلام کو گلے لگایا اس کا احترام کیا، کیونکہ ایک صحیح دین کا رشتہ دوسرے صحیح دین کے ساتھ بالکل دو بھائیوں کی طرح ہوتا ہے، ہاں البتہ بھائیوں کی نسبت کا تعلق خون سے ہے اور ادیان کے نسب کا تعلق عقل سے ہے۔

اس قصہ میں تقدیر نے اپنے ایک اور رمز کو عملی جامہ پہنایا جب کامل شیریں انگور کو توڑا گیا، اللہ کا نام لے کر اس گچھے کو توڑنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے ہر ایک انگور میں محبت اسلامی کی ایک مملکت پوشیدہ ہے۔ (وحی القلم ۲/۳۰)

اس کے بعد کیا ہو گا اے عتبہ؟

مکہ مکرمہ کی مجلس مشاورت "دار الندوۃ" میں مشرکین اکھٹے ہوئے اور پھر اس میں اس مکان کی تاریخ کا بدترین فیصلہ کیا گیا، یہ لوگ ایک ایسے منصوبہ کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے جس سے نور نبوت کی روشنی کا خاتمہ ہو جائے اور آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔

اس کے اصل محرک یہ بڑے بڑے سرکش اور حاسد و فاسق تھے، عتبہ بن

ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امت محمدی کے فرعون ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ۔

جب مشرکین نے اس مجلس میں بیٹھ کر اجتماعی طور پر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو اس منصوبہ کی اطلاع دی، اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے، اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپ آج رات اس بستر پر نہ سوئیں جس پر عام طور پر سویا کرتے ہیں۔

ادھر مشرکین رات بھر جاگتے رہے اور وقت مقرر کا انتظار کرتے رہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ پر ہمیشہ غالب رہتے ہیں، مشرکین چال چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جوابی چال چلتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی چال سب سے بہتر ہوتی ہے، آخر کار ان سب کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا ہوا، اپنے ہاتھ ملتے رہ گئے، جب انہیں پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ صحیح سلامت یہاں سے تشریف لے گئے ہیں، اور وہ اپنے مجرمانہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہ گئے ہیں تو سب غصہ سے پاگل ہو گئے۔

ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ مکہ میں مہاجرین کے چھوڑے ہوئے مکانات کا دورہ کر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ان گھروں کے دروازے ہوا سے حرکت کر رہے ہیں وہاں کوئی رہنے والا نہیں ہے سب اجڑے ہوئے ہیں، یہ منظر دیکھ کر اس کے دل میں جذبہ انسانیت نے جوش مارا، گویا کہ وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا:

کوئی بھی مکان کتنی ہی مدت کے لئے کیوں نہ محفوظ رہے مگر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس پر بھی آفت نازل ہو گی اور وہ ویران ہو جائے گا۔

مگر اس طرح مگرمچھ کے آنسو بہانے کا کیا فائدہ؟ عتبہ خود لوگوں کو راہ خدا سے روکتا تھا، اور مومنین کو عذاب دیتا تھا، اس کے بیٹے حضرت ابو حذیفہؓ اپنے والد کی ایذا رسانی سے تنگ آکر دو دفعہ ہجرت فرما چکے تھے، بتائیے اس نے اپنے جگر گوشہ کے ساتھ جب یہ برتاؤ کیا تھا تو اوروں کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کرتا ہو گا؟

اگر لوگ اس کا کہنا مان لیں تو صحیح راستہ پر ہونگے

عتبہ بن ربیعہ قریش کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بدر کیطرف روانہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے میدان بدر میں عتبہ کو دیکھا کہ وہ ایک سرخ اونٹ

پر سوار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے اگر کسی میں کوئی بھلائی ہے تو وہ صرف اس سرخ اونٹ پر سوار ہونے والا شخص ہے، اگر یہ لوگ اس کی اطاعت کریں تو صحیح راہ پالیں گے۔

یہ ایک نبی کی بیان کردہ حقیقت تھی، بدر میں حکیم بن حزام نے (جس کا شمار قریش کے عقل مندوں میں ہوتا تھا) عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات کر کے کہا:

اے ولید کے ابا! تم قریش کے بڑے آدمی ہو، لوگ تمہاری باتوں پر عمل کرتے ہیں، کیا تم کوئی ایسا کارنامہ انجام دینا چاہتے ہو جس کی وجہ سے تاقیامت لوگ تمہارا ذکر خیر کرتے رہیں؟

عتبہ نے پوچھا: اے حکیم وہ کیا چیز ہے؟

حکیم نے جواب دیا: تم یہاں سے لوگوں کو لے کر واپس چلے جاؤ، اور عمرو بن الحضرمی کی دیت بھی ساتھ لے جاؤ۔ (عمرو بن الحضرمی عتبہ کا حلیف تھا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں آنحضرت ﷺ نے مقام نخلہ کی طرف جو سریہ بھیجا تھا اس کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا)۔

عتبہ نے جواب دیا: میں تمہارے مشورے پر عمل کرتا ہوں، عمرو بن الحضرمی کی دیت اور نقصانات کے ضامن تم ہو، اب ایسا کرو تم اس منحوس حنظلیہ کے بیٹے (یعنی ابو جہل) سے جا کر بات کرو، مجھے صرف اس سے خدشہ ہے کہ یہ لوگوں میں پھوٹ نہ ڈال دے۔

پھر عتبہ مشرکین کے مجمع میں کھڑا ہو گیا اور کہا: اے قریش! تم مجھے یہ بتاؤ کہ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کر کے تمہیں کیا حاصل ہوگا، اگر تم نے ان کو نقصان پہنچایا تو کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرے گا، کیونکہ یا تو اس کا چچازاد بھائی قتل ہوا ہوگا، یا خالہ زاد یا اس کی برادری کا کوئی دوسرا آدمی، تم لوگ یہاں سے واپس چلے جاؤ، محمدؐ جانے اور دیگر عرب جانے، اگر دیگر عربوں نے اسے نقصان پہنچایا تو تمہیں اس سے خوشی ہوگی کیونکہ تم بھی یہی چاہتے ہو، اور اگر محمد کو کامیابی حاصل ہوئی تب بھی تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ تم کبھی ان کے ساتھ نہیں الجھے تھے۔

ابوجہل عتبہ کو عار دلاتا ہے

حکیم بن حزام ابوجہل کے پاس گیا، اور اسے بتایا کہ مجھے عتبہ بن ربیعہ نے اپنا پیغام دے کر تیرے پاس بھیجا ہے، ابوجہل نے عتبہ کے پیغام کے بارے میں جیسے ہی سنا، طیش میں آگیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر عتبہ ڈر گیا ہے، خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے جبتک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ نہ کردے، اصل بات یہ ہے کہ عتبہ نے محمدؐ اور اس کے اونٹ خور ساتھیوں کو دیکھا جس میں اس کا اپنا لڑکا (ابوحذیفہ) بھی ہے تو تمہیں ڈرانا شروع کر دیا ہے۔

عتبہ کو جب ابوجہل کے جواب کے بارے میں معلوم ہوا تو کہا: اسے معلوم ہو جائے گا کہ کون ڈر گیا ہے، میں یا وہ، عتبہ ابوجہل سے زیادہ زیرک تھا، اس نے اسلامی لشکر کی طرف دیکھنے کے بعد کہا: کیا ان کو نہیں دیکھتے ہو وہ کس طرح اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے وہ گونگے ہیں اور سانپ کی طرح حملے کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ (عیون الأخبار ۱/۱۰۸)

بہر حال جنگ کو روکنے کی تمام کوششوں کو تباہ کرنے میں ابوجہل کامیاب ہو گیا، اس نے فتنہ اور جنگ کی آگ بھڑکائی، اسے یہ ناگوار تھا کہ عتبہ قریش کی سرداری اس سے چھین لے، اس نے عمرو بن الحضرمی کے بھائی کو مسلمانوں کے خلاف ورغلایا اور اس کے خون کا مطالبہ کرنے کو کہا: چنانچہ اس نے ابوجہل کی بات مان لی، اور وہ مجمع میں آکر چیخا: اے عمرو! اے عمرو! یہ سن کر مشرکین جوش میں آگئے جوش حکمت پر غالب آگیا اور پھر وہی ہوا جو اللہ کی طرف سے مقدر تھا۔

مبارزت کے دوران عتبہ کا قتل

مقام بدر میں طبل جنگ بج گیا، عتبہ نے اپنا درع پہن لیا، وہ سخت طیش میں تھا، اس نے اپنے سر کے لئے لوہے کی خود تلاش کی، مشرکین کے لشکر میں کسی کا خود اس کے سر کے سائز کے مطابق نہیں تھا، کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا، آخرکار اس نے ایک چادر اپنے سر پر باندھ لی، پھر اپنے بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بن عتبہ کے ساتھ مبارزت کے لئے میدان میں آگیا، یہ سب کچھ عتبہ اس لئے کر رہا تھا تاکہ ابوجہل کو

بتلائے کہ وہ کتنا بہادر ہے اور ابو جہل نے جو اسے بزدل اور ڈرپوک کہا تھا وہ بے جا ہے۔

میدان معرکہ میں اپنے دونوں عزیزوں کے ساتھ اس نے آواز دی: اے محمدؐ! تم ہمارے مقابلے کے لئے ہماری قوم میں سے ہمارے ہم سر لوگوں کو میدان میں لاؤ۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اٹھو اے عبیدہؓ بن حارث، اٹھو اے حمزہؓ، اٹھو اے علیؓ، عبیدہ بن حارث عتبہ کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے، حمزہؓ نے شیبہ سے مبارزت کی، اور علیؓ نے ولید بن عتبہ سے، علیؓ نے ولید کو قتل کر دیا، حمزہؓ نے شیبہ کو قتل کر دیا، عبیدہؓ اور عتبہ نے ایک دوسرے کو ایک ایک ضرب لگائی، اتنے میں حمزہؓ اور علیؓ نے عتبہ کی طرف مڑ کر اسے ڈھیر کر دیا۔

جب دشمنان خدا کے قتل سے مبارزت کا سلسلہ ختم ہوا تو دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہو گئے، مشرکین اسلامی لشکر کا کچھ دیر تک بھی مقابلہ نہیں کر سکے اور پسپا ہو گئے۔

اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا تھا، آپ ﷺ اس میں نصرت و فتح کی دعا فرماتے رہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں، اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آج کے بعد آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو، ابو بکر صدیقؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: بس کریں یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے بہت زیادہ مانگ لیا ہے، آپ ﷺ اس وقت خود پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے خیمہ سے باہر آئے ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ﴾ سورہ قمر آیت ۴۵ و ۴۶۔

یعنی: عنقریب اس جماعت کو شکست ہوگی اور یہ پیٹھ دے کر بھاگیں گے، صرف یہی نہیں بلکہ ان کا اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ قیامت بڑی سخت اور بڑی ہی تلخ چیز ہے۔

اس طرح عتبہ بن ربیعہ ستر بڑے بڑے مشرکین قریش کے ساتھ ہلاک ہو گیا، دشمنان خدا پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برس پڑی اور انہیں خوب قتل کیا گیا، جبکہ دیگر ستر افراد کو گرفتار کر لیا گیا، باقی فرار ہو گئے، ایمانی لشکر کے سامنے جم نہیں سکے، اللہ

تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے لشکر کو مسرور کیا، اپنے بندہ کی مدد کی، فاسقوں کو شکست دی، اپنے رسول سے تائید ونصرت کا جو وعدہ کیا تھا اسے نبھایا، راہ حق میں صبر کرنے والے تھوڑے لوگوں کو کافروں اور فاجروں کی بڑی جماعت پر کامیابی عطا فرمائی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مختلف راویوں نے لکھا ہے کہ قتل کے وقت عتبہ کی عمر ۱۴۰ سال تھی، اور شیبہ عتبہ سے تین سال بڑا تھا، اس موقعہ کی مناسبت سے جابر اندلسی نے بہت بہترین اشعار کہے جن میں غزوہ بدر کی بہترین تصویر کشی کی اور مشرکین کی ہلاکت کو یوں بیان کیا:

وہ چودھویں کے چاند کی طرح غزوہ بدر میں نمودار ہوئے ان کے چاروں طرف کواکب ستاروں کے افق میں جگمگا رہے تھے۔

فرشتوں کے لشکر کے ساتھ جبریل بھی حاضر تھے، لہٰذا ذلیل دشمن کی کثیر تعداد نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

کنکریاں مٹھی میں لے کر کفار کی طرف پھینک دیں اور ان کو شتر مرغ کی طرح تتر بتر کر دیا۔

تیز دھار والی تلوار کے ساتھ خوب ان کو قتل کرتے رہے اور نہایت فرمانبرداری کے ساتھ ہر بہادر اپنے آپ کو ان کے حوالہ کرتا رہا۔

عبیدہؓ اور حمزہؓ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھو، اسی طرح اس دن کے حالات کے بارے میں علیؓ سے معلوم کرو۔

اس دن ان حضرات نے عتبہ کی تلوار سے سرزنش کی، اور ولید نے کسمپرسی کے عالم میں موت کا مزہ چکھا۔

اور شیبہ خوف کے مارے بوڑھا ہو گیا اور تیز دھاری دار تلوار نے اسے خون میں نہلا دیا۔

ابو جہل اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے لئے خوب گھوما پھرا، اور پھر نہایت رسوا ہو کر ہلاک ہوا۔

ان سب کو اوندھے منہ قلیب میں ڈال دیا گیا، اس کی قوم اس برے چشمہ میں اس کی اقتداء کرے۔ (مواہب الدینہ ۱/۳۶۹ و ۳۷۰)

عتبہ کے بیٹے کا ایمانی موقف

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ غزوہ بدر میں شدید ذہنی اور نفسیاتی دباؤ کا شکار تھے، دراصل اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لینا چاہتے تھے، حضرت ابو حذیفہؓ کا تعلق ان حضرات سے تھا جو آغاز اسلام میں ایمان لے آئے تھے، انہوں نے ایمان و تصدیق کا کمی مرحلہ گذارا، اس دوران ان کے والد عتبہ اور دیگر قریشیوں نے ان کو طرح طرح کی اذیتوں کا مزہ چکھایا، اور نہایت سختی اور بے دردی کا معاملہ کیا تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں، لیکن ان لوگوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔

اس پریشان کن ماحول میں ابو حذیفہؓ ایمان پر ثابت قدم رہے اور سابقین اولین کی تاریخ میں شجاعت و بہادری کا سنہرا باب رقم کیا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں اور مہمات میں شریک رہے، غزوہ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑنے والے لشکر میں تھے، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں کفر کے سرغنوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کی موت مارا، حضرت ابو حذیفہؓ کے والد عتبہ بن ربیعہ اس جنگ میں سب سے پہلے مارے گئے، اسی طرح ان کے چچا شیبہ بن ربیعہ اور ان کے بھائی ولید بھی مارے گئے۔

حضرت ابو حذیفہؓ دیکھ رہے تھے کہ دیگر مشرکین کے ساتھ ان کے والد کو بھی قلیب بدر نامی کنویں میں ڈالنے کے لئے گھسیٹ کر لایا جا رہا ہے، ان کے والد چونکہ اپنی برادری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اس لئے ان کو امید تھی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے، لیکن وہاں انہوں نے دیکھا کہ زمانہ جاہلیت کی احمقانہ عصبیت ان پر غالب آگئی ہے، اور ہدایت و ایمان سے بہت دور چلے گئے ہیں، اور انہیں اس جنگ میں مار دیا گیا ہے اب گھسیٹ کر کنویں میں پھینکا جا رہا ہے۔

پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان کو دیکھا کہ وہ نہایت غمزدہ ہیں، ان کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا ہے، آپ ﷺ کو ان پر رحم آیا، انکے ایمان کی نورانیت و شفافیت و تازگی کے لئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابو حذیفہؓ! شاید آپ کے والد کی اس حالت نے آپ کے دل پر اثر کیا ہے؟

حضرت ابو حذیفہؓ نے ایک سچے مخلص نیک مؤمن کی طرح جواب دیتے ہوئے

کہا: نہیں خدا کی قسم یارسول اللہ! مجھے اپنے والد کے بارے میں اور ان کی ہلاکت کی بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا، البتہ میں جانتا تھا کہ میرے والد ایک سمجھ دار بردبار اور صاحب کمالات آدمی ہیں، لہذا مجھے امید تھی کہ وہ اپنی عقل مندی کی بدولت اسلام لے آئیں گے، لیکن میں نے اب جو ان کی حالت دیکھی اور پھر کفر کی حالت میں جب ان کو موت آئی تو مجھے غم ہوا کیونکہ میں ان کے مسلمان ہونے کی امید کررہا تھا، اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔

اس غیر متزلزل ایمان کی روشنی میں حضرت ابو حذیفہؓ سوچتے تھے، اور اپنے والد کی ہلاکت کو بھی اسی ایمانی نکتہ نظر سے دیکھ رہے تھے ان کو اس بات پر اطمینان تھا کہ تقدیر الٰہی کسی کی امید کے تابع نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے بھی یہی فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ، وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ سورہ قصص آیت ۵۶۔

یعنی بلاشبہ آپ (اے محمد) جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت دے سکتے ہیں، اور وہ ہدایت یافتوں کو خوب جانتے ہیں۔

کیا تمہارے رب کا وعدہ سچ ہے؟

جب عتبہ اور دیگر مشرکین کو قلیب بدر میں پھینک دیا گیا تو نبی کریم ﷺ کنویں کے پاس کھڑے ہو گئے پھر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ! تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچ پایا ہے؟ کیونکہ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے میں نے صحیح پایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ ان مردہ جسموں سے کیا کہہ رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ لوگ میری باتوں کو تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ امام قتادۃؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی باتیں سنانے کے لئے ان کی ارواح ان کے اجسام میں لوٹا دیں تھیں، تاکہ ان کو ندامت اور حسرت ہو، اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ پلائی جائے۔

مردوں کا نبی ﷺ کے کلام کو سننا ایک معجزہ تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے جبکہ یہ امر خلاف عادت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کلام کو ان تک پہنچایا، تاکہ

ان کو حسرت وندامت ہو، ابن جابر نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

خیر الانام نے ان کو کہنا شروع کیا اور ان کے کانوں سے ہر بندش کو دور کر دیا گیا۔

اور بتلایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو مگر وہ کسی بات سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ان کو علم یقین حاصل نہیں ہوا کہ آپ ﷺ سچے ہیں؟ کسی معقول بات پر وہ کب عمل کرنے والے تھے۔

جو بڑی آگ میں داخل ہوگا

گزشتہ صفحات سے ہمیں معلوم ہوا کہ عتبہ بن ربیعہ کس اخلاق و کردار کا حامل تھا، گمراہوں کا ساتھ دیتا تھا اس پر اللہ اور اس کے رسول اور تمام مؤمنین کی لعنتیں ہوں، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ کفار کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھو اگرچہ وہ تمہارے والد یا بیٹے کیوں نہ ہوں، اسی طرح اگر کافر والدین معصیت اور شرک کا حکم دیں تو تم ان کی اطاعت نہ کرو، مسلمانوں اور کفار کے درمیان کسی قسم کی دوستی قائم کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا آبَائَكُمْ وَ إِخْوانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوْا الْكُفْرَ عَلَى الإِيْمَان، وَ مَنْ يَتَوَلَّهُم مِنْكُم فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ سورہ توبہ آیت ۲۳۔

یعنی اے ایمان لانے والوں اپنے آباء و اخوان سے دوستی نہ رکھو اگر ان کو ایمان کے بجائے کفر پسند ہو، اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو وہ ظالم ہیں۔

عتبہ نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا تھا، مکہ سے کفر، کبر اور گھمنڈ کے ساتھ بدر کی طرف نکلا تھا تاکہ راہ خدا سے لوگوں کو روکے، صرف نکلنے پر کفایت نہیں کی بلکہ مشرکین کو کھانا بھی کھلایا، بدر کے سفر کے دوران ان کے لئے اونٹ ذبح کیا، بدبختی اس پر غالب آگئی تھی لہذا اس نے اللہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرادیا۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ قیس بن عباد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذرؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ آیت: ﴿هٰذَان خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾

ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جنہوں نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث کو مبارزت کی دعوت دی تھی اور وہ عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ تھے۔ (فتح الباری ۷/۳۴۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے گا اس کا ٹھکانہ آگ ہے جو اس کے لئے کافی ہوگی، عتبہ بن ربیعہ ان لوگوں میں سے تھا جو اس آیت کے مصداق تھے: ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى﴾ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۱ و ۱۳۔

یعنی جو بڑا بد نصیب ہے وہی اس نصیحت سے دور بھاگتا ہے، وہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا نہ جیئے گا۔

امام قرطبیؒ "الأشقی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیت ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی، اس آیت کے اندر بتایا گیا کہ عتبہ کے لئے ایک بہت بڑی آگ کا انتظام کیا گیا ہے جس میں وہ مر بھی نہیں جاسکے گا تاکہ عذاب کا احساس نہ ہو، اور نہ کوئی کام کی زندگی ملے گی جس سے اسے فائدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والے عتبہ اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شدید عذاب کی خوش خبری دی ہے، ان کے لئے آگ کا لباس تیار کیا جائے گا جو عذاب کے اندر ہوگا، کیونکہ یہ لوگ ایمان کی روشنی کو بجھا دینا چاہتے تھے، حق کو رسوا کرنا چاہتے تھے، اور باطل کا غلبہ چاہتے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ﴾ سورہ حج ۱۹۔

یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے آگ کا لباس تیار کیا جائے گا۔

جہنم کی آگ میں ان کفار کو جو عذاب دیا جائے گا اور جو ذلت و رسوائی کا سامنا ان کو ہوگا ان کا بیان یوں فرمایا ہے ﴿يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ، يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ، وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ، كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا، وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ سورہ حج آیت ۱۹۔۲۲ (تفسیر قرطبی ۲۰و۲۱)

یعنی ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا اس گرم پانی کی وجہ سے جو چیز ان کے پیٹ میں ہوں گی وہ اور ان کی کھالیں سب پگھل جائیں گی اور ان کا فروں کو

مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے، جب یہ کافر دوزخ سے اس کی تکلیف اور گھٹن کے مارے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں پھر دھکیل دیئے جائیں گے اور جلانے والے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

عتبہ پر آنحضرت ﷺ اس سے پہلے بھی لعنت بھیج چکے ہیں، جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہاں کے وبائی امراض میں مبتلاء ہو گئے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! تیری لعنت ہو عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر، ان لوگوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے ایک وبائی سرزمین کی طرف نکال دیا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اے پروردگار! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے جس طرح مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت پیدا فرمادے اور مدینہ کو صحت افزاء مقام بنادے، اور یہاں کے ناپ و تول کے پیمانے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، اور مدینہ کے بخار کو مقام جحفہ منتقل فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا قبول فرمائی، عتبہ کفر کی حالت میں مارا گیا، اور نہایت رسوائی کے ساتھ اسے قلیب بدر نامی کنویں میں پھینک دیا گیا، حافظ ابن حجرؒ نے آنحضرت ﷺ کے عتبہ و دیگر اہل قلیب کو جہنم کی بشارت سنانے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ قلیب بدر کو بنی نار کے ایک شخص نے کھودا تھا لہٰذا مناسب یہ ہوا کہ ان ناری کفار کو اس میں پھینک دیا جائے۔ (فتح الباری ۷/۳۰۸ و۳۰۹)

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے بھی اہل قلیب کی بدبختی کا اندازہ ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

اہل قلیب! تم لوگ نبی کی برادری کے بہت برے افراد تھے، تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا جبکہ اوروں نے میری تصدیق کی۔

عزیز قاری! کیا عتبہ کے قصہ میں ٹھنڈے دل و دماغ رکھنے والے لوگوں کے لئے سامان عبرت نہیں ہے؟

☆☆☆

عاص بن وائل

☆ یہ شخص آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا، اور دعوت اسلامی کو جھٹلاتا تھا۔

☆ بڑا سرکش، فاسق وفاجراور گمراہ تھا۔

☆ اس نے ایک طرف حضرت خباب بن ارتؓ کا حق ہڑپ کرلیا تھا تو دوسری طرف مشرکین مکہ کے شر سے بچانے کے لئے حضرت عمر بن خطابؓ کو پناہ دی تھی۔

عاص بن وائل

مناصب وسیادت کی تقسیم

جدید مکہ کی آبادکاری قصی بن کلاب کے ہاتھوں ہوئی تھی، انہوں نے قریش کو یکجا کر کے مکہ میں آباد کیا تھا، مکہ اور اسکے اردگرد کے علاقوں میں مکانات کی تقسیم کر کے قریش کے ہر ایک گروہ کو ایک ایک جگہ دی تھی، قصی بن کلاب کے بعد انکی اولاد مکہ میں مکانات کی تقسیم کی منصوبہ بندی کرتے تھے، اور وہاں کی اراضی کی خرید وفروخت وہی کرتے تھے، تمام قریش اس عادت اور رواج پر ایک عرصہ سے عمل پیرا تھے کسی کا ان سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

قصی بن کلاب اپنی قوم اور اہل مکہ کے بادشاہ بن گئے تھے، خانہ کعبہ کی نگرانی، حجاج کو پانی پلانا اور کھانا کھلانا، ندوۃ، اور پرچم برداری وغیرہ امور کی ذمہ داری کا شرف انہی کو حاصل تھا، لیکن قصی اور انکے صاحبزادے عبد مناف کے انتقال کے بعد ان امور کی ذمہ داری تقسیم ہوگئی تھی، زمانہ جاہلیت میں ان امور کی شرف ذمہ داری منقسم ہو کر قریش کے دس بطون کی دس شاخوں کے حصوں میں آگئیں تھیں، جنکے نام یہ تھے: ہاشم، امیہ، نوفل، عبدالدار، اسد، تیم، مخزوم، عدی، جمح، اور سہم۔ ظہور اسلام کے وقت بھی یہ شرف ان میں چلا آرہا تھا۔

بنو ہاشم حجاج کو پانی پلایا کرتے تھے، ظہور اسلام کے بعد بھی یہ شرف ان میں باقی رہا، بنو امیہ کے پاس پرچم تھا، جس کا نام عقاب تھا۔

حجاج کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری کا شرف بنو نوفل کے حصہ میں آیا تھا، ایسے حجاج جن کا زاد سفر ختم ہوگیا ہو یہ انکو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

بنو عبدالدار کے ذمہ پرچم، خانہ کعبہ اور بت خانہ کی خدمت وحفاظت اور ندوہ سے متعلق امور تھے۔

بنو اسد کے ذمہ امور مشورہ تھے۔
بنو مخزوم کے ذمہ افواج کے نظم وضبط اور لشکر کی قیادت تھی۔
بنو عدی کے ذمہ امور سفارت تھے۔
اور بنو جمح کے ذمہ بتوں کے نام پر قرعہ اندازی کے امور تھے۔
بنو سہم کے ذمہ فیصلہ سازی اور ان کے اموال کی حفاظت تھی جن کو بتوں کے لئے وقف کر دیا جاتا تھا۔

عاص بن وائل کا تعلق بنی سہم سے

زمانہ جاہلیت میں قریش کے بطون میں بنو سہم کے یہاں آکر شرف وفضل کا اختتام ہو جاتا تھا مکہ کی سیادت وقیادت اور بت پرستانہ اثر ورسوخ ان کو حاصل تھا۔
قریش کے بطون میں بنو سہم کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل تھی کہ وہ صاحب فیصلہ تھے، یہ قضاء اور اہم امور اور لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے مشابہ ہے، بنو سہم کے قائدین عقل مندی، صحیح رائے، پختہ عزمی اور بردباری میں شہرت رکھتے تھے اس لئے قریش اور عام عرب اپنے معاملات کے فیصلہ کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔

زمانہ جاہلیت میں تمام عرب عموماً اور قریش خصوصاً کسی کو اپنا سردار اس لئے نہیں بناتے تھے کہ وہ بڑا بہادر اور سخی ہے، بلکہ ایسے شخص کو سردار بناتے تھے جس کو اگر گالی دی جائے تو حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرے، اور اگر اس سے کوئی چیز مانگی جائے تو دیدے یا اس سلسلہ میں تعاون کرے۔

بنو سہم کے ان لوگوں میں جن کو اپنی برادری میں عزت اور مقام حاصل تھا، عاصی یا عاص بن وائل بن ہاشم سہمی قریشی بھی تھا، کنیت ابو عمرو، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلام کا نور مکہ اور اطراف عالم میں پھیل رہا ہے تو اس کی مخالفت میں مختلف انداز واسالیب اختیار کئے، تاکہ اس نور کے پھیلاؤ کو روک سکیں۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ عاص بن وائل قریش کے درمیان مکہ میں فیصلہ کرنے والوں میں سے ایک تھا، بعثت نبوی سے قبل پیش آنے والی حرب فجار میں یہ بنو سہم کا

سرداراور قائد تھا، خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر میں بھی اس نے حصہ لیا تھا۔

محسوس یہ ہوتا ہے کہ عاص بن وائل کو حاصل ان اعلیٰ مناصب کے باوجود وہ بعض مقامات میں اصول و ضوابط کو توڑنے اور دوسروں پر ظلم کرنے میں عار اور شرم محسوس نہیں کرتا تھا، حلف الفضول کا معاہدہ طے پانے کی اصل وجہ بھی عاص بن وائل کا ظلم و ستم تھی، جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حلف فضول کیوں پیش آیا

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیا کرتے تھے، ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے، قریش کے خیال میں ان کا مفاد اس میں تھا کہ لوگوں میں انصاف وعدل کا رواج ہو، کیونکہ وہ لوگوں کو خانہ کعبہ کی زیارت اور تجارت کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے، چنانچہ وہ پردیسیوں اور مسافروں پر ہونے والے قریش کے مظالم کا رفع دفع کرنے کا خوب اہتمام کرتے تھے۔

اور پھر جب عربوں میں قائدوں اور لیڈروں کی کثرت ہوگئی، اور ایک دوسرے پر غالب آنے اور ایک دوسرے کو اپنے حلقہ اثر میں جذب کرنے کا رواج ہوا تو وہاں ایک ایسی قوت کا فقدان تھا جو اس طرح کے امور کو کنٹرول کر سکے، لہذا ظلم و ستم سے بچاؤ کے لئے حلیف بنانے کا عمل شروع ہوا، ان معاہدوں میں عام طور پر اس بات کا عہد کیا جاتا تھا کہ اگر کسی کا کوئی حق دوسرے پر واجب الاداء ہو تو ہر صورت میں اس سے وہ حق وصول کر کے صاحب حق کو دے دیا جائے گا، اسی طرح نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا عہد بھی کیا جاتا تھا، اسی لئے اس کا نام "حلف الفضول" رکھا گیا تھا کہ ہر صورت میں ظالم سے حق وصول کر کے مظلوم کے حوالہ کیا جائے گا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حلف الفضول کا معاہدہ "حرب فجار" کے چار مہینہ بعد پیش آیا، یہ معاہدہ عربوں میں زمانہ جاہلیت میں کئے جانے والے تمام معاہدوں میں سب سے افضل، بہترین معزز اور مشرف معاہدہ تھا۔

حلف الفضول کا سبب عاص کا ظلم

مکہ کے کچھ بااثر افراد اکثر تاجروں اور عام لوگوں پر ظلم کیا کرتے تھے، سب سے آخر میں یمن کے قبیلہ زبید کے ایک شخص پر ظلم ہوا، یہ شخص اپنا سامان تجارت لے کر مکہ آیا، عاص بن وائل سہمی نے اس سے سارا سامان خرید لیا، اور قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا، یہ شخص اس کے پاس کئی مرتبہ گیا لیکن عاص نے اسے اس کا حق نہیں دیا، زبیدی شخص نے اپنے حلیفوں قبیلہ عبدالدار، جمح، مخزوم، سہم، عدی بن کعب وغیرہ سے مدد طلب کی، ان سب قبائل نے نہ صرف یہ کہ اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور اس سے کہا کہ: ہم عاص پر تجھے فوقیت نہیں دے سکتے، جب زبیدی کو یقین آ گیا کہ اب میرا مال مجھے واپس نہیں ملے گا اور نہ ہی اس کی قیمت ملے گی نیز یہ کہ یہ سب حلفاء بھی شر پسند عاص بن وائل کا ساتھ دے رہے ہیں، تو صبح کے وقت جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا، اس وقت قریش اپنے محافل میں خانہ کعبہ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے، اس نے بلند آواز میں اپنی مظلومیت کا اظہار کیا اور اپنے حق کا مطالبہ کیا، اس کے الفاظ یہ تھے:

اے قبیلہ فہر! ہے تم میں کوئی شخص جو ایک ایسے شخص کی مدد کرے جس کے مال پر مکہ میں قبضہ ہو گیا ہے جب کہ وہ اپنے علاقے اور برادری سے بہت دور ہے۔

وہ احرام کی حالت میں ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، ابھی تک اس نے عمرہ بھی ادا نہیں کیا ہے، اے قبیلہ فہر حجر اسود اور مقام حجر کے مابین رہنے والو۔

ہے تم میں کوئی شخص جو بنو سہم سے زبیدی کا غصب شدہ مال لے کر اسے دلا دے یا عمرہ کے لئے آنے والے اس زبیدی کا مال ایسے ہی جانے دو گے؟

بے شک بلد حرام میں رہنے کے لائق وہی ہے جو حرام خوری سے احتیاط کرتا ہو، کسی فاسق و فاجر اور غدار کو بلد حرام میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

زبیدی ان کلمات کو کہہ کر پہاڑ سے اتر گیا، قریش پر اسکی باتوں کا بڑا اثر ہوا، زبیر بن عبدالمطلب نے کھڑے ہو کر کہا: دیکھو یہ حادثہ ایسا ہے کہ ہمارے لئے بھی اس پر خاموش رہنا مناسب نہیں ہے، پھر وہاں سے بنو ھاشم، بنو زھرہ اسد اور بنو تیم کے پاس جا کر انکو دعوت دی۔ سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر پر جمع ہو گئے،

عبداللہ نے انکے لئے کھانے کا انتظام کیا، ماہ مقدس ذوالقعدہ میں اللہ کے نام پر قسم کھاکر سب نے معاہدہ کیا کہ ہم سب متحد ہو کر مظلوم کی مدد کرینگے اور دنیا چاہے ادھر سے ادھر ہو جائے لیکن ہم ہر قیمت پر ظالم سے مظلوم کا حق لے کر اسے لوٹا دیں گے۔

صاحب حق کو اسکے حق کی واپسی

جب سب لوگوں نے اللہ کے نام پر قسم کھا کر معاہدہ کیا کہ ہم سب مل کر صاحب حق کو اس کا حق واپس کرینگے اور مظلوم کی مدد کرینگے تو سب وہاں سے اٹھ کر عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے مظلوم زبیدی کا حق چھین کر اسے لوٹادیا، اس آدمی نے ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، اس معاہدہ کے سلسلہ میں زبیر بن عبدالمطلب کہتے ہیں:

بے شک اہل فضل وشرف نے معاہدہ کیا کہ وادی مکہ میں کوئی ظالم نہیں رہے گا۔

نہایت عظیم امر تھا جس پر انہوں نے معاہدہ کیا، آج کے بعد سے اس شہر میں رہنے والا یا یہاں زیارت کے لئے آنے والا دونوں امن میں ہونگے۔

اس معاہدہ میں حبیب مصطفیٰ ﷺ بھی شریک تھے جس میں حق کا پرچم سربلند ہوا، فضل وکرم کی راہیں منور ہوئیں، اور ظلم کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا، حلف الفضول عربوں کے لئے سرمایہ افتخار ہے کیونکہ انہوں نے انسان کے حق کو اس زمانہ میں پہچان لیا تھا جس کے کئی سو سالوں کے بعد دنیا نے حقوق انسانی کا نعرہ بلند کیا۔

اس بابرکت حلف ومعاہدہ کے متعلق نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدہ میں شریک ہوا تھا جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ عزیز تھا، اگر زمانہ اسلام میں بھی مجھے اس میں شرکت کی دعوت دی جاتی تو میں اس میں ضرور شرکت کرتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں نوعمری میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اچھے لوگوں کے معاہدہ میں شریک ہوا، مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہوگی کہ سرخ اونٹوں کو لے کر اس معاہدہ کی خلاف

ورزی کروں۔

عاص ابن وائل نے اعراض کیوں کیا؟

جس وقت نبی کریم ﷺ لوگوں کو گمراہیوں سے نکالنے اور راہ حق کی طرف ان کی رہنمائی کرنے کے لئے کمربستہ ہوئے، اس وقت عام لوگوں کی حالت یہ تھی جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: وہ مختلف ادیان و مذاہب واہواء میں منقسم تھے، انکے مختلف فرقے تھے، کچھ لوگ اللہ تعالی کو اسکی مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، کچھ اسماء باری تعالی میں ملحد واقع ہوئے تھے، ہر طرف گمراہی اور بے چینی کی کیفیت تھی، سب لوگ فتنوں میں پڑے ہوئے تھے، خواہشات نفسانی اور کبر وغرور جاہلیت کی جہالت سے مغلوب تھے، لوگ حیران و پریشان تھے، اللہ تعالی نے انبیاء کرام کی آمد کے ایک عرصہ گذرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا، جبکہ لوگ فتنہ وفساد، جنگ وجدل، تکبر وغرور میں مبتلا تھے، ہدایت کے آثار مٹ گئے تھے، اور خساست ورذالت کے آثار واضح تھے۔

اس زمانہ میں لوگ گمراہیوں کے مذکورہ ڈھیروں پر پڑے ہوئے تھے، انکی زندگی اس طرح گذر رہی تھی کہ انکو حرام وحلال کا بالکل پتہ ہی نہیں تھا، بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں، عاص بن وائل کی زندگی بھی ایسی ہی گذر رہی تھی، جاہلیت کی حماقتوں اور متعدد آلہ باطلہ کی جھرمٹ میں بے مقصد زندگی گذار رہا تھا، کیونکہ بنو سہم کے ذمہ بتوں کے لئے پیش کئے جانے والے نذر ونیاز کی اشیاء کا نظم ونسق تھا، لہذا عاص بن وائل صبح وشام بتوں کے نزدیک رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کا ظہور ہوا، اور آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالی کے احکامات کی تبلیغ شروع کردی، تو عاص ابن وائل نے اسلام کے سلسلہ میں معاندانہ وکفر پر مبنی موقف اختیار کیا، حسد وکینہ نے کفار وقریش کے مجرمین اور عاص ابن وائل کے دل کو تباہ کردیا تھا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو رب العالمین نے شرفاء پر شرف بخشا ہے تو انہوں نے آپ ﷺ سے حسد کیا۔ عاص بن وائل نے قریش کے دل ودماغ کو خراب کرنا اور ان کو اسلام سے متنفر کرنا شروع کردیا، وہ لوگوں کو راہ حق سے روکتا تھا، آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کا مذاق اڑاتا تھا، نتیجہ

یہ ہوا کہ رب کائنات کا غضب اس پر نازل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس جیسے دیگر لوگوں کو ذلیل ورسوا کردیا۔

عاص بن وائل کی قیادت میں انتشار

اسلام کے ظہور کے بعد عاص بن وائل کو محسوس ہوا کہ اب اس کی زعامت وقیادت کی اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے، چنانچہ اس نے نبی کریم ﷺ کے خلاف بے عقلوں کو ورغلانا شروع کردیا، اس سلسلہ میں اسے بعض مشرکین قریش کا تعاون بھی حاصل رہا، اسلام سے قبل لوگ اسے امین کہہ کر پکارتے تھے، ایک عرصہ تک لوگ اپنے پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے تھے، اور یہ حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا تھا، حلف فضول میں بھی شریک تھا جس میں قریش نے ظلم وزیادتی کے خلاف اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا، جنگ فجار میں بھی حصہ لیا تھا، مختلف قبائل قریش کے درمیان حجر اسود کو اٹھانے کے سلسلہ میں جب اختلاف ہوا تھا کہ کون اس کو اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھے گا تو سب لوگ عاص بن وائل ہی کے فیصلہ پر راضی ہوئے تھے، حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے میں یہ بھی شریک تھا، لہذا عاص بن وائل کو یہ بات بہت ہی بھاری محسوس ہوئی کہ محمد ﷺ قریش کو بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو انکی پسندیدہ عبادت وعادات سے ہٹادیں۔

عاص بن وائل نے تاحیات آپ ﷺ سے عداوت ودشمنی قائم رکھنے کا عزم کرلیا، جب اس نے دیکھا کہ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کے دفاع وتحفظ کا عہد کرلیا ہے، تو ایک مرتبہ عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور دیگر کے ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آیا اور ان سے کہا:

اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالی دی ہے، ہمارے دین کو معیوب قرار دیا ہے، ہمیں بے وقوف کہا ہے، ہمارے آباء واجداد کو گمراہ قرار دیا ہے، لہذا یا تو آپ ان کو ہم سے باز رکھیں، یا پھر ہمارے اور ان کے درمیان سے آپ ہٹ جائیں، کیونکہ آپ بھی ہمارے مذہب پر ہیں لہذا ہم آپ کو بھی ان سے نجات دلا دیں گے۔

ابو طالب نے ان سے نرم بات کی اور بہترین انداز سے ان کو جواب دیا جس سے

وہ لوگ چلے گئے، مگر عاص بن وائل کو ابو طالب کی باتیں اچھی نہیں لگیں، چند گمراہوں کو اپنے ساتھ لے کر دوبارہ ابو طالب کے پاس آیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو دعوت و تبلیغ سے باز رکھیں، ان لوگوں نے ابو طالب سے اس دفعہ سخت لہجہ میں بات کی، لیکن آنحضرت ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، کسی کی پرواہ نہیں کی۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ان جیسے لوگوں نے حق کی مخالفت کی جرأت کیسے کی، آنحضرت ﷺ ان کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل فرمانا چاہتے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی جرأت کیسے کی؟ اور پھر بتوں کے سلسلہ میں انکے ذہنی اطمینان واستقرار کا تصور کریں کہ جن کے سلسلہ میں خود توہمات و گمراہیوں کا شکار ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، ان کے متعلق ان کو خدشہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ نہ ہو جائیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی یہ ساری کارروائیاں عناد اور کفر پر مبنی تھیں، اور ان میں سب سے زیادہ معاند عاص بن وائل تھا۔

مکہ کے مشرکین کے مابین عاص ابن وائل کی حیثیت اس وقت اور کم ہو گئی جب لوگوں کو پتہ چلا کہ اس کا بیٹا ہشام بن عاص مسلمان ہو گیا ہے، چنانچہ اس کے غصہ میں مزید اضافہ ہو گیا، عاص کی وفات کے چند سالوں کے بعد اس کے ایک اور بیٹے عمرو بن العاص نے اسلام قبول کر لیا، اور دونوں بھائی آنحضرت ﷺ کے مقربین میں سے ہو گئے، ان دونوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: عاص کے دونوں بیٹے عمرو اور ھشام مؤمن ہیں۔

اولین سابقین کا استہزاء

اولین سابقین مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں ہر چیز کی قربانی دی، انکو نصرت الٰہی پر مکمل اطمینان تھا، انہیں یقین تھا کہ حق کو ایک نہ ایک دن غلبہ حاصل ہو کر رہے گا، آنحضرت ﷺ کے توسط سے انکو معلوم تھا کہ مسلمان قیصر وکسریٰ کو شکست دیں گے، اور حکم خداوندی سے وہ دنیا کے قائد وامام اور زمین کے صحیح معمار ہونگے۔

مشرکین نے مؤمنین کے اس یقین اور اعتماد کو ہدف تنقید بنایا، ان کا مذاق اڑانے لگے، کوئی مسلمان ان کے پاس سے گذرتا تو کفار ان پر جملے کستے تھے، نافرمانی اور

معصیت کا مشورہ دیتے تھے، اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کا حکم دیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے:

تمہارے پاس زمین کے بادشاہ آئے ہیں، یہ لوگ آج نہیں تو کل قیصر وکسریٰ پر غالب آجائیں گے، پھر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے، مومنین وہاں سے اس طرح گذر جاتے جیسے ان کو پتہ ہی نہیں کہ ان لوگوں نے کیا کہا۔

ابلیس کا سپاہی، داعی باطل عاص بن وائل مؤمنین سابقین کا استہزاء کرنے والوں میں پیش پیش تھا، علامہ ابن اسحاقؒ نے اپنی سند سے قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ خانہ کعبہ جارہے تھے کہ کفار کا ایک بے عقل آپ کے سامنے آگیا، اس نے مٹی اٹھا کر آپ کے سر مبارک پر ڈال دیا، وہاں سے عاص بن وائل گذر رہا تھا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے ہو یہ بے عقل میرے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

عاص نے ان کے جواب میں استہزاء اور بدخوئی سے کہا: یہ تو تم اپنی ذات کے ساتھ خود کر رہے ہو!!

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ جملہ دھرانا شروع کر دیا: اے پروردگار آپ کتنے حلیم اور بردبار ہیں، آپ بابرکت ہیں اے جلال واکرام والی ذات۔

حضرت خبابؓ بن ارت کا مذاق اڑاتا ہے

کوئی کمزور مسلمان عاص بن وائل کی استہزاء سے نہیں بچ سکا، حضرت خباب بن ارتؓ سابقین اولین میں سے تھے، چھٹے مسلمان ہونے والے شخص تھے، انہوں نے فقر وفاقہ اور کمزوری کے باوجود بڑے بڑے سرداران قریش کے ظلم وستم اور تشدد کو سہہ کر حق پر قائم رہنے کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: حضرت خبابؓ نے بہت زیادہ صبر کیا، کفار کے آگے جھکے نہیں، وہ ان کے جسم سے کپڑے اتار کر گرم پتھر ان کی پیٹھ پر رکھ دیتے تھے یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کا تمام گوشت ختم ہو گیا۔

کفار ظلم کے ساتھ ساتھ استہزاء بھی کرتے تھے، چنانچہ حضرت خبابؓ عاص بن وائل کے طنز ومزاح اور استہزاء سے نہیں بچ سکے، مزید اس میں اضافہ کرتے

ہوئے اس نے خبابؓ کا حق بھی ہضم کر لیا تھا، حضرت خبابؓ تلواریں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ عاص بن وائل نے ایک تلوار بنوائی، اور جب قیمت کی ادائیگی کا وقت آیا تو اس نے استہزاء کرنا شروع کر دیا، حضرت خبابؓ سے کہا کہ پہلے بتوں کی عبادت کرو تب قیمت دوں گا۔

امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں اپنی سند کے ساتھ مسروق کے توسط سے حضرت خبابؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:

میں تلواریں بنایا کرتا تھا، میری کچھ رقوم عاص بن وائل پر واجب الاداء تھیں، میں رقم کا تقاضا کرنے کے لئے اس کے پاس گیا، اس نے کہا: میں اس وقت تک تمہیں رقم نہیں دونگا جبتک تم محمد کے ساتھ کفر نہ کرو۔

میں نے اس سے کہا: میں ہر گز محمد کے ساتھ کفر نہیں کروں گا چاہے تجھ کو موت آجائے اور پھر دوبارہ تجھے قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جائے۔

اس نے کہا: کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ اگر ایسا ہوا تو ضرور میں اپنا مال ودولت اور اولاد دوبارہ حاصل کر کے تمہیں تمہارا حق واپس کر دوں گا۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَ وَلَداً، اِطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَ نَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَ يَأْتِينَا فَرْدًا﴾ سورہ مریم آیت ۷۷ تا ۸۰۔

یعنی: اور اے پیغمبر بھلا آپ نے اس شخص کو بھی ملاحظہ فرمایا ہے جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا تھا اور باوجود کفر کے یوں کہتا ہے کہ مجھ کو یقیناً مال اور اولاد ملیں گی کیا اس نے غیب کی اطلاع پالی ہے، یا یہ خدا کے ہاں سے کوئی عہد اور وعدہ حاصل کر چکا ہے، ہر گز نہیں، جو کچھ یہ کہتا ہے وہ ہم تحریر کر لیتے ہیں اور ہم اس پر عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر نہ دے

حضرت عمر بن خطابؓ کے دل ودماغ میں ایمان سرایت کر جانے کے بعد انہیں خود بہت اچھا لگ رہا تھا، ساتھ ساتھ عاص بن وائل کے لئے دل میں نرم گوشہ بھی

پیدا ہو رہا تھا کیونکہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو عاص ہی نے انکو اپنے امان میں لیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے دل و جان و عقل و روح اور اپنے وجدان سے اسلام قبول کیا تھا، ان کے پورے وجود پر اسلام حاوی ہو گیا تھا، چنانچہ ان کے عظیم جری نفس نے اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم و ستم کو برداشت نہیں کیا، انہیں یہ بات پسند نہیں تھی کہ مسلمان اپنے ایمان کا اظہار نہ کر سکیں، اور نہ ہی یہ پسند تھا کہ خود تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں لیکن عام مسلمان مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا رہیں، کافران پر ظلم کیا کرتے تھے۔

اگرچہ دل بڑا ہے لیکن جسم نڈھال ہے دل کی مراد حاصل کرنے پر۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام کا باقاعدہ اعلان کیا، اس کے بعد مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے انہیں مارنا شروع کر دیا، ابو جہل نے جب یہ دیکھا تو کہا: یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ؟

لوگوں نے جواب دیا: ابن خطاب نے اپنا دین بدل دیا ہے۔

ابو جہل حجر اسود پر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا: میں نے ابن خطاب کو اپنے امان میں لے لیا ہے، اس کے بعد لوگوں نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا، لیکن حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ عام مسلمانوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ وہ ابو جہل کے پاس گئے، اور اسے اس کا امان واپس کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی امان پر راضی ہو گئے، حضرت عمرؓ کے اعلان اسلام سے شرک کی آنکھ کانی ہو گئی، دشمنون پر لرزہ طاری ہو گیا، جبکہ حضرت عمرؓ کا دل قوت ایمانی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد سے معمور ہو گیا، چنانچہ انہوں نے مار بھی کھائی اور خود بھی مارا یہاںتک کہ قریش ان سے عاجز آ گئے۔

عاص بن وائل نے جب دیکھا کہ قریش حضرت عمرؓ سے عاجز آ گئے ہیں اور وہ مشرکین سے مار کھا رہے ہیں اور خود بھی ان کو مار رہے ہیں تو اس کو خیال ہوا کہ عمرؓ کو کسی طرح اپنی طرف مائل کیوں نہ کر لوں، ایک دفعہ وہ یمنی لباس زیب تن کر کے لوگوں کے سامنے کھڑا ہو گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: عمر نے اپنا دین تبدیل کر دیا ہے۔

عاص بن وائل نے خبث باطن کے ساتھ کہا: چھوڑ دو، اس آدمی نے اپنے لئے

اسی چیز کو پسند کیا ہے، تمہیں اس سے کیا ہے، تم کیا سمجھتے ہو بنو عدی بن کعب (حضرت عمرؓ کا قبیلہ) اس شخص کے ساتھ تمہارے اس طرز عمل کو برداشت کریں گے؟ چھوڑ دو اسے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں (جو اس وقت وہاں موجود تھے) خدا کی قسم مجھے ایسا لگا جیسے وہ لوگ کپڑے کی طرح ان سے چمٹے ہوئے ہوں اور پھر اسے ہٹا دیا گیا ہو۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا (جب وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے): اے ابا! وہ کون شخص تھا جس نے لوگوں کو اس وقت ڈانٹ پلائی تھی جب آپ کے اسلام لانے پر لوگ آپ سے لڑ رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے؟

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: اے بیٹا! وہ عاص بن وائل سہمی تھا، اللہ تعالی اسے جزائے خیر نہ دے۔ (سیرت ابن ہشام ار ۳۴۹و۳۵۰)

عاص بن وائل نے حضرت عمرؓ کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ اسلام سے محبت کرتا تھا، کیونکہ اس کی زندگی کا پورا ریکارڈ اسلام دشمنی اور ضعیف مسلمانوں کو ایذارسانی سے بھرا ہوا تھا، بلکہ اس کا مقصد صرف شہرت اور نمود و نمائش تھا۔

حضرت عمرؓ نے عاص یا ابو جہل یا بت پرست معاشرہ کے کسی بتوں کے محافظ و نگراں کے کسی طرز عمل کی پرواہ نہیں کی، اور شاہراہ نور پر سفر جاری رکھا یہاں تک کہ دنیا کے مشہور ترین افراد میں ان کی شمولیت ہو گئی۔

کون ہے دم بریدہ

مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ملعون عاص بن وائل کہتا تھا: محمد دم بریدہ آدمی ہیں ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے جو ان کا خلیفہ بنے، لہذا جب ان کی وفات ہو جائے گی تو ان کا ذکر ختم ہو جائے گا اور ہمیں ان سے نجات مل جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کے صاجزادے عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا جو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

علامہ سدیؒ فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ کی تمام نرینہ اولاد کا انتقال ہو گیا تو مشرکین کہنے لگے کہ محمدؐ دم بریدہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی تمام نرینہ اولاد کے انتقال پر بہت سی روایات میں آتا ہے کہ ابو جہل، ابو لہب اور عقبہ بن ابی معیط اور دیگر مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمدؐ دم بریدہ ہیں، بلکہ یہ لوگ اس سے بھی زیادہ برے الفاظ کہا کرتے تھے، چونکہ عاص بن وائل اس بات کو دھراتا تھا، اور اسے نہایت اہتمام کے ساتھ بیان کرتا تھا، اس لئے اکثر روایات میں اسی کا تذکرہ ہے۔

علماء سیرت و طبقات و تفسیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام سے نکل رہے تھے اور عاص بن وائل داخل ہو رہا تھا، یوں دونوں کی ملاقات ہو گئی، دونوں نے آپس میں بات چیت کی اور پھر عاص بن وائل مسجد میں داخل ہو گیا، وہاں مشرکین کے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اس سے پوچھا: ابھی تم کس کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے؟

عاص نے جواب دیا: اس دم بریدہ آدمی سے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ سورہ کوثر آیت ۳۔ (تفسیر قرطبی ۲۰/۲۲۲)

یعنی: یقیناً جو آپ کا دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہے (دم بریدہ ہے)۔

مشرکین آپس میں ایک دوسرے کو جو یہ کہا کرتے تھے: وہ دم بریدہ ہے، امام فخر الدین رازیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ جملہ ان لوگوں نے آپس میں خفیۃ کہا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کر دیا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام معجز ہے۔ (تفسیر کبیر للرازی ۳۲/۱۲۴)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: مشرکین آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے، چنانچہ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو ان سب کی اطلاع پہنچا دیا کرتے تھے، مشرکین آپس میں کہتے تھے: تم لوگ آہستہ بولو ایسا نہ ہو محمدؐ کا خدا سن لے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ سورہ ملک آیت ۱۳۔

یعنی: تم لوگ چاہے آہستہ بولو یا بلند آواز سے بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے راز کو بھی جانتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں کے نزول کے بعد عاص بن وائل ذلیل ورسوا ہو گیا اسکے دل میں پیغمبر خدا ﷺ کے لئے نفرت تھی، اسی طرح وہاں موجود بت پرستوں کی جماعت کو بھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا، اللہ تعالی نے ان آیات میں فرمایا کہ در حقیقت مشرکین دم بریدہ ہیں ان کی نسل ختم ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کی نسل میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے اور تا قیامت اضافہ ہوتا رہیگا۔

عاص بن وائل اور دیگر مشرکین نے جب آپ ﷺ کو گالی دی تو رب کائنات نے براہ راست جواب دیا، فرمایا: ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ اپنے حبیبوں کے سلسلہ میں ایسا ہی کیا جاتا ہے، جب کوئی حبیب کسی کو اپنے حبیب کو گالی دیتے ہوئے سن لیتا ہے تو از خود جواب دیدیتا ہے، چنانچہ یہاں پر بھی رب کائنات نے از خود جواب دیا، اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نبی کریم ﷺ کا کیا اعلی وارفع مقام ہے۔

ملعون عاص بن وائل کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عظیم نعمتوں کی خوشخبری دی ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ یعنی بے شک ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا، تو وہ بڑا ذلیل رسوا اور نامراد ہوا، غصہ سے اس کا دم گھٹ رہا تھا، ایذا رسانی سے تو رہا البتہ حسد اور بغض ہی کر سکتا تھا، جو آخر کار اسے جہنم میں داخل کرنے کا سبب بنے وہی نامراد اور دم بریدہ ہوا، کیونکہ جس سے لوگ نفرت کریں وہی در حقیقت دم بریدہ ہے۔

طنز کرنے والوں کے ہاتھ برباد ہو جائیں

عاص بن وائل ان لوگوں میں سے ایک تھا جو نبی کریم ﷺ پر طنز کیا کرتے تھے اپنی عمر کے آخری لمحہ تک اس پر قائم رہا اور پھر اسی پر اس کی موت واقع ہوئی۔

اسی طرح وہ بعث کا (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا) بھی مذاق اڑاتا تھا اور کہتا تھا: محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو انُ کے نفس نے دھوکہ دیا ہے، محمدؐ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا خدا کی قسم گردش زمانہ سے ہماری موت واقع ہوتی ہے۔

یہاں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ عاص بن وائل حضرت خباب بن ارتؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور پھر سرکار دو عالم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا، اور آپ ﷺ کو دم بریدہ

کے لقب سے یاد کرتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے دم بریدہ کر دیا ہے۔

مشرکین قریش کے بڑے بڑے مجرموں نے ایک دوسروں کو ہدایت کی تھی کہ جب کبھی محمد ﷺ کو دیکھو تو ان کا مذاق اڑاؤ، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت ﷺ ان کی استہزاء پر بہت زیادہ غمزدہ ہوئے، قریش کے پانچ بڑے طنز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے شدید مرض میں مبتلا کیا، اور پھر ان کو ہلاک کر دیا، مرض بھی خدائی لشکروں میں سے ایک ہے، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ﴾ سورہ حجر آیت ۹۵۔

یعنی آپ پر طنز کرنے والوں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے اپنے استاذ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے طنز کرنے والوں کے نام نقل کئے ہیں انہوں نے فرمایا:

استہزاء کرنے والوں کے نام یہ ہیں: ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدیغوث زہری، اسود بن مطلب، ابوزمعہ، حارث بن طلاطلہ، عاص بن وائل سہمی (البدایہ والنہایہ ۰۵/۳)

علامہ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں:

مذاق اڑانے والوں میں پانچ بڑے تھے، جو اپنی قوم میں شرف ومرتبہ والے تھے، روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ، وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ، الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللهِ إِلٰهاً آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ سورہ حجر آیت ۹۴ تا ۹۶۔

یعنی پس جن باتوں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ علی الاعلان سنائیے، اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے، یقیناً ہم آپ کی طرف سے استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں، جو خدا کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں سو یہ عنقریب اپنے انجام کو جان لیں گے۔

عاص بن وائل کی ہلاکت وموت

عاص بن وائل کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوا، بلکہ اس کی بھیانک موت واقع ہوئی، اس کی اور اس جیسے دیگر استہزاء کرنے والوں کی موت کے متعلق یہ روایت موجود ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، جبریل علیہ السلام نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں آپ کی طرف سے ان کیلئے کافی ہو جاؤں (یعنی میں ان کو ہلاک کردوں) اس دوران ولید بن مغیرہ کا وہاں سے گذر ہوا، جبریلؑ نے پوچھا: اے محمدؐ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ بندہ خدا بہت برا ہے، پھر آپ ﷺ نے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم میری طرف سے ان کو کافی ہو جاؤ۔

پھر وہاں سے عاص بن وائل کا گذر ہوا، جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: بہت برا بندہ ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کے پیروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم میری طرف سے اسے کافی ہو جاؤ۔

پھر اسود بن مطلب کا وہاں سے گذر ہوا، جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: برا بندہ ہے، پھر فرمایا: تم میری طرف سے اسے کافی ہو جاؤ۔

پھر اسود بن عبد یغوث کا وہاں سے گزر ہوا، جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: برا بندہ ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم میری طرف سے اسے کافی ہو جاؤ۔

پھر حارث بن طلاطلہ کا وہاں سے گذر ہوا، جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: برا بندہ ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کے پیٹ کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم میری طرف سے اسے کافی ہو جاؤ۔ (سیرت حلبیہ ۱/۵۱۲و ۵۱۳)

آنحضرت ﷺ کی طرف سے کافی ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ان کو ہلاک کرنے کے سلسلہ میں کوئی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام سبکیؒ اپنے قصیدہ تائیہ میں فرماتے ہیں:

جب ذلیل پیچ جماعت نے طنز کیا تو جبریل علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک کی بری ہلاکت کی طرف اشارہ فرمایا۔

طنزیہ جماعت کے سرغنہ کے متعفن انجام کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ عاص بن وائل ایک مرتبہ اپنی سواری پر سوار ہو کر تفریح کرنے کی غرض سے نکلا اس کے ساتھ اس کے لڑکے بھی تھے، جب وہ کسی گھاٹی پر اترا تو جیسے ہی اس نے اپنا قدم زمین پر رکھا اس کی چیخ نکل گئی، اس کے لڑکوں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نظر نہیں آیا، اس کا پاؤں سوجھ کر اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا، اور پھر مر گیا، لوگوں نے کہا: اسے زمین نے ڈس لیا ہے۔ (اعلام للزرکلی ۳/۲۴۷)

عاص کی موت مکہ میں سنہ ایک ہجری میں واقع ہوئی۔

علامہ واقدیؒ فرماتے ہے: عاص بن وائل کی موت ہجرت کے چند مہینوں کے بعد واقع ہوئی، اس وقت اس کی عمر ۸۵ سال تھی، اور اس کی کنیت ابو عمرو تھی۔

عاص اسم با مسمی تھا، اسی عصیان کے نتیجہ میں وہ جہنمی قرار پایا، جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنا یہ قول سچ کر دکھایا ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ یعنی ہم آپ کی طرف سے مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہو گئے اپنے رسول کی طرف سے، اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ان سب کو ہلاک کیا گیا اور وہ بھی نہایت قلیل عرصہ میں۔

عاص جہنم میں وارد ہوگا

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانا عذاب جہنم میں خلود کا باعث ہے، اسی طرح عام مؤمنین کا مذاق اڑانا غضب وقہر الٰہی کا باعث ہے۔

ملعون عاص بن وائل نے استہزاء کی ان دونوں قسموں میں کسی ایک قسم کو بھی

نہیں چھوڑا، اس نے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا کہ انسان کو مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے مذاق اڑایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں کو جھٹلایا، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کا مذاق اڑایا، نیز اولین مؤمنین کا مذاق اڑایا، یہ سب اعمال وافعال باعث غضب خداوندی ہیں، اور اس بات کا مستوجب ہیں کہ اس سے کہدیا جائے: جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے عاص اور دیگر استہزاء کرنے والوں کو ذلت ورسوائی اور عذاب سے خبر دار کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ، فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَأْتِيْهِ عَذَابٌ يُخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيْمٌ﴾ سورہ ہود آیت ۳۸و۳۹۔

یعنی تم اگر ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل ورسوا کرنے والا اور نہ ہٹنے والا دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔

ان تمام فاسقوں اور فاجروں کو اللہ تعالیٰ نے مجرم قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَ إِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَ إِذَا انْقَلَبُوْا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ، وَ إِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ﴾ سورہ منافقین آیت ۲۹ تا ۳۲۔

یعنی بے شک جو لوگ مجرم ہیں وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے، اور جب مسلمان ان کافروں کے آگے سے گزرتے تھے تو یہ کافران پر آنکھوں سے آپس میں اشارہ کیا کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے مزہ لیتے تھے، اور جب یہ کافران کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً گم کردہ راہ پر ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بڑے بڑے مجرمین جیسے عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ مسلمانوں پر ہنستے تھے ان کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے دین ومذہب کا مذاق اڑاتے تھے، ایک دوسروں کو آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے، نیز کفار مسلمانوں کو غبی اور کم فہم کہا کرتے تھے، کیونکہ بزعم کفار مسلمان ایسے اجر وثواب کے لئے محنت کرتے تھے جس کے حصول کی کوئی امید نہیں ہے، ان کا خیال یہ تھا مؤمنین موہوم ثواب کی امید پر

دنیاوی لذتوں سے استفادہ نہ کر کے غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان گمراہوں کا استہزاء کرتے ہوئے ان کا یوں جواب دیا: ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ سورہ منافقین آیت ۳۶۔

یعنی: کفار کو ان کے اعمال کا بدلہ دے دیا گیا ہے؟

سب جانتے ہیں کافروں کا بدلہ جو دنیا میں بت پرستی کیا کرتے تھے یہ ہے کہ ان سے قیامت کے دن کہہ دیا جائے ﴿فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ﴾ سورہ صافات آیت ۲۳۔

یعنی: ان کو جہنم کا راستہ بتادو۔

ان مجرمین کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی بشارت دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ سورہ قمر آیت ۴۷و۴۸۔

یعنی بے شک مجرمین گمراہی اور آگ میں ہوں گے جس دن ان کو چہرہ کے بل کر جہنم میں داخل کیا جائیگا اور ان سے کہا جائے گا چکھو آگ کی جلن۔

عاص بن وائل جزاء اور حساب کا انکار کرتا تھا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾ سورہ ماعون آیت ۱۔

یعنی: کیا آپ نے دیکھا اس آدمی کو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔

جو شخص اس دین کو جھٹلاتا ہے اس کی سزاء جہنم ہے، اور وہ کتنا برا ٹھکانہ ہے، قرآن کریم کی آیات کی بہت بڑی تعداد میں عاص کو جہنم کی بشارت دی گئی، یہاں ان کو ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، عاص کے جہنم داخل ہونے کے لئے یہ آیت مبارکہ کافی ہے ﴿وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ سورہ مریم آیت ۸۶۔

یعنی ہم مجرموں کو جہنم وارد کرنے کے لئے ہانکا لے جائیں گے۔

آیئے ہم سب خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! آپ ہمیں نیک اور اچھے لوگوں میں سے کردے، آمین یا رب العالمین۔

☆☆☆

ولید بن مغیرہ

☆ اس کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ﴿وَقَالُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ هٰذَا الْقُرآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْم﴾ سورہ زخرف آیت ۳۱۔

ترجمہ: کفار کہتے ہیں کہ کیوں نازل نہیں کیا گیا اس قران کو دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر۔

☆ اسی طرح یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ سورہ مدثر آیت ۱۱۔

ترجمہ: چھوڑ دو مجھے اور اس کو جسے اکیلا میں نے پیدا کیا ہے۔

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے متعلق میں ایک سو چار آیتیں نازل فرمائی ہیں۔

ولید بن مغیرہ

ناز و نعمت

ظہور اسلام سے قبل قریش کے بعض خاندان مال و دولت کی فراوانی، اور آسودہ حالی میں مشہور تھے، ان خاندانوں میں بنو مخزوم بھی تھا۔

ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو مخزومی قریشی بھی بنو مخزوم میں پیدا ہوا، اس کی تاریخ پیدائش ۹۵ قبل ہجرت نبوی ہے۔

ولید نے جس خاندان میں اپنی آنکھیں کھولیں وہ مال و دولت اور شرف و مرتبت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ تھا، اس کے والد اور بھائی کا مقام کسی سردار سے کم نہ تھا۔

ولید کا والد مغیرہ لوگوں میں اتنا مقبول تھا کہ بنو مخزوم کا ہر فرد ان کی طرف اپنی نسبت کرنے کو ترجیح دیتا تھا، چنانچہ ہر شخص مخزومی کے بجائے مغیری کہلاتا تھا۔

ولید کا بھائی ہشام بن مغیرہ حرب فجار میں بنو مخزوم کا قائد تھا، جب ہشام کی وفات ہوئی تو قریش نے اس کی یوم وفات سے تاریخ کا اجراء کیا جیسا کہ عام طور پر کسی بڑے واقعہ کی مناسبت سے تاریخ کا اجراء کیا جاتا ہے، ہشام کی وفات پر اظہار غم کے طور پر مکہ میں تین دن تک بازار بند رہے۔

ولید کا بھائی فاکہ بن مغیرہ کا اپنے زمانہ کے سخی ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا، اس نے مہمان نوازی کے لئے ایک گھر بنایا ہوا تھا اس میں کسی بھی شخص کو کسی بھی وقت آ کر بلا اجازت کھانا کھانے کی اجازت تھی۔

ولید کا ایک اور بھائی ابو حذیفہ بن مغیرہ ان چار اشراف میں سے ایک تھا جنہوں نے چادر کے اطراف سے پکڑ کر حجر اسود کو اس کے مقام تک پہنچایا تھا، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے قبل مشورہ دیا تھا۔

ولید کے ایک اور بھائی کا نام ابو امیہ بن مغیرہ تھا اور ان کا لقب زاد الراکب تھا،

قریش کے گنے چنے زیرک لوگوں میں سے تھے، انہوں نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ مسجد کے دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص کو فیصلہ سونپا جائے وہی فیصلہ کریں کہ حجر اسود کو اس کے مقام پر کون رکھے گا، سب ان کے مشورہ پر راضی ہوئے تھے، ان کے مشورہ کی درستگی کا علم اس وقت ہوا جب سب لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ پر راضی ہو گئے، ان کے لقب زادالراکب کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ یہ دوران سفر اپنے تمام ساتھیوں پر خود خرچ کرتے تھے لہذا کسی کو اپنے ساتھ زاد سفر لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

قریش میں بنو مخزوم کی اہمیت کو جاننے کے لئے صرف اس بات کا علم کافی ہے کہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے بنو مخزوم کے ۳۰ گھوڑے لڑائی میں شریک تھے، جب کہ قریش کے تمام گھوڑوں کی تعداد ستر تھی، بنو مخزوم کے دو سو اونٹ اور کئی ہزار مثقال سونا بھی تھا ان کے علاوہ دیگر جنگی ساز و سامان بھی تھے جن کے ساتھ وہ غزوہ بدر میں شریک تھے۔

ولید سے متعلق زمانہ جاہلیت کی خبریں

وسعت نظری اور اس مسئلہ کو تمام پہلوؤں سے سمجھنے کے لئے ہمیں ولید کے مقام و شرف کی کچھ خبریں معلوم کرنا ضروری ہے ہمیں اس کی نفسیات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے غرور و کبر کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

ولید بن مغیرہ بنو مخزوم کے چند گنے چنے مال داروں میں سے ایک تھا، اس کی کنیت ابو عبد شمس تھی، قریش نے اسے عدل کے لقب سے نوازا تھا، اسی طرح اسے وحید یا اُوحد العرب بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ ایک سال وہ اکیلا خانہ کعبہ کا غلاف تیار کروا کر چڑھاتا تھا اور سب قریش مل کر ایک سال یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

قریش نے اسے عدل یا وحید کا لقب دینے پر کفایت نہیں کی بلکہ اسے ریحانہ قریش کا لقب بھی دیا، کیونکہ اس کا لباس نہایت عمدہ ہوتا تھا، لوگ زمانہ جاہلیت میں دوران گفتگو یوں کہا کرتے تھے: ولید کے نئے اور پرانے دونوں کپڑوں کی قسم، روایات میں آتا ہے کہ حجر اسود کو اٹھانے اور خانہ کعبہ کے پاس رکھنے کے لئے بھی ولید کا کپڑا استعمال کیا گیا تھا۔

قضاء اور فیصلہ کے لحاظ سے بھی ولید زمانہ جاہلیت کے عرب قاضیوں میں سے ایک تھا، اسی طرح قریش کی مجلس مشاورت دار الندوۃ کے بڑوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔

خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے جوتے وغیرہ اتارنے کا اہتمام سب سے پہلے ولید نے کیا تھا، ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں نے بھی اس کا اہتمام کیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ولید پہلا شخص تھا جس نے اپنی ذات پر شراب کو حرام قرار دیا تھا، اور اپنے صاجزادے ہشام کو شراب نوشی پر سزا دی تھی۔

ولید پہلا شخص تھا جس نے زمانہ جاہلیت میں چور کا ہاتھ کاٹا تھا، اس کے بعد عہد اسلام میں نبی کریم ﷺ نے چور کا ہاتھ کاٹا۔

ہو سکتا ہے کہ اس طرح کی نئی نئی چیزوں کے اجراء سے جو مقام اسے قریشی معاشرہ میں حاصل ہوا تھا اس نے اسے متکبر بنا دیا ہو، اسے اس بات کا احساس ہونے لگا ہو کہ وہ قریش کا سردار ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اس نے اسید بن عاص سے مفاخرت (مقابلہ فخر) کی تو اس نے کہا: میں مادری پدری شرف میں تم سے بہتر ہوں، اور قریش میں تجھ سے زیادہ ثابت النسب ہوں۔

تعمیر کعبہ میں اس کا کردار

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی منصوبہ بندی کرنے اور اس کی تعمیر کو عملی جامہ پہنانے والوں میں سے تھا، یہ بعثت محمدی قبل کی بات ہے کہ مشرکین کے دل میں خیال آیا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کی جائے، کیونکہ ان کے دلوں میں خانہ کعبہ کا ایک خاص مقام تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں ولید نے ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔

قریش کے دلوں میں کئی سالوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا خیال تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو اس کی چھت نہیں تھی اور پھر اس کی دیواریں چھوٹی تھیں جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر چور خانہ کعبہ کے خزانہ سے قیمتی اشیاء لے جاتے تھے۔

اس کی اونچائی تقریباً سات گز (یعنی سات میٹر) تھی، جبکہ اس کی چھت نہیں تھی دروازہ زمین کے ساتھ ملا ہوا تھا، ہر شخص اس میں داخل ہو سکتا تھا، نذر و نیاز

والے اپنی نذریں، قیمتی زیورات وغیرہ وہاں رکھ دیتے تھے، خانہ کعبہ کے وسط میں اس کا خزانہ تھا جو صندوق کا کام دیتا تھا، وہ در حقیقت خانہ کعبہ کے دروازے سے داخل ہونے والے کی دائیں طرف ایک کنواں تھا۔

جب نبی کریم ﷺ کی عمر ۳۵ برس ہوئی تو مکہ مکرمہ میں ایک سخت قسم کا سیلاب آیا، جس سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس کی بنیاد کمزور ہو گئی، جب کہ اس سے پہلے اس میں آگ لگ چکی تھی، اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دفعہ ایک خاتون اس میں معطر دھواں دے رہی تھی کہ اچانک اس سے آگ بھڑک اٹھی، لہذا اس کی اصلاح کرنا ضروری تھا، حالات بھی سازگار تھے، جدہ کے ساحل پر ایک بحری جہاز تباہ ہو گیا تھا، اس کا مالک ایک تاجر تھا، ولید بن مغیرہ کی سربراہی میں ایک قریشی وفد اس جہاز کو خریدنے کے لئے روانہ ہوا، وفد نے وہاں پہنچ کر جہاز کی لکڑیاں خرید لی، اوران سے خانہ کعبہ کی چھت تیار کی گئی۔

اس کے بعد قریش نے خانہ کعبہ کی عمارت کو منہدم کرنے ارادہ کیا، چونکہ ان کے دلوں میں خانہ کعبہ کا بڑا احترام اور تقدس پایا جاتا تھا اس لئے وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں اس کی عمارت منہدم کرنے پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے، لہذا ولید بن مغیرہ نے سب کو مخاطب کر کے پوچھا:

خانہ کعبہ کی عمارت کو منہدم کرنے میں تم لوگوں کا مقصد کیا ہے؟ اس کی اصلاح اور بہتری یا اس کی بربادی؟

لوگوں نے جواب دیا: اے عبد شمس! ہم اس کی اصلاح اور بہتری چاہتے ہیں۔

ولید نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں کو تباہ نہیں کریں گے۔

لوگوں نے کہا: مگر خانہ کعبہ پر چڑھ کر اسے توڑنے کی جرأت کون کریگا؟

ولید نے جواب دیا: میں خود یہ کام انجام دوں گا۔

پھر ولید کلہاڑی لے کر خانہ کعبہ پر چڑھ گیا اور کہا: اے اللہ ہم اسکی اصلاح اور بہتری چاہتے ہیں۔

پھر کلہاڑی سے خانہ کعبہ کی عمارت کو توڑنا شروع کر دیا، قریش نے جب دیکھا کہ ولید خانہ کعبہ کے ایک حصہ کو توڑ چکا ہے مگر اس پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا، تو سب نے ملکر اسکی عمارت کو مکمل طور پر منہدم کر دیا، جب تعمیرات کا مرحلہ شروع

ہوا تو لوگوں سے ولید نے کہا کہ تم لوگ اسکی تعمیر میں حرام پیسے کا استعمال نہ کرو، سودی کمائی، جوے کی کمائی، اور فاحشہ عورت کے ذریعہ کمائی جانے والی رقوم اس پر خرچ مت کرو، خبیث مال اس میں شامل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اچھے اور پاکیزہ اموال کو قبول فرماتے ہیں۔

ہر قبیلہ چادر کی ایک طرف سے پکڑے

قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے، جب تعمیر کرتے کرتے حجر اسود کی جگہ تک پہنچے تو ان میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ اسے اٹھا کر اسکی جگہ پر کون رکھے؟ جس میں شدت پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ انکے مابین جنگ چھڑ جاتی، ولید کے بھائی ابو امیہ بن مغیرہ نے لوگوں سے کہا: سنو! ہم لوگ اس مسئلہ کے حل کیلئے اس آدمی کو حاکم مقرر کرتے ہیں جو اس دروازہ (آجکل اس دروازہ کو باب السلام کہا جاتا ہے) سے سب سے پہلے داخل ہو، سب کی نظریں دروازہ پر لگ گئیں کہ اس میں سے کون داخل ہوتا ہے، اچانک نبی کریم ﷺ اس دروازہ سے داخل ہوئے، سب نے آپ ﷺ کو اپنا حاکم مقرر کیا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حجر اسود کو چادر میں رکھا جائے پھر ہر قبیلہ چادر کی ایک طرف سے پکڑے۔

اسکے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ چادر کو اٹھاؤ پھر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اسکی جگہ پر رکھدیا، اس واقعہ کے بعد قریش میں آپؐ کی قدر و منزلت میں اور اضافہ ہو گیا، آپؐ نے قریش کو ایک خونریز جنگ سے بچالیا تھا، یہ صرف رب کائنات کی ان پر مہربانی اور فضل تھی کہ وہاں آنحضرت ﷺ سب سے پہلے پہنچے، اور وہ آپؐ کی برکت کے طفیل ہلاکت سے بچ گئے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا ولید بن مغیرہ پر بڑا اثر ہوا، اور اسکے بعد لوگوں کی نظریں آہستہ آہستہ ولید کی طرف سے ہٹنا شروع ہوئیں، رفتہ رفتہ اسکی سرداری و قیادت اور اثر و رسوخ میں کمی آتی گئی، خصوصاً جب حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ کہا:

تعجب ہے ایک ایسی قوم پر جس میں شرفاء اور سرداروں کی کوئی کمی نہیں ہے، جس میں شیوخ بھی ہیں اور ادھیڑ عمر والے بھی ہیں، مگر انہوں نے اپنے ایک چھوٹے

کم عمر اور غریب شخص کو صدر اور حاکم بنادیا، لات اور عزیٰ کی قسم وہ ان سب پر غالب آجائیگا، اور ان کے مابین تقسیم امور و اعمال کا فریضہ انجام دیگا، اور آج کے بعد سے اس کی ایک شان ہو گی اور اسے عظیم شہرت حاصل ہو گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپؐ شہرہ آفاق ہوئے، رب العالمین نے آپ کو خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے پانچ سال کے بعد نبی بنا کر مبعوث فرمایا، ولید بن مغیرہ نے آپؐ کی دعوت و تبلیغ کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کر کے اپنے آپ کو جہنم میں داخل کیا۔

قرآن کا نزول محمد پر ہو رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اسلام کی تبلیغ کریں، قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، جس کا ہر ہر جز معجز ہے (یعنی اس جیسا کلام کوئی شخص کہنے پر قادر نہیں ہے) ولید اور دیگر مشرکین نے اپنی فطری عربیت سے یقین کر لیا تھا کہ یہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے، اسی لئے انہوں نے قرآن اور رسول خدا کی مخالفت شروع کر دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿...... قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوْتِيَ رُسُلُ اللهِ...... ﴾ سورہ انعام آیت ۱۲۴۔

یعنی: مشرکین نے کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جبتک ہمیں بھی اس جیسی چیز نہیں دی جاتی جو اللہ کے رسولوں کو دی جاچکی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ولید بن مغیرہ ایک دن کھڑا ہوا اور کہنے لگا: کیا قرآن کا نزول محمد پر ہو رہا ہے؟ مجھ پر نہیں؟ جبکہ میں قریش کا ایک بڑا آدمی ہوں اور ان کا سردار بھی ہوں، اسی طرح نہ قبیلہ بنو ثقیف کے سردار ابو مسعود ثقفی پر نازل ہو رہا ہے، جبکہ ہم ان دونوں شہروں (مکہ و طائف) کی عظیم شخصیتیں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ، أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ...... ﴾ سورہ زخرف آیت ۳۱ و ۳۲۔

یعنی: مشرکین نے کہا کہ کیوں نہ نازل کیا گیا اس قرآن کو ان دو بستیوں کی کسی عظیم شخصیت پر، کیا وہ آپؐ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں جبکہ ہم ہی نے ان کے درمیان روزی تقسیم کی ہے۔

مذکورہ باتیں اس بات کی علامت ہیں کہ ولید بڑا جابر متکبر فاسق و فاجر تھا اور رسالت خداوندی کو بے وقعت سمجھتا تھا، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اس کا رسول بننے کی اہلیت کس کے اندر ہے، اس موقعہ پر بوصیریؒ کا شعر ملاحظہ فرمایئے:

جب دلائل سے کوئی فائدہ نہ ہو تو ان کے ذریعہ ہدایت طلب کرنا بے عقلی ہے۔

جب ایک علم کی بابت عقول گمراہی کا شکار ہو جائیں تو فصحاء اسے کس نام سے تعبیر کریں۔

اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کردو

دعوت اسلامی کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے سلسلہ میں بسا اوقات ولید بن مغیرہ ایسے اقدامات کرتا تھا جن سے اس کی عقل کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے تھے، اس کے خبث تفکر و سوء تدبر کا کچھ اندازہ ہو جاتا تھا، یہ سب حرکتیں اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کرتا تھا۔

اس سلسلہ میں یہاں ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے، ایک مرتبہ ولید کے مشورہ سے مشرکین قریش کی ایک جماعت ابو طالب کے پاس پہنچی جس میں ولید کا لڑکا عمارہ بن ولید بھی تھا، وفد نے ابو طالب سے کہا:

اے ابو طالب یہ عمارہ بن ولید ہے تمام قریش میں بڑا طاقتور اور خوب صورت ہے، اسے اپنے پاس رکھ لو، اس کی دیت و نصرت تمہاری، اسے اپنا بیٹا بنالو اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کردو جس نے تیرے اور تیرے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے، تیری برادری میں پھوٹ ڈالی ہے، اور سب لوگوں کو بے عقل کہا ہے، ہم اسے قتل کردیں گے، اور تم کو مرد کے بدلہ مرد مل جائے گا۔

ابو طالب نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ بہت برا سودا ہے، تم لوگ اپنا بیٹا میرے حوالہ کروگے تاکہ میں اسے خوب کھلاؤں پلاؤں، اور میں اپنا بیٹا تمہارے حوالہ کردوں تاکہ تم اسے قتل کردو؟ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ (سیرت نبوی ۱/۲۶۶)

ولید کا جب یہ مضحکہ انگیز حیلہ کارگر ثابت نہ ہوا تو اس نے دعوت اسلامی کو روکنے کے لئے ایک دوسرا حیلہ اختیار کیا کہ شاید اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو، اسے

اپنی عظمت رفتہ واپس مل جائے، اس نے مکہ میں آنے والے حجاج کے وفود کو نبی کریم ﷺ کے پاس جانے اور آپ ﷺ کی باتوں کو سننے سے روکنے کے لئے ایک مختلف حیلہ اختیار کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کتنا شقی اور بدبخت تھا۔

برے لیڈر کی بری رائے

ولید اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ عرب قبائل کے عقلاء و حکماء جب حج سے فارغ ہو کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کا موضوع سخن صرف نبی کریم ﷺ ہوتے ہیں، آپ ﷺ کی دعوت و بعثت، آپؐ کی صفات کریمہ، مکارم اخلاق اور عادات و طور طریقوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

اس صورت حال سے مشرکین بہت بے چین اور پریشان ہو گئے، ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا، جیسے جیسے موسم حج قریب آتا گیا ان کی بے چینی میں اور اضافہ ہو گیا، چنانچہ قریش کی مجلس مشاورت (دارالندوہ) میں سب لوگ بنو مخذوم کے سرکش بڈھے ولید کے پاس جمع ہوئے، اس وقت اس کی عمر کافی ہو چکی تھی، سر کے بال سفید ہو گئے تھے، لیکن دل کے اندر حسد اور کینہ کی آگ اپنے شباب پر تھی، جب دارالندوہ حاضرین سے کھچاکھچ بھر گیا تو ولید نے نہایت عیاری اور خباثت سے کہا:

اے قریشیو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ موسم حج قریب آگیا ہے، اور عرب وفود ہر جگہ سے آنا شروع ہو جائیں گے، لوگوں نے تمہارے اس آدمی (محمدؐ) کے متعلق پہلے بھی بہت کچھ سن رکھا ہے، لہٰذا تم سب یک رائے ہو جاؤ، اختلاف نہ کرو ایسا نہ ہو کہ ایک دوسرے کو جھٹلائے، ایک دوسرے کا رد کرے، اگر ایسا ہوا تو تمہارا سارا معاملہ خراب ہو جائے گا۔

مشرکین نے کہا: اے عبد شمس کے ابا! آپ کہیں، آپ ہمیں ایسی رائے دیں جس پر ہم سب متفقہ طور پر عمل کریں۔

ولید نے جواب دیا: نہیں بلکہ تم لوگ اپنی آراء پیش کرو، میں سنتا ہوں، اس نے یہ جملہ نہایت عیاری اور خباثت سے کہا تھا تاکہ سب کی آراء کو ضعیف قرار دے کر اخیر میں اپنی بات منوالے۔

لوگوں نے کہا: ہم یہ کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید نے جواب دیا: خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے کاہنوں کا کلام محمدؐ جیسا مرصع و مسجع نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: ہم یہ کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔

بڈھے سرکش ولید نے جواب دیا: وہ پاگل بھی نہیں ہے، ہم نے جنون دیکھا ہے ہم اسے پہچانتے ہیں، محمد کی باتیں پاگلوں جیسی بے سروپا، غلط سلط اور غیر محققانہ نہیں ہیں۔

مشرکین نے کہا: پھر ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔

سرکش بڈھے نے جواب دیا: وہ شاعر نہیں ہے، ہم شعر کی تمام انواع واقسام سے واقف ہیں، رجز یہ ہجزیہ، قریضہ ومقبوضہ ومبسوطہ وغیرہ، وہ شاعر نہیں ہے۔

مشرکین نے اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکا: اے عبد شمس کے ابا! ہم ان کو جادوگر کہیں گے۔

ولید نے جب ان کی کم عقلی کا اندازہ کر لیا تو کہا: اے قریشیوں! خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے، ہم نے جادو اور جادوگروں کو بہت دیکھا ہے، یہ ان کی طرح دم کرتا ہے اور نہ گرہ لگاتا ہے۔

جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، وہ سب اپنے دلوں کے بھڑاس نکال چکے، اور شرپسندی کے تمام طریقوں کو آزما کر دیکھ لئے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، تو انہوں نے سرکش بڈھے ولید بن مغیرہ سے کہا: اے عبد شمس کے ابا! پھر ہم کیا کہیں؟

ولید نے کہا: خدا کی قسم قرآن کی باتیں نہایت شیریں ہیں، اس کا اصل بھی پر لطف اور اس کی فرع بھی دل نشین ہے، یہ سب باتیں جو تم نے میرے سامنے کی ہیں اگر تم نے لوگوں کے سامنے کہدیں تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔

دیکھیے اس بدبخت نے اپنی زبان سے قرآن کے جمال و دلنشینی کی شہادت دیدی، افق حق میں نور کی کرنوں نے بلند ہو کر اس کے دل کو مس کیا، مگر یہ اپنے عناد اور کفر کی طرف لوٹ گیا، اس نے کہا:

سب سے مناسب بات محمد ﷺ کے بارے میں تم یہ کہو کہ وہ جادوگر ہے، جادو لے کر آیا ہے، باپ بیٹا، بیٹا باپ، بھائی بھائی برادری والوں اور میاں بیوی کے

درمیان تفرقہ ڈالتا ہے۔

وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے

مشرکین قریش کا یہ اجتماع اپنے خبیث وکینہ پرور سردار کا مشورہ سننے کے بعد برخاست ہو گیا، اس کے بعد یہ لوگ حجاج کی گزرگاہوں پر بیٹھ گئے، جب کسی حاجی کا وہاں سے گذر ہوتا تو اس سے کہتے کہ خبردار محمدؐ سے ملاقات مت کرنا، پھر آپ ﷺ کے متعلق جھوٹی باتیں بتاتے اور مکاری وعیاری سے کام لیتے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان کی تمام عیاریوں اور مکاریوں کا ان پر الٹا اثر ہوا، انہیں کوئی نفع حاصل ہونے کے بجائے نقصان پہنچا، حقیقت یہ ہے کہ ان کی مکاری و عیاری آفاق عالم میں اسلام کے پھیلنے کا ایک طرح سے سبب بن گئیں، ان کے مکرو فریب کا وبال ان پر پڑا، جبکہ نبی کریم ﷺ کے حق میں خیر و برکت کا باعث بنا۔ اور ولید کے لئے وبال اور دخول نار کا ذریعہ ثابت ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ولید کے سلسلہ میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ سورہ مدثر آیت ۱۱۔

یعنی: چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے اکیلا صرف میں نے پیدا کیا ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کے متعلق جو ولید کے ساتھ اس قبیح عمل میں شریک تھے ان کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرآنَ عِضِينَ ، فَوَ رَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُم أَجْمَعِينَ﴾ سورہ حجر ۹۱ و ۹۲۔

یعنی جن لوگوں نے قرآن کے اجزاء کر دئے (بعض پر ایمان لائے اور بعض پر نہیں لائے) بس تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے پوچھیں گے۔

اس موقعہ و مناسبت سے بوصیریؒ نے بہت سے اشعار کہے، وہ کہتے ہیں:

تعجب ہے کفار پر کہ اس شخصیت کی وجہ سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہوا جن کی ذات میں عقلمندوں کے لئے ہدایت ورہنمائی ہے۔

اور جس شی کے بارے میں وہ ان سے سوال کرتے ہیں وہ ان کی طرف نازل کی گئی ایک کتاب ہے۔

ولید اور ابو جہل

مستند روایات میں ایسے بہت سے قصے ثابت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کئی مرتبہ نبی کریم ﷺ سے براہ راست قرآن کریم کی تلاوت سنی، اور قریب تھا کہ ایمان لے آتا اگر قضاء وقدر، عناد وکفر اور زمانہ جاہلیت کی گھمنڈ مانع نہ ہوتی۔

اس سلسلہ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ولید نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے اسے قرآن کریم پڑھ کر سنایا، جس سے اس کا دل نرم ہو گیا، اس کی اطلاع اس کے بھتیجے دشمن خدا ابو جہل کو ملی، ابو جہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے چچا! آپ کی قوم آپ کے لئے مال اکھٹا کر رہی ہے۔

ولید کو بڑا تعجب ہوا اس نے کہا: کیوں اے بھتیجے؟ کیا بات ہے؟

ملعون ابو جہل نے جواب دیا: وہ آپ کو دینے کے لئے کیونکہ آپ محمدؐ کے پاس گئے تھے تاکہ ان کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔

اس پر ولید نے تکبر وخساست سے جواب دیا: خدا کی قسم قریش کو معلوم ہے کہ میں ان میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔

جس پر ابو جہل نے فاتحانہ انداز میں کہا: اے چچا قرآن کے سلسلہ میں آپ ایک ایسی بات کریں کہ آپ کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ آپ قرآن کے منکر ہیں، اور آپ اسے ناپسند کرتے ہیں۔

ولید نے جواب دیا: میں کیا کہوں؟ خدا کی قسم تم میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ شعر وشاعری کا علم وبصیرت رکھنے والا نہیں ہے، خدا کی قسم یہ اشعار قرآن کریم جیسے نہیں ہیں۔

بیشک قرآن کریم کی باتیں بڑی شیریں ہیں۔

بیشک اس میں بڑا لطف ہے۔

اس کا فوقانی حصہ مثمر ہے، اور اس کا اسفل دلنشین ہے۔

وہ بلند ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

وہ اپنے ماتحت کو تباہ کر دیگا۔

ابو جہل نے انتہائی خباثت کے ساتھ ولید کے دل کی گہرائیوں میں موجود کفر کو حرکت دینے کے لئے کہا: خدا کی قسم آپ کی قوم راضی نہ ہو گی جب تک آپ اس کے سلسلہ میں کچھ نہ کہیں۔

ولید نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں اس سلسلہ میں غور کرتا ہوں۔

سخت جدو جہد، شدید نفسیاتی جنگ، اور اپنے شیاطین کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد کہا: یہ مؤثر جادو ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ذَرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ نیز ارشاد فرمایا ﴿ إنْ هٰذا إلاَّ قَولُ الْبَشَر﴾ سورہ مدثر آیت ۱۱۔ ۲۵۔ یعنی یہ تو صرف بشر کا قول ہے۔

ولید فطرت اور سلیقہ کی مخالفت میں

ولید بن مغیرہ نے اپنی فطرت عربیہ اور صحیح سلیقہ سے جان لیا تھا کہ قرآن کریم کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا، اس نے ابو جہل کے سامنے جس بات کا اقرار کیا وہ کسی کے دباؤ میں آکر نہیں کیا تھا، بلکہ یہ اس کے حس اور ذوق کے ادراک کا نتیجہ تھا، اس کے یہاں بغیر شک و شبہ کے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ محمد ﷺ کا کاہنوں شاعروں اور جادو گروں سے ادنی تعلق نہیں ہے، اور آپ ﷺ کی گفتگو میں حلاوت و چاشنی ہے جس کا ادراک فصحاء و بلغاء و خطباء کر چکے ہیں، آپ ﷺ کا کلام جذر بیان و بلاغت میں ثابت ہے، اس کی شاخیں افق فصاحت میں اونچی پرواز پر ہیں، صدق و ہدایت کے میدان میں راسخ البنیاد ہیں۔

لیکن ولید بن مغیرہ کو اس کے کفر و غرور، اور اس کے بھتیجے امت محمدیہ کے فرعون کا کفر، مسلط شدہ روایات، موروثی تعصب وغیرہ نے الٹے پاؤں واپس ہونے پر مجبور کر دیا، اپنے اقرار کی خود مخالفت کی، اسے قریش کے سامنے اپنے بھتیجے کے ہاتھوں رسوا ہونے کا خطرہ تھا، لہذا بدبختی اس پر غالب آگئی، سرکشی کا راستہ اختیار کیا، فسق و فجور، غرور و بغاوت کا سب سے برا انداز سرکشی ہے، اور اس بات کا وہم ہوا کہ مکارم اخلاق کا مطلب بہترین اور آرام دہ کپڑے پہننا اور مزیدار کھانے کھانا ہے، جبکہ اخلاق کا ان چیزوں سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے، اس موقعہ پر شاعر نے کیا خوب صورت کلام کہا:

میرے علم کے مطابق تمہارے لئے مکارم اخلاق یہ ہیں کہ عمدہ ریشمی کپڑے پہنو اور اپنا پیٹ بھرو۔

تا کہ تمہاری موجودگی میں اگر کسی مجلس میں مکارم اخلاق کا ذکر ہو تو تم قانع ہو جاؤ۔

ولید کی ناکام کوششیں

ولید کی زندگی اس کے لئے عذاب بن گئی، خاص کر جب سے قریش کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ کر نبی کریم ﷺ پر مرکوز ہوئی، لوگ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے لگے، اس کے شیطانی ذہن میں آیا کہ وہ کسی طرح آنحضرت ﷺ سے نجات حاصل کرے، اور بنو مخزوم کے کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو قتل کردے جو حسد و کینہ میں اندھے ہو گئے ہیں، راہ ہدایت ان کو نظر نہیں آرہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کرم و مہربانی کرتے ہوئے ان دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ سکتے تھے اور نہ آپؐ کو ایذاء پہنچا سکتے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ بنو مخزوم کی ایک جماعت نے جس میں ولید بن مغیرہ اور ابو جہل وغیرہ تھے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی، جب آنحضرت ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور قرآن کریم کی تلاوت ان کو سنائی دینے لگی تو انہوں نے ولید بن مغیرہ کو آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے بھیج دیا، یہ خبیث اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں پر آپؐ نماز پڑھ رہے تھے سب کو آپ ﷺ کی تلاوت سنائی دے رہی تھی مگر آپ ﷺ نظر نہیں آرہے تھے، انہوں نے آپؐ کی آواز کا تعاقب کرنا چاہا تو ان کو پیچھے سے آواز سنائی دی، جب پیچھے مڑے تو آگے سے آواز سنائی دی، اس طرح کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں تلاش کرتے رہے مگر کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے، آخر کار نامراد ہو کر واپس ہو گئے، اسی واقعہ کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ سورہ یٰس آیت ۹۔

یعنی: ہم نے ان کے آگے پیچھے بند باندھ دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ

ڈال دیا ہے چنانچہ وہ دیکھتے نہیں ہیں۔

پیچیدہ بات چیت

اس بزدلانہ کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اس خبیث مردود نے یہ گمان کیا کہ میں اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکوں گا اس نے دوسرے راستوں کا انتخاب کیا، اسلام اور جاہلیت کو ایک نکتہ پر جمع کرنے کی غرض سے سودے بازی پر اتر آیا، یہ سودے بازی کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم ﷺ اپنی کچھ باتوں پر عمل کریں اور کچھ کو چھوڑدیں، اسی طرح مشرکین اپنے کچھ مشرکانہ اعمال پر برقرار رہیں اور کچھ کو ترک کردیں، ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ سورہ قلم ۹۔

تفسیر طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کو یہ پیش کش کی کہ آپ ﷺ ایک سال تک ان کی بتوں کی عبادت کریں اور مشرکین ایک سال تک آپ ﷺ کے رب کی عبادت کریں۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے آپ ﷺ کو یہ پیش کش کی کہ اگر آپؐ نے ہماری بتوں کو تسلیم کرلیا تو ہم آپ کی رب کی عبادت کریں گے۔

بہر حال اس طرح کی سودے بازیاں اور کوششیں بہت ہوئی ان میں سے ایک سودے بازی کا محرک اور قائد کفر کا سرغنہ ولید بن مغیرہ تھا۔

علامہ محمد ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ:

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرمارہے تھے کہ اسود بن مطلب، اسد بن عبدالعزی، ولید بن مغیرہ، اور عاص بن وائل سہمی جیسے بڑے بڑے سرداران قریش نے آپ ﷺ کا راستہ روکا اور کہا:

اے محمدؐ! چلو ایسا کرتے ہیں ہم تمہارے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور تم ہمارے خدا کی عبادت کرو، اس طرح ہم اور تم ایک دوسرے کے شریک کار ہوجائیں گے، اب اگر تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ بہتر ہے تو ہم بھی اس میں شریک ہوجائیں گے، اور اگر ہم جس کی عبادت کرتے ہیں وہ بہتر ہے تو تم بھی اس میں شریک ہوجاؤ گے، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا

الْكَافِرُوْنَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ مکمل سورت۔

یعنی: اے محمدؐ! کہدو ان کافروں سے کہ میں تمہارے خداؤں کی عبادت نہیں کروں گا۔

دوسرے دن صبح آپ ﷺ مسجد حرام پہنچے تو وہاں مشرکین موجود تھے، آپ ﷺ نے یہ سورت شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں مشرکین کی اس مضحکہ خیز سودے بازی کو انجام تک پہنچادیا، اور ولید بن مغیرہ اور ان کے ساتھیوں کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا وہ اپنے گھٹیا کلام سے خوفزدہ ہو گئے اور ان کی سازش خاک میں مل گئی۔

ولید کو المناک دھچکہ

حضرت عثمانؓ بن مظعون اولین سابقین میں سے تھے، تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے، حبشہ کی طرف ہجرت اولی میں شریک تھے، بڑے نمازی، روزہ دار اور عبادت گزار تھے، جب مکہ لوٹے تو ولید بن مغیرہ نے ان کو کئی دنوں تک اپنے امان میں لئے رکھا، پھر حضرت عثمان بنؓ مظعون نے ولید کا امان واپس کردیا، یہ گویا ولید کے غرور کے ماتھے پر ایک زوردار تھپڑ تھا، وہ شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن گیا تھا، جس طرح شیطان چاہتا اسے استعمال کرتا تھا، دوسری طرف قریش ولید کا احترام کرتا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عثمان بن مطعونؓ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ سے مکہ واپس آئے تو قریش کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے ولید بن مغیرہ نے انکو پناہ دی، جب حضرت عثمانؓ نے عام صحابہ کرام کی تکالیف اور مشقتوں کو دیکھا تو ان کو بڑا افسوس ہوا، ان کے ضمیر نے انہیں ایک مشرک کی پناہ میں رہنے کی اجازت نہیں دی، چنانچہ ولید بن مغیرہ کے پاس آئے اور کہا:

اے عبد شمس کے ابا! تیری پناہ میں وفا رہے، میں تیرا امان تجھے واپس کرتا ہوں۔

ولید نے کہا: کیوں اے بھتیجے؟ شاید تجھے میری قوم کے کسی فرد نے تکلیف پہنچائی ہے؟

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی

امان اور پناہ پسند ہے، میں اللہ کے سوا کسی اور کی پناہ میں نہیں رہنا چاہتا ہوں۔

ولید نے کہا: مسجد حرام میں چلو وہاں علی الاعلان میرا امان مجھے واپس کر دو، جس طرح سب کے سامنے میں نے تجھے امان دی تھی۔

یہ دونوں وہاں سے مسجد حرام آئے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے ولید بن مغیرہ نے کہا:

لوگو! یہ عثمان بن مظعون میری امان مجھے واپس کرنے آیا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: ان کی بات صحیح ہے ان کو میں نے بڑے وفادار اور کریم الامان پایا ہے، دراصل بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی امان میں رہنا پسند نہیں کرتا ہوں، اس لئے میں اس کی امان اس کو واپس کرتا ہوں۔

پھر دونوں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

تمہارے درمیان یہ چیز کب سے پیدا ہوئی؟

حضرت عثمان بن مظعونؓ کو ایک مشرک کا امان واپس کرنے پر بڑی عزت و سرور محسوس ہو رہی تھی، ایک دفعہ قریش کی ایک مجلس میں جا کر بیٹھ گئے، وہاں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ اپنا کلام سنا رہے تھے انہوں نے کہا:

خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی ختم ہونے والی ہے۔

اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا: آپ نے سچ کہا اے عقیل کے ابا۔

لبید نے پھر کہا: ہر نعمت بلاشبہ زائل ہونے والی ہے۔

اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے، جنت کی نعمت لازوال ہو گی۔

لبید نے کہا: اے قریش! خدا کی قسم تمہارے ساتھ بیٹھنے والے کو ایذء نہیں پہنچائی جاتی تھی، اب اس کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے؟

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یہ آدمی پاگل ہے اس کے ساتھ اور بھی پاگل ہیں ان سب نے ہمارا دین ومذہب چھوڑ دیا ہے لہذا تم اس کی بات پر ناراض نہ ہونا۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اس شخص کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ دراصل بے عقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کی عبادت کرتا ہے، اس پر یہ شخص

حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھا اور آپؓ کو ایک زوردار تھپڑ مارا جس سے آپؓ کی ایک آنکھ سخت سیاہ ہو گئی، ولید بن مغیرہ وہاں موجود تھا اور حضرت عثمانؓ کی مظلومیت دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: اے بھتیجے! اگر تم ایک طاقتور شخص کی امان کے زیر اثر رہتے تو تمہاری آنکھ کو اس شدت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

ولید نے یہ جملہ اس خیال سے کہا تھا کہ شاید حضرت عثمانؓ ولید کی امان میں دوبارہ واپس آجائیں گے، لیکن اسے ایسا جواب ملا کہ جس سے اسکے دل کی آگ نے جوش مارا، اور اس کے غصہ میں اور اضافہ ہو گیا، حضرت عثمانؓ نے اس سے کہا: بلکہ میری تندرست آنکھ بھی راہ خداوندی میں اس طرح کی شدتوں کی محتاج ہے۔

ولید نے مصنوعی خباثت سے کہا: ارے بھتیجے! اگر تیرا جی چاہے تو میری امان میں واپس آجانا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: قسم ہے رب کعبہ کی، میں اس ذات کی پناہ اور امان میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز اور محترم ہیں۔

اس جیسی بھونڈی حرکتیں کرنے کی وجہ سے ولید کا کبر و غرور خاک میں مل گیا، گھمنڈ اور نخوت کی خیالی عمارت ایک لمحہ کے اندر زمین بوس ہو گئی، اس کا مقصد مذکورہ پیش کش سے صرف یہ تھا کہ لوگ اسے سخی قریشی کہیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کی ہجو کرتے ہوئے اسکی طبیعت و سلوک کی یوں تصویر کشی کی ہیں:

عبد شمس نے کریم اور سخیوں کی مشابہت اختیار کی جبکہ وہ خسیس کا بیٹا خسیس ہے۔

اور جب تو بلند مراتب کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے تو قدیم و جدید میں تیرا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

ایک اور موقعہ پر ولید کی ہجو کرتے ہوئے فرمایا:

جب قریش کا نسب بیان کیا جائے تو اسکی اصل میں تیری کوئی اہمیت نہ ہو گی۔

تو مغیرہ کا بیٹا ہے جو ایک چرواہا تھا اور تو دودھ کا برتن اٹھانے کا عادی ہے۔

اگر دودھ کے برتن اٹھانے والوں کو بھی قریش میں شامل کر لیا جائے تو تمہاری نسبت کتے سے جا ملے گی۔

ہم آپؐ کا مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں

ولید بن مغیرہ نے نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا، وہ آپؐ کی ذات مبارک کو براہ راست ایذاء پہنچانے لگا، اسی طرح آپؐ کے صحابہ کرام کو بھی اذیتیں پہنچاتا تھا، وحی الٰہی کے سلسلہ میں آپؐ سے لڑتا تھا، آپؐ کو جھٹلاتا تھا، اور آپؐ کی دعوت کو نقصان پہنچاتا تھا، وفود عرب کو آپؐ کی عداوت پر مجبور کرتا تھا، مزید اس نے یہ کیا کہ تزندق اور الحاد کا طریقہ اپنایا جس کی معلومات اسے "حیرہ" کے نصاریٰ سے حاصل ہوئی تھی، اس طرح یہ تکذیب واستہزاء و تمسخر کا علمبردار بن گیا، اس کا اندراج ان چوٹی کے ایذاء رسانوں میں ہو گیا جو رسول خدا کو ایذاء پہنچاتے تھے، اور جن کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف سے خود کر دیا تھا، اور انکو جڑوں سے اکھیڑ دیا تھا۔

روایات میں موثوقہ اسناد کیساتھ ان لوگوں کی کہانی اور انکے انجام کا تذکرہ آیا ہے، جو یوں ہے:

آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑانے والوں میں یہ پانچ افراد سب سے پیش پیش تھے: ولید بن مغیرہ، ابوزمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد، اسود بن عبد یغوث زہری، عاص بن وائل اور حارث بن الطُلاطلۃ سہمی، یہ سب آپؐ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اور آپؐ کو ایذاء پہنچاتے تھے، ایک مرتبہ جبریلؑ علیہ السلام خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے جبریل علیہ السلام سے ان لوگوں کی شکایت کی جبکہ اس وقت یہ لوگ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، جبریل علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھے تو آپؐ کے سامنے سے اسود بن عبد یغوث کا گذر ہوا، آپؐ نے اسکے پیٹ کی طرف اشارہ فرمایا تو اسے بسیار آب خوری کی شکایت ہو گئی جس سے اس کا پیٹ پھول گیا اور اسکی ہلاکت واقع ہو گئی۔

اسی طرح ولید بن مغیرہ کا وہاں سے گذر ہوا تو آپؐ نے اسکے قدم کے نچلے حصہ کے ایک زخم کی طرف اشارہ فرمایا جو اسے کئی سال پہلے لگا تھا جب وہ نہایت کبر اور غرور سے اپنے دامن کو زمین پر پھیلا کر چل رہا تھا، واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ولید بنو خزاعۃ کے ایک آدمی کے پاس سے گذر رہا تھا جو اپنے تیروں میں ریش لگا رہا تھا، اس کی ایک

تیر ولید کے تہہ بند میں پھنس گئی جس سے اسکی ٹانگ میں معمولی خراش آئی اور وہ زمین پر گر پڑا اور اسکی موت واقع ہوگئی۔

پھر آپ ﷺ کے سامنے سے عاص بن وائل کا گذر ہوا، آپؐ نے اسکی ایڑیوں کی طرف اشارہ فرمایا، چنانچہ ایک دفعہ یہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا کہ شبرقۃ نامی ایک جھاڑی پر گر پڑا اسکے کچھ کانٹے اسکی ایڑیوں میں داخل ہو گئے اور اور اسکی موت واقع ہوگئی۔

پھر آپ ﷺ کے سامنے سے حارث بن طلاطلہ کا گذر ہوا، آپؐ نے اسکے سر کی طرف اشارہ فرمایا، اسکے سر سے پیپ نکلنا شروع ہوا اور اسکی موت واقع ہوگئی۔

پھر آپ ﷺ کے سامنے سے اسود بن مطلب کا گذر ہوا، آپؐ نے اسکے منہ پر ایک سبز پتا پھینکا جس سے وہ اندھا ہو گیا اور اسکی آنکھوں میں سخت تکلیف محسوس ہونے لگی اور اس نے دیوار سے اپنا سر ٹکرانا شروع کر دیا۔

ان پانچوں شر پسندوں کے متعلق اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ سورہ حجر آیت ۹۵۔

یعنی: ہم آپؐ کی طرف سے آپ کا مذاق اڑانے کے لئے کافی ہو گئے۔

اللہ تعالی نے ان پانچوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دیا اور اپنے پیغمبر کی طرف سے ان کے لئے کافی ہو گئے، غزوہ بدر سے پہلے ان کی ہلاکت واقع ہوئی، ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک عظیم بیماری میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا گیا، ان پانچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالی خود کافی ہو گئے مذاق اڑانے والوں کو، کتنی تکلیف پہنچی تھی نبی کو استہزاء سے۔

ان کے لئے بد دعا کی خانہ کعبہ کے صحن سے جس میں انکے لئے ہلاکت تھی۔

پانچوں کے پانچوں کو دردناک بیماری لاحق ہوگئی، بیماری بھی خدائی لشکروں میں سے ہے۔

اسود بن مطلب ہلاک ہو گیا اسکی آنکھ اندھی ہوگئی۔

اسود بن عبد یغوث ہلاک ہو گیا اسے ذلت ورسوائی کا پیالہ پلایا۔

ولید کو تیر سے خراش آیا زہریلے سانپ کا ڈنک بھی اس سے کمتر ہوگا۔

عاص کے چہرہ پر ایک کانٹے نے اس کام تمام کر دیا، اللہ تعالیٰ کا کمال دیکھئے۔
بد بخت حارث کو ہلاک کیا اسکے سر سے پیپ جاری کر کے۔
یہ پانچ بد بخت تھے انکا قلع قمع کرنے کے بعد زمین انکے شر سے پاک ہو گئی۔
یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ولید کی موت واقع ہوئی اس وقت اسکی عمر ۹۵ سال تھی، اور ہجرت کے تقریباً تین مہینہ کے بعد پیش آئی، مکہ کے مقام حجون میں اسکو دفن کر دیا گیا۔

میں نے اسکو بہت مال دیا

امام سفیان ثوریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس دس لاکھ دینار تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ولید کے پاس نو ہزار مثقال چاندی تھی۔

ولید بن مغیرہ متکبر سخی تھا، منیٰ میں اسکے علاوہ کسی اور کو حجاج کو کھانا کھلانے کے لئے آگ جلانے کی اجازت نہیں تھی، حجاج پر بہت زیادہ خرچ کرتا تھا، وہ منادی کراتا تھا:

خبردار کوئی شخص کسی پتھر کے نیچے آگ نہ جلائے۔
خبردار کوئی شخص کوئی گوشت نہ کھائے۔
سنو! جس کو پر تکلف کھانے کی ضرورت ہو وہ ولید بن مغیرہ کے پاس آئے۔

صرف ایک حج میں وہ بیس ہزار دینار سے زیادہ خرچ کر ڈالتا تھا، جبکہ عام طور پر وہ کسی مسکین کو ایک درہم بھی نہیں دیتا تھا، دیہاتی لوگ اسکی سخاوت کی تعریف کیا کرتے تھے اور اسے یہی مطلوب تھا۔

مکہ سے لے کر طائف تک اسکے باغات کا ایک سلسلہ چل رہا تھا، ان میں ایک باغ ایسا تھا کہ جس میں پورا سال پھل لگا رہتا تھا اس میں کبھی انقطاع نہیں آتا تھا۔

اسکے کثرت مال کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
اسکا مال مکہ سے طائف تک پھیلا ہوا تھا اسمیں اونٹ گھوڑے بھیڑ بکریاں، طائف کے کثیر باغات، نہریں اور نقدی سبھی شامل تھے۔

ولید بن مغیرہ کے کبر میں اس وقت اور اضافہ ہو گیا جب قریش نے اسکی تاج پوشی کے لئے تاج تیار کروایا، اسے یہ گمان ہوا کہ وہ اب قریش کا سردار ہے، اس طرح وہ یکتا عرب سردار کہلائیگا، اور اسکی بات امور مملکت میں حرف آخر بن جائیگی، جب اسلام کا ظہور ہوا تو اسکا سارا کام بگڑ گیا، اسکے غرور اور کبر کا منصوبہ خاک میں مل گیا، چنانچہ اسکے دل میں سرور دو عالم ﷺ کے خلاف حسد اور کینہ نے پرورش پانا شروع کر دیا، اس نے آپ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، لہٰذا اسکے سارے نیک اعمال برباد ہو گئے اور وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گیا۔

اور اولاد کا وجود

ولید بن مغیرہ اور اسکو دی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَّمْدُوْدًا وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ سورہ مدثر آیت ۱۲ اور ۱۳۔

یعنی: میں نے اسے ایسا مال دیا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور اولاد دی جو اسکے ساتھ رہتی تھی۔

اس سلسلہ میں ان دونوں آیتوں کے اندر عدل خداوندی کا ملاحظہ فرمائیے، اس سرکش کے کفر و طغیان اور فسق و فجور کا تعلق صرف مال و دولت اور اسباب تعیش سے نہ تھا، بلکہ اسکی فطرت اور طبیعت خبیثہ کی وجہ سے تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ نعمت خداوندی کا منکر اور ناشکرہ تھا۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بڑا احسان کیا تھا، اس پر نعمتوں کی کثرت کر دی تھی، مختلف انواع و اقسام کی دولت سے اسے نوازا تھا، اسے اولاد بھی بہت زیادہ عطا فرمائی تھی، وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہتے تھے، ان سے بڑی محبت کرتا تھا، اپنے چاروں طرف انکو دیکھ کر خوش ہوتا تھا، یہ سب اولاد بھی اپنے والد کی مالداری کی بناء پر مالدار تھے، انہیں مال و دولت جمع کرنے کے لئے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اسکی اولاد کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ انکی تعداد دس تھی، بعض روایات میں اس سے زیادہ بیان کیا گیا ہے، مقاتل بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ انکی تعداد سات

تھی جو سب کے سب مرد تھے، اور انکے نام یہ تھے: ولید، خالد (سپہ سالار اسلام اور اللہ کی تلوار) عمارہ، ہشام، عاص، قیس، اور عبد شمس۔

بہر حال ان میں سے تین مشرف باسلام ہوئے جنکے نام یہ ہیں: خالد، ہشام، ولید۔ (تفسیر کشاف ۴/۱۸۲، تفسیر خازن ۷/۱۷۵، تفسیر رازی ۳۰/۱۷۵ او ۱۷۶)

ولید بن مغیرہ کو صرف نرینہ اولاد عطا کرنے میں بھی حکمت تھی، کیونکہ اسکے متعلق مشہور یہ تھا کہ یہ لڑکیوں کی پیدائش کو ناپسند کرتا تھا، صرف نرینہ اولاد کی پیدائش پر خوش ہوتا تھا، اس پر واجب تھا کہ اس کثیر مال ودولت کے ملنے پر اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتا، کیونکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش میں مال ودولت کی کثرت کے لحاظ سے ولید جیسی شہرت کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی، لیکن اس نے اپنی بد طینیتی کی بناء پر نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفر کیا، اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں اتار دیا، جس میں صرف اور صرف آگ ہے، ان نعمتوں کے بدلہ وہ صرف تجبر و تکبر کرتا تھا، نعمت خداوندی پاکر سرکش اور فاسق وفاجر بن گیا تھا، اس نے دعوت ورسالت محمدی ﷺ کا مقابلہ کیا، جبکہ اس کا دل مکمل طور پر گواہی دے رہا تھا کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں، عناد اور سرکشی کی بناء پر کفر کیا، لہذا اس کا دل سخت ہو گیا، اسکی طبیعت میں درشتی آگئی، ہر قسم کا گناہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا، چنانچہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں اہانت آمیز عذاب کا مستحق ٹھہرا۔

میں اسے آگ میں داخل کرونگا

قرآن کریم میں ولید بن مغیرہ کا ذکر بار بار آیا ہے، اللہ تعالی نے اسے سو دفعہ سے زیادہ تنبیہ اور خبردار کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے ولید بن مغیرہ کے متعلق ۱۰۴ آیتیں نازل فرمائی۔

ملعون ولید بن مغیرہ عہد نبوی کے شریروں اور خبیثوں کا ایک نمونہ تھا، اپنی بد طبیعتی کی وجہ سے بنی آدم کی سرکشی وعناد حق کی ایک مثال تھا، چنانچہ اسکا منصفانہ بدلہ یہ تھا کہ اسے آگ میں داخل کیا جائے، کیا تم جانتے ہو وہ کیسی آگ ہے؟

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کریم میں ولید کو آگ کی بشارت دینے والی آیتیں نازل ہوئی ہیں، اور بری صفات کے ساتھ اسکے اوصاف بیان کئے

گئے ہیں، اور اللہ تعالی کی ذات پر اسکے افتراء کا ذکر کیا گیا ہے۔

وہ آیتیں جن کے متعلق مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ ولید کے متعلق نازل ہوئیں ہیں، اور جن میں اس سرکش شیطان کی فطرت میں موجود فسق وفجور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ سورہ مدثر کی یہ آیتیں ہیں، آیئے ہم سب ان حکمتوں والی آیتوں کو پڑھتے ہیں:

﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا، وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَمْدُودًا، وَبَنِينَ شُهُودًا، وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا، ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ، كَلاَّ إِنَّهُ كَانَ لآيَاتِنَا عَنِيدًا، سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا، إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ، فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ، ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ، ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ، ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ، فَقَالَ إِنْ هٰذَا إِلاَّ سِحْرٌ يُؤْثَرُ، إِنْ هٰذَا إِلاَّ قَوْلُ الْبَشَرِ، سَأُصْلِيهِ سَقَرَ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ، لاَ تُبْقِي وَلاَ تَذَرُ، لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ، عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ سورہ مدثر آیت ۱۱ تا ۳۰۔

یعنی: مجھ کو اور اس شخص کو اپنے اپنے حال میں رہنے دو جس کو میں نے اکیلا یعنی بے سر وسامان پیدا کیا، اور پھر اسکو بہت سا مال دیا، اور ایسے بیٹے دیئے جو اسکی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں، اور ہر قسم کا دنیاوی سامان اسکے لئے مہیا کیا، اس پر بھی یہ ہوس رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، یہ ہرگز نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے، عنقریب اسکو سخت چڑھائی چڑھاؤنگا، کیونکہ اس نے تأمل کیا اور ایک اندازہ لگایا، سو یہ تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا، پھر وہ تباہ کیا جائے اس نے کیسا اندازہ لگایا، پھر اپنے اندازہ میں غور وتأمل کیا، پھر منہ بنایا اور تیوری چڑھائی، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا، پھر یہ کہنے لگا بس یہ قرآن تو ایک جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آتا ہے، یہ قرآن تو صرف کسی آدمی کا کلام ہے، میں عنقریب اسکو دوزخ میں داخل کرونگا، اور اے پیغمبر آپ کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے، وہ نہ کچھ باقی رکھے اور نہ کسی کو چھوڑے، کھال کو جھلس کر سیاہ کردینے والی ہے، اس جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔

قرآن کے دقیق وباریک انداز بیان نے نہایت خوبصورت پیرایہمیں ولید کی نفسیت کی صحیح تصویر کشی کی ہے، کیونکہ پہلے تو اس نے دیکھا پھر تیور چڑھایا اور پھر ضیق والم سے کہا: ﴿إِنْ هٰذَا إِلاَّ سِحْرٌ يُؤْثَرُ﴾ یعنی: یہ نہیں ہے سوائے مؤثر جادو۔ چنانچہ غضب الٰہی اور دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرا، قرآن کریم کی متعدد آیات کے

اندر اسے اوصاف ذمیمہ کے ساتھ متصف قرار دیا۔

ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہونے والی آیات کے متعلق امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ ساری آیتیں ولید کے متعلق نازل ہوئیں ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالی نے ولید کے عیوب بیان کرنے میں جس مبالغہ سے کام لیا ہے کسی اور کے متعلق بھی اس مبالغہ سے کام لیا ہو، اسے ایسے عار اور شرم دلایا جو دنیا و آخرت میں کبھی بھی اس سے علیحدہ نہیں ہونگے۔

دیکھئے کیا ولید کو اسکی دولت واولاد نے نفع پہنچایا؟ ﴿یَومَ لاَ یَنْفَعُ مَالٌ وَلاَ بَنُونَ إلاَّ مَنْ أتَیٰ اللهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ سورہ شعراء آیت ۸۸و۸۹۔

یعنی: جس دن مال و دولت کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے مگر اس شخص کو جو دل میں ایمان لے کر آیا ہو۔

ولید بن مغیرہ اللہ تعالی کے منصفانہ سزا کا مستحق ٹھہرا، اس کا انجام جہنم ہے وہ اس میں داخل ہو جائیگا، ﴿وَلاَ یَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَداً﴾ سورہ کہف آیت ۴۹۔

یعنی: تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

صدق اللہ العظیم

☆☆☆

عقبہ بن ابی معیط

☆ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ رکھنے والا، اور نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچانے والا۔

☆ آنحضرت ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا:

"میں دو برے پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا، ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط"۔

☆ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا:

"اگر میں تجھے مکہ سے باہر ملا تو تلوار سے تیری گردن اڑادونگا"۔

☆ آنحضرت ﷺ نے اسکے لئے بددعا کی اور فرمایا:

"اے پروردگار اسے اوندھے منہ گرادے اور اسکو پچھاڑدے"۔

عقبہ بن ابی معیط

تکذیب واستہزاء

اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم دیا کہ دین اسلام کی تبلیغ شروع کردیں، رسول خدا ﷺ نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا، آپ ﷺ اللہ کی راہ میں لوگوں کی ایذاء وتکالیف پہنچانے کی پرواہ نہیں فرماتے تھے، آپؐ نے کبھی بھی ایک لمحہ کیلئے ضعف یا کمزوری وسستی کا اظہار نہیں فرمایا۔

مشرکین قریش نے جو معاندانہ ومخالفانہ موقف اختیار کیا تھا وہی اسلام کی پیش قدمی کا سب سے بڑا سبب بنا، اسی کی وجہ سے آپؐ کو قوت وحوصلہ ملا، اور پختہ عزم وارادہ سے دعوت کے عمل میں گامزن رہے آپ ﷺ نے دعوت کو پورے ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں اور اسکے آس پاس کے گاؤں دیہاتوں اور لوگوں کی ٹولیوں، بازاروں محفلوں اور مواسم حج میں پھیلانا شروع کردیا۔

دوسری طرف قریش کی حالت یہ تھی کہ وہ آپؐ کی دعوت وتبلیغ سے سخت نالاں تھے، خصوصاً جب آپؐ اللہ تعالی کی آیات کریمہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے جن میں شفاء ورحمت، اور آنکھوں اور دلوں کے لئے نور وبصیرت تھی، جب مشرکین دیکھتے تھے کہ آپؐ لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلارہے ہیں تو آپؐ کو جھٹلانا اور آپؐ کا مذاق اڑانا شروع کردیتے تھے۔

اس طرح کی حرکتیں کرنے والوں میں زیادہ سخت آپؐ کا چچا ابولہب تھا، یہ آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا: یہ تم لوگوں کو تمہارے آباء واجداد کا دین ترک کرنے کا حکم دیتا ہے جو تمہارے لئے عار اور شرم کی بات ہے، اگر لوگ پوچھتے کہ یہ کون ہے جو انکو جھٹلا رہا ہے؟ تو جواب ملتا: یہ انکا چچا ہے، پھر لوگوں میں شور شرابہ شروع ہوجاتا تھا، کیونکہ لوگ جاہلانہ جذبات اور اپنے قدیم رسوم ورواج وعادات

وتقالید کے پیرو کار تھے، یہی وجہ تھی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے جتنی ایذاء پہنچائی گئی ہے اتنی ایذاء کسی کو بھی نہیں پہنچی" اسکی وجہ یہ تھی کہ جو تکلیف آپ کی ذات اقدس کو پہنچائی جاتی تھی اس کا موازنہ حکم الٰہی کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ سے نہیں کیا جا سکتا تھا۔

خبیثوں کی کمینگی

جس خبیث شخصیت کا ذکر ہم یہاں کر رہے ہیں اس کا تعلق ان خبثاء سے ہے جن کو حسد وکینہ نے اتباع رسول ﷺ سے باز رکھا، اور دعوت اسلامی کو عام لوگوں تک پہنچانے میں رکاوٹیں کھڑی کیں، خصوصاً ایذاء رسانی اور لوگوں کو دین جدید سے متنفر کرنے کی کوشش کی، یہ شخص نبی کریم ﷺ کا پڑوسی تھا، ابولہب کے ساتھ مل کر آپؐ کو ایسی ایسی ایذائیں پہنچاتا تھا کہ عام انسان کے لئے ان کا تصور بھی دشوار ہوگا۔

علامہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا نام ذکر کیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے پڑوسی تھے اور آپؐ کو ایذاء رسانی کی تلقین کیا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا:

وہ لوگ جو آپؐ کو آپؐ کے گھر میں تکلیف پہنچاتے تھے یہ تھے: ابولہب، حکم بن عاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی، ابن اصداء ہذلی، یہ سب آپؐ کے پڑوس میں رہتے تھے۔

یہاں ہم ان میں سے ایک کا تذکرہ کر رہے ہیں جس نے آپؐ کو ایذاء پہنچانے اور آپؐ کی دعوت کو روکنے کے لئے مختلف انداز اختیار کیے تھے، یہ قریش کے زنادقہ میں سے ایک زندیق عقبہ بن ابی معیط تھا، اس کا نام اَبان بن عمرو اموی قرشی اور کنیت ابوالولید تھی۔

عقبہ اور ابولہب باری باری آنحضرت ﷺ کو ایذاء پہنچاتے تھے، ابولہب گندگی اور غلاظتیں اٹھا کر آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر رکھدیتا تھا، اور عقبہ ایک ٹوکری لیتا تھا اور پھر اس میں پاخانہ اور غلاظتیں وغیرہ بھر کر آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر رکھدیتا تھا۔

ایک دن اسکی اس گھٹیا حرکت کو طلیب بن عمیر بن وہب بن عبد مناف قرشی نے دیکھ لیا، طلیب کی والدہ کا نام اروی بنت عبدالمطلب ہے جو نبی کریم ﷺ کی چچی

ہیں، طلیب نے وہ ٹوکری عقبہ کے ہاتھ سے چھین لی اور زور سے اسکے سر پر مارا پھر اسکے دونوں کانوں سے پکڑ کر خوب کھینچا، عقبہ نے جاکر طلیب کی والدہ سے شکایت کردی کہ تیرا بیٹا محمدؐ کی مدد کرتا ہے، اروئی نے جواب دیا: ہماری مدد کا محمدؐ سے زیادہ کون حقدار ہے اے ولید کے ابا؟ ہماری جان ومال محمدؐ پر قربان ہو جائیں۔

عقبہ یہ کھرا جواب سن کر بہت پیچ پا ہوا، اور اپنی سابقہ روش پر گامزن رہا، اور آپ کو مسلسل ایذائیں پہنچاتا رہا، یہانتک کہ ایک دن آپؐ نے اس سے فرمایا: "اے ابان کے بیٹے! کیا تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیگا؟"۔

اس کمینہ نے نہایت بدبختی کے ساتھ جواب دیا: نہیں جبتک تم بھی اپنی دعوت و تبلیغ سے باز نہ آجاؤ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "خدا کی قسم یا تو تم باز آجاؤ یا پھر تمہارے اوپر بہت بڑی مصیبت نازل ہوگی"۔ (انساب الاشراف ار۱۲۵و۱۲۶)

دو برے پڑوسی:

عقبہ بن ابی معیط اور ابو لہب دونوں ملکر آپ کو ایذاء پہنچانے میں لگے رہے اور اس گھٹیا حرکت سے باز نہیں آئے، یہ دونوں اپنی حرکتیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے تھے، ان کمینوں کی ایذاء رسانی کے متعلق ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں دو برے پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا، ابو لہب اور عقبہ بن ابی معیط، یہ دونوں کوڑا کرکٹ لاکر میرے گھر کے دروازہ پر رکھدیا کرتے تھے، بعض اوقات یہ اپنی غلاظتیں اٹھاکر لاتے تھے اور میرے دروازہ پر رکھدیتے تھے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر آنحضرت ﷺ نکلتے اور فرماتے تھے: "اے عبد مناف کی اولاد! پڑوسی کے ساتھ یہ کس قسم کا معاملہ کررہے ہو؟ پھر انکو راستہ کے ایک طرف رکھدیا کرتے تھے۔

حضرات انبیاء کرام کے صبر و تحمل میں اللہ تعالی کی حکمت ہے، اس کا مطلب یہ

وبلندی کا باعث ہیں، اور اس بات کی دلیل ہیں کہ ان حضرات کی قدر و منزلت نہایت اعلیٰ وارفع ہے، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں انکے رتبے میں مزید اضافہ ہوگا، آپؐ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: "سب سے شدید امتحان کا سامنا انبیاء کرام کو ہوتا ہے"۔ (بخاری واحمد وترمذی وابن ماجہ)۔

یہ انبیاء سابقین کی سنت ہے، علامہ بوصیریؒ نے اس سلسلہ میں کیا لطیف اور شیریں بات کہی:

جب نبی کو مشرکین کی طرف سے اذیت پہنچے تو اسے معیوب نہ سمجھ۔
ہر وہ مشقت وجہد جسکا سامنا نبی کو ہوا انکے حق میں یہ محمود اور ترقی درجات کا باعث ہے۔
اگر ان تروتازہ ہستیوں کو آگ میں داخل ہونے کی تذلیل کا سامنا کرنا ہوتا تو انکے لئے ان سختیوں کو پسند نہ کیا جاتا۔

عقبہ کی اصل کی کمینگی وخباثت

بدبخت عقبہ بن ابی معیط کا تعلق قریش کے گھٹیا نسب سے تھا، اسکی شخصیت بھی گھٹیا تھی، تھا بڑا احمق بے عقل، خبیث کافر، گھٹیا نفس، قریش کی محفلوں میں اسے ادنیٰ درجہ حاصل تھا، اسکی طبیعت ومزاج کے اندر غداری اور خیانت موجود تھی جو اسکی یہودیت سے مخلوط نسب کا اشارہ دیتی تھی، معتمد روایتوں میں اس خبیث کا مکمل نسب نامہ اور اسکی متعفن اصل کا مفصل بیان موجود ہے، اسکے گھٹیا اعمال وحرکات خود اس بات کی علامت ہیں کہ وہ بہت خسیس اور گھٹیا انسان تھا اور اسکی اصل کی بھی یہی حالت تھی۔

تاریخ اسکی گھٹیا اصل کی خبر یوں دیتی ہے

امیہ بن عبد شمس (عقبہ کا پڑدادا) ملک شام کی طرف گیا تھا، اور وہاں بیس سال قیام کیا، اس دوران اس نے ایک مقام صفوریہ کی ایک یہودی لونڈی کے ساتھ اپنا منہ کالا کیا، جبکہ اس کا شوہر موجود تھا جو خود بھی یہودی تھا اور صفوریہ کا رہنے والا تھا، اس لونڈی نے ذکوان کو جنم دیا تو امیہ نے دعویٰ کردیا کہ یہ میرا لڑکا ہے اور اسکی کنیت ابو عمرو رکھی، یہ ابو معیط کا باپ ہے جو ایک یہودی مرد کے عقد میں پیدا ہوا، امیہ اسے

اپنے ساتھ لے کر مکہ آگیا اور زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق اسکا نسب اپنے ساتھ ملحق کر دیا۔

اس کمزور اور گھٹیا شخصیت کے ساتھ بت پرست معاشرہ میں عقبہ بن ابی معیط پروان چڑھا اور جوان ہوا، اسکے نسب میں شک وشبہ موجود تھا اس لئے وہ اشراف قریش کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، تاکہ اسکی یہ کمی پردے میں چلی جائے جس کی وجہ سے اسکا نسب نامہ مجروح تھا اور اسکی بدنامی کا باعث تھا۔

گھٹیا طبیعت

فاسق وفاجر عقبہ بن ابی معیط کو فاجر قریشی سرداروں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کسی مال ودولت کی ضرورت نہیں تھی، اس کی کمینہ طبیعت خود اسکو کمینگی پر اکسایا کرتی تھی، شراب کے دھندے سے کمائے ہوئے مال کی اسکے پاس فراوانی تھی، شراب کے کاروبار میں اس زمانہ میں ہوش ربا منفعت حاصل ہوتی تھی۔

شراب کے مذکورہ دھندے کے علاوہ مکہ میں اسکے پاس بہت زیادہ بھیڑ بکریاں تھیں، انکو چرانے کے لئے اس نے دو لڑکوں کو اجرت پر رکھا ہوا تھا، ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، ذیل کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہے،

ابن عساکر وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

میں ایک لڑکا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کو چراتا تھا، آنحضرت ﷺ ابو بکرؓ کے ساتھ آئے، اور فرمایا:

"اے لڑکے کیا تیرے پاس کچھ دودھ مل جائے گا؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں، لیکن یہ میرے پاس امانت ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: میرے پاس ایک ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ کسی بکرا نے جفتی نہ کیا ہو۔

میں آپؐ کے پاس ایک بکری لے کر آیا، آپؐ نے اسکو باندھا، پھر اس پر ہاتھ پھیرنا اور دعا مانگنا شروع کر دی یہاں تک کہ اسکے تھنوں میں دودھ اتر آیا، ابو بکرؓ آپؐ کے پاس ایک پتھر لے کر آگئے جس کے درمیان میں گڑھا تھا، آپؐ نے اس میں دودھ دوہا، پھر ابو بکرؓ سے فرمایا: "پیو" ابو بکرؓ نے پیا، پھر آنحضرت ﷺ نے پیا، پھر آپؐ نے

بکری کے تھن سے فرمایا: "کم ہو جا" وہ کم ہو تا گیا یہاں تک کہ اپنی پرانی حالت پر آگیا۔

پھر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ یارسول اللہ مجھے بھی یہ کلام یا یہ قرآن سکھایئے، آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "تم تو سیکھے ہوئے لڑکے ہو" حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: میں نے براہ راست آپؐ کی زبان مبارک سے ستر سورتیں سیکھی جن کے سلسلہ میں کسی بشر نے میرے ساتھ نزاع نہیں کیا۔ (مختصر تاریخ دمشق ۱۴/۴۶ و ۴۷)

عقبہ کی فسق وفجور وایذاء رسانی کی ایک جھلک

اسلام مکہ مکرمہ میں پھیلنے لگا، قریش کی ایذاء رسانی میں بھی شدت آتی گئی، مشرکین کو دلی طور پر ناامیدی اور مایوسی ہوئی، اور انکے دلوں میں حسد، کینہ اور بغض نے گھر بنانا شروع کر دیا، سب سے زیادہ بغض بدبخت عقبہ بن ابی معیط کے دل میں پیدا ہوا تھا، خصوصاً اس کو نبی کریم ﷺ کی بے توجہی سے بہت زیادہ تکلیف پہنچتی تھی، آپؐ اور آپؐ کے صحابہ اسکی اور اس جیسے احمقوں کی اذیتوں کے سلسلہ میں عفو ودرگذر سے کام لیتے تھے، انکی اذیتوں پر صبر فرماتے تھے اور ان کو سزا دینے سے اعراض فرماتے تھے، اس عمدہ واعلیٰ اخلاق سے عقبہ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی، اور اسکے دل میں حسد وکینہ پرورش پاتا تھا، اور اسکے اندر ہر گھٹیا اور بے ہودہ حرکت کرنے کی جرأت پیدا ہوتی تھی۔

علامہ ابن سید الناسؒ نے اپنی کتاب "عیون" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:

مجھے عمرو بن عثمان بن عفان نے اپنے والد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرمایا:

قریش نے رسول خدا ﷺ کو جو سب سے زیادہ اذیت پہنچائی جسے میری آنکھوں نے دیکھا (عمرو فرماتے ہیں: جب عثمان یہ فرمار ہے تھے تو انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے) حضرت عثمان نے فرمایا:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرمار ہے تھے، آپکا دست مبارک

ابو بکرؓ کے دست مبارک میں تھا، جبکہ مقام حجر میں تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے: عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، جب آنحضرت ﷺ انکے نزدیک سے گذرے تو ان لوگوں نے تکلیف دہ بات کہی، جس کا اثر آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر ظاہر ہوا، میں آپؐ کے نزدیک پہنچ گیا یہاں تک کہ انکے درمیان ہو گیا، ابو بکرؓ اور میں نے آپؐ کو اپنے درمیان کر لیا، آپؐ نے اپنے انگشت مبارک میرے انگشت میں ڈالدیا، اور ہم نے اکٹھے طواف کیا۔

جب آپؐ ان لوگوں کے عین سامنے آگئے تو ابو جہل نے کہا: خدا کی قسم ہم کبھی بھی آپؐ سے صلح نہیں کرینگے جبکہ آپؐ ہمیں ان بتوں کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں جن کی ہمارے آباء واجداد نے عبادت کی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: "یہ ہو ہی نہیں سکتا"۔

پھر آپؐ وہاں سے گذر گئے، ان لوگوں نے آپؐ کے ساتھ تیسرے چکر میں بھی ایسا ہی کیا، جب آپؐ چوتھے چکر میں پہنچے تو ان لوگوں نے آپؐ پر حملہ کر دیا، ابو جہل آپؐ کے گریبان مبارک کو پکڑنے کے لئے جھپٹ پڑا۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں: میں نے زور سے اسکے سینہ پر مارا جس سے وہ اپنے کولہوں کے بل گر پڑا۔

حضرت ابو بکرؓ نے امیہ بن خلف کو دھکا دیا۔

اور سرکار دوعالم ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیدیا۔

پھر یہ سب آپؐ سے ہٹ گئے، آپؐ وہیں کھڑے رہیں، پھر فرمایا: "خبردار! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالی جلدی اپنا عتاب نازل فرمائینگے"۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں: خدا کی قسم ان میں سے ہر ایک پر لرزہ طاری ہو گیا، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے نبی کے ساتھ بہت برا سلوک کرنے والے لوگ ہو"۔

پھر آپؐ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، ہم بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ چلے یہاںتک کہ جب آپؐ اپنے گھر کے دروازہ تک پہنچ گئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"خوشخبری سنو! بیشک اللہ تعالی ضرور اپنے دین کو ظاہر فرمائیں گے، اپنے کلام کو

مکمل فرمائینگے، اپنے نبی کی مدد فرمائینگے، یہ لوگ جن کو تم لوگ دیکھ رہے ہو انکو تمہارے ہاتھوں سے جلد ذبح فرمائینگے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

پھر ہم لوگ وہاں سے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے، خدا کی قسم میں نے انکو دیکھا کہ اللہ تعالی نے انکو ہمارے ہاتھوں سے ذبح فرمایا (انکا اشارہ غزوہ بدر کی طرف تھا)۔

(عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ۱/۱۲۹)

عقبہ کی ایذاء رسانی میں انہماک

عقبہ بن ابی معیط - اللہ تعالی کی اس پر لعنت ہو - نے ایذاء رسانی کا سلسلہ جاری رکھا، اور پہلے کے مقابلہ میں اب اسکی ایذاؤں میں شدت پیدا ہوگئی، اب وہ آپؐ کے اپنے مکان سے نکلنے کا اور خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کا انتظار کرنے لگا، شاید اسے ایذاء رسانی کا کوئی موقعہ ہاتھ آجائے۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے اپنی سند کیساتھ عروۃ بن زبیرؓ سے روایت نقل کی ہے، فرمایا:

میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ مجھے کسی ایسے واقعہ کی کہانی سنایئے جو مشرکین کی طرف سے آپؐ کے خلاف شدید ترین تھا:

حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حجر کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط وہاں پہنچ گیا، اس نے اپنی چادر آپؐ کے گردن مبارک میں ڈالدی اور پھر زور سے دبانے لگا، حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں پہنچ گئے اور اسے مونڈھے سے پکڑ لیا پھر اسے زور سے دھکا دیا تو اس نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑ دیا، پھر ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ﴾ سورہ غافر آیت ۲۸۔

یعنی: کیا تم ایک آدمی کو یہ کہنے پر قتل کردوگے کہ میرا رب اللہ ہیں۔

یہ ایک دوسری جھلک تھی اس کمینہ کی عداوت اور ایذاء رسانی کی، روایات میں آتا ہے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی

معیط کہیں سے آگیا، اس نے اپنا ناپاک قدم نبی کریم ﷺ کے گردن مبارک پر رکھدیا اور خوب دبانے لگا، اس نے اتنے زور سے دبایا کہ آپؐ کی دونوں آنکھ مبارک باہر آنے کے قریب تھیں۔

تو بے دین ہو گیا ہے کیا اے عقبہ؟

باوجود اسکے کہ یہ بدبخت آپ کو مسلسل ایذاء پہنچا رہا تھا اور اسلام سے عداوت ودشمنی رکھتا تھا مگر آنحضرت ﷺ اسے اور اس جیسوں کو حق کی دعوت دیتے رہے، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ایک مرتبہ دعوت محمدی کا اس پر اثر ہو گیا تھا، اور قریب تھا کہ اسلام لے آتا، مگر ابی بن خلف نے اسے منع کر دیا، یہ دونوں ملعون آپس میں گہرے دوست تھے اور عقبہ بن ابی معیط ابی بن خلف کا ہم نشین تھا، عقبہ نے ایک مرتبہ دعوت ولیمہ کا انتظام کیا، اس میں قریش کو دعوت دی، اور آنحضرت ﷺ کو بھی دعوت دی، آپؐ نے اسکے ولیمہ میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا، آپؐ نے فرمایا: ”میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھاؤنگا جب تک تم اس بات کی شہادت نہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں“۔

عقبہ کو یہ اچھا نہیں لگا کہ آنحضرت ﷺ اسکی دعوت میں شرکت نہ کریں، یا اشراف قریش میں سے کوئی شخص شرکت نہ کرے، چنانچہ وہ اسلام لے آیا، آنحضرت ﷺ اسکے پاس آئے اور اس کا کھانا کھایا، اس پر اسکے دوست ابی بن خلف نے اسے ملامت کی، جبکہ وہ کھانے کے دوران موجود نہ تھا، ابی بن خلف نے اس سے کہا: اے عقبہ کیا تو بے دین ہو گیا ہے؟

عقبہ نے جواب دیا: مجھے یہ بات بہت گراں معلوم ہوئی کہ میری دعوت میں اشراف قریش میں سے ایک شخص شرکت نہ کرے، جبکہ اس کا کہنا یہ تھا کہ جب تک میں کلمہ شہادت نہ پڑھوں وہ میرا کھانا نہیں کھائیگا، مجھے حیا محسوس ہوئی میں نے کلمہ شہادت پڑھ دیا تو انہوں نے کھانا کھایا۔

اسکے دوست کمبخت ابی بن خلف نے اس سے کہا: میں اس وقت تک تجھ سے ناراض رہونگا جبتک تو اسلام سے رجوع نہ کرلے، انکے چہرہ پر جاکر نہ تھوک دے، انکی گردن پر پاؤں نہ رکھدے اور تو انکو بری باتیں نہ سنائے۔

دشمن خدا عقبہ بن ابی معیط نے بالکل ویسا ہی کیا جیسا کہ اسکے بدبخت دوست نے اس سے کہا تھا، چنانچہ اس نے ایک جانور کی اوجڑی اٹھا کر آپؐ کے گردن مبارک پر ڈالدی، آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا: "میں اگر مکہ کے باہر تجھے ملا تو تلوار سے تیری گردن اڑادونگا" اس طرح برے اعمال کی وجہ سے عقبہ اور ابی بن خلف تباہ وبرباد ہوگئے۔

امام ضحاکؒ فرماتے ہیں: جب عقبہ بن ابی معیط نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر تھوکا تو وہ لوٹ کر اسکے چہرہ پر آگرا، اس سے اس کا چہرہ اور اور دونوں ہونٹ جھلس گئے، اور اسکے رخسار جل گئے، اس کا اثر اس پر برقرار رہا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا گیا۔ (تفسیر قرطبی ۱۳/۲۵و۲۶)

ابی بن خلف عقبہ کا بہت برا دوست تھا، اس نے اسے اچھا مشورہ نہیں دیا، ایسے لوگوں سے دوستی کرنے کا انجام یہی ہوتا ہے کہ اسکے شر نے دونوں کو گھیر کر تباہ وبرباد کردیا، اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے خیر کی تلقین ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مالک بن دینارؒ نے کیا خوبصورت کلام کہا: نیک لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھانا بہتر ہے فجار کے ساتھ حلوہ کھانے سے۔

عقبہ قوم کا فاسق ترین آدمی

عقبہ بن ابی معیط کا اخلاقی ریکارڈ بڑا خراب ہے، اسکے ریکارڈ میں ایسے گھٹیا اور برے اعمال موجود ہیں کہ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا کمینہ اور گرا ہوا آدمی تھا، اس میدان میں یہ سب سے آگے تھا، قریش کی مجالس میں انکے ساتھ بیٹھتا تھا، وہ اس کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے، چنانچہ یہ انکو خوش کرنے کے چکر میں لگا رہتا تھا، اور ہر وہ کام کر گذرتا تھا جسکے بارے میں اسے اندازہ ہوتا تھا کہ قریش کو اس سے خوشی ہوگی۔

مشرکین قریش جانتے تھے کہ یہ بے عقل کمینہ اخلاقی طور پر کتنا گرا ہوا ہے، چنانچہ یہ لوگ اسے گھٹیا ترین حرکتوں کے لئے استعمال کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں بھی اس کمینہ نے کوئی معزز اور مشرف کام انجام نہیں دیا، وہ شیطان مصنوعی بہادر بنتا تھا، یہ قریش کی مجلس میں ابو جہل وغیرہ کو یہ کہتے ہوئے سنتا تھا: کون ہے جوان

اوجڑیوں کو اٹھا کر سجدہ کی حالت میں محمد کی گردن پر رکھدے؟

چنانچہ انکا بدبخت ترین آدمی عقبہ بن ابی معیط جلدی سے کھڑا ہو جاتا دیگر کمینے بھی اسکے پیچھے پیچھے ہوتے تھے، اور یہ جھوٹا قریشی انکے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہو جاتا اور اعلان کرتا: میں اس کام کے لئے تیار ہوں۔

لوگ اسے حقارت اور استہزاء سے کہتے: جی ہاں تم ہی اسکے اہل ہوا ے ولید کے ابا۔

یہ خبیث جلدی سے ان غلاظتوں کی طرف جاتا جن پر گھٹیا ترین حشرات ارض بھی اپنا قدم رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے، انکو اٹھا کر لاتا اور سجدہ کی حالت میں نبی کریم ﷺ کے مبارک جسم پر ڈالدیتا تھا، مشرکین دیکھ رہے ہوتے، ہنستے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتے تھے۔

آنحضرت ﷺ سجدہ اور مناجات کی حالت میں برقرار رہتے، یہانتک کہ ایک شخص جا کر سیدة نساء العالمین فاطمہ بنت محمد ﷺ کو اطلاع دیتا، وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی آتیں اور اپنے والد کے مبارک جسم سے ان غلاظتوں کو ہٹادیتیں، اور پھر اس گندگی کے اثرات کو جسم مبارک سے دھو ڈالتی، پھر مشرکین کے پاس آکر انکو برا بھلا کہتیں تو شرم سے انکا سر جھک جاتا تھا، کسی کو ایک حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوتی، سب پر ذلت و مسکنت کا ٹھپہ لگ جاتا اور غضب خداوندی کیساتھ واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

پھر اپنے سروں کو نیچے کر لیتے تھے

جب نبی کریم ﷺ نماز و مناجات سے فارغ ہو جاتے تو ان فاسقوں اور فاجروں کی طرف نظر دوڑاتے ایک ایک کر کے سب کو دیکھ لیتے ایسا لگتا جیسے آسمان سے ان پر لعنتیں نازل ہو رہی ہیں، پھر اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے لئے بددعا فرماتے، آپؐ جب بھی دعا فرماتے تھے تین مرتبہ فرماتے تھے، اور جب اللہ تعالی سے مانگتے تو تین دفعہ مانگتے تھے پھر فرماتے: "اے پروردگار تو قریش کو تباہ کردے"۔

جب مشرکین آنحضرت ﷺ کی آواز مبارک کو سنتے تو انکی ہنسی غائب ہو جاتی، اور آپؐ کی بددعا سے خوفزدہ ہو جاتے، پھر آپؐ فرماتے: "اے اللہ! ابو جہل کو ہلاک

کر دے، اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر دے، اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر دے، اے اللہ! ولید بن عقبہ کو ہلاک کر دے، اے اللہ! امیہ بن خلف کو ہلاک کر دے، اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر دے"۔

فاجر کمینہ عقبہ بن ابی معیط - خدا کی لعنت ہو اس پر - جب مشرکین کا یہ عاجزانہ اور ذلیل موقف دیکھتا تو اسے خود شرم آتی، اور ذلت وحقارت کے مارے چھپتا پھرتا تھا، کیونکہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ یہ مشرکین اس طرح کا عاجزانہ اور ذلت آمیز موقف اختیار کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا میں نے ان میں سے ہر ایک کو دیکھا جن کا نام آپؐ نے لیا تھا سب کے سب غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے، اور انہیں کر قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ (تاریخ اسلام - سیرت نبوی ص ۲۱۶ و ۲۱۷)۔

تین چیزوں کے متعلق ان سے سوال کرو

جب عقبہ بن ابی معیط کے ترکش میں کوئی تیر باقی نہیں رہا، تو اس نے قریش کے ساتھ مل کر سازش تیار کی تاکہ نور ہدایت کو تمام عالم تک پہنچنے سے روکے، کبار مشرکین کے اجتماع کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ محمدؐ کی حقیقت کو جاننے اور آپؐ کی دعوت کی تصدیق کے سلسلہ میں مدینہ منورہ کے یہودیوں کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔

اس مقصد کے لئے قریش کی نظر انتخاب دو کٹر دشمنان رسول پر پڑی، ان میں سے ایک قریش کا شیطان نضر بن حارث عبدری، اور دوسرا بدبخت عقبہ بن ابی معیط تھا۔

یہ دونوں مدینہ پہنچے، اور علماء یہود سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا، ان دونوں نے یہودیوں کو آپؐ کے حالات سے آگاہ کیا، آپؐ کے بعض اقوال کو سنایا، اور پھر ان دونوں نے کہا: تم لوگوں کے پاس تورات ہے، ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمیں ہمارے آدمی (محمدؐ) کے بارے میں بتاؤ کیا واقعی یہ سچے رسول ہیں؟

علماء یہود نے ان کو کہا: تم لوگ اپنے نبی سے تین چیزوں کے متعلق پوچھو، اگر ان کا جواب انہوں نے دیدیا تو واقعی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں، اور

اگر انہوں نے ان سوالات کا جواب نہ دیا تو وہ جھوٹے ہیں، لہٰذا تم انکے ساتھ جو چاہو کرو۔

پہلا سوال ان جوانوں کے متعلق پوچھو جو ایک عرصہ تک کہیں چلے گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ کیونکہ انکا معاملہ بہت عجیب وغریب تھا۔

دوسرا سوال اس آدمی سے متعلق پوچھو جس نے روئے زمین کے مشرق ومغرب کا چکر لگایا تھا، اسکی خبر کیا تھی؟

تیسرا سوال روح کے متعلق کرو کہ روح کیا چیز ہے؟

یہ لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں

یہ دونوں ملعون وخبیث عقبہ اور نضر نہایت غرور اور فجور کے ساتھ قریش کے پاس واپس پہنچ گئے، ان دونوں کو اور قریش کو یہ گمان تھا کہ ان سوالات کے ذریعہ وہ آنحضرت ﷺ کو لاجواب کر سکیں گے، مگر انکا خواب کہاں شرمندہ تعبیر ہوتا۔

ان مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے جب پہلا سوال ان جوانوں کے متعلق پوچھا جو پہلے زمانہ میں ایک عرصہ تک کہیں غائب ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل فرمایا: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَباً إِذْ أَوَىٰ الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّىءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ سورہ کہف آیت ۹و۱۰، باقی آیتیں نازل فرما کر ان جوانوں کے قصہ کو مکمل طور پر بیان کر دیا۔

ترجمہ: اے پیغمبر کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے، وہ وقت قابل ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی اور اپنے رب سے یوں کہا: اے ہمارے رب تو اپنے پاس سے ہم کو رحمت عطا کر اور ہمارے کام میں صحیح رہنمائی کا سامان مہیا کر دے۔

مشرکین نے دوسرا سوال اس آدمی کے متعلق کیا جس نے مشرق ومغرب کا چکر لگایا تھا، اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمایا: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْراً﴾ سورہ کہف آیت ۸۳، تا ختم قصہ اور مشرق ومغرب کے طواف کا ذکر۔

یعنی: اور اے پیغمبر یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا واقعہ تم کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

انکا تیسرا سوال روح کے متعلق تھا، اللہ تعالی نے اسکے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً﴾ سورہ اسراء آیت ۸۵۔

یعنی: اے پیغمبر یہ لوگ آپ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں آپ ان سے کہدیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

روح کے متعلق سوال کا یہ جواب دیا گیا کہ روح اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے ایک عجیب و غریب مخلوق ہے، یہ اللہ سبحانہ وتعالی کا امر ہے، اسکی حقیقت کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے، اور تمہارے لئے روح کو جاننے کے لئے اسکے آثار کو دیکھنا چاہیئے، جیسے حیات حس تمیز وغیرہ امور، کیونکہ تمہیں جتنا کچھ علم دیا گیا ہے وہ کم ہے، اور اللہ تعالی کے علم کے سامنے اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

یہ گفتگو اللہ کے رسول اور قریش کے زعماء اور عقبہ کے درمیان اپنے انجام کو پہنچ گئی، ان لوگوں کو اس میں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، یہود کی طرف وفد بھیجنا انکے لئے وبال بن گیا اور رسول کی صداقت کی حجت تمام ہو گئی، ان کو سخت غصہ اور صدمہ ہو رہا تھا، سب سے زیادہ عقبہ اور نضر ذلیل و رسوا ہوئے، اور انکو اپنے مذموم مقاصد میں ناکامی ہوئی۔

اے اللہ اسے اوندھا منہ گرادے اور ہلاک کردے

آنحضرت ﷺ ان مشرکین کی اذیتوں سے تنگ آکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے، اور مہاجرین کے ساتھ انصار کے امان میں نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے، لیکن کیا عقبہ نے اپنی کج روی اور گمراہیوں سے توبہ کر لی؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ خبیث کینہ اور حسد کی آگ اور بھڑکا دیتا ہے، اور رسول خدا ﷺ اور عام مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیتا ہے، عقبہ مکہ میں بیٹھ کر دو

ابیات کے ذریعہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کو دھمکاتا ہے، وہ کہتا ہے:

اے اونٹنی پر سوار ہو کر ہمارے یہاں سے ہجرت کر جانے والے تھوڑے ہی عرصہ میں تم مجھے دیکھو گے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچ گیا ہوں۔

میں اپنے نیزے کو آپ کے جسم میں گھونپ کر آپ کے خون سے اسکی پیاس بجھانا چاہتا ہوں اور تلوار سے آپ کے جسم کے ہر حصہ پر ضرب لگانا چاہتا ہوں۔

جب آنحضرت ﷺ کو اس خبیث کی ان دونوں ابیات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا: "اے اللہ! اسے اوندھا منہ گرادے اور ہلاک کردے"۔

ایک روز صبح سویرے ایک آواز نے قریش کو نیند سے بیدار کردیا، ایک شخص چیخ رہا تھا کہ تم لوگ اپنی تجارت کو بچانے کے لئے تیار ہو جاؤ، سب لوگ تیار ہو گئے، ان میں عقبہ بن ابی معیط پیش پیش تھا، یہ خبیث ایک گھوڑے پر سوار تھا، مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے اس نے اپنے جیسے فجار اور فساق کے متعلق اطمینان کر لیا کہ وہ بھی ساتھ ہیں، مگر شیخ الکفر والکفار امیہ بن خلف کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور لڑائی میں شرکت کے لئے تیار نہیں ہے، امیہ بوڑھا بدین اور سست آدمی تھا، عقبہ بن ابی معیط اسکے پاس آیا اور اسے بزدلی اور وعدہ خلافی کا طعنہ دینے لگا، پھر ایک انگیٹھی لے کر آیا جس میں آگ تھی، اور اسے عار دلاتے ہوئے کہا: اے علی کے ابا! اس آگ میں اپنے آپ کو سینکو کیونکہ تم عورتوں میں سے ہو۔

امیہ بن خلف نے کہا: اللہ تیرا برا کرے اور اس چیز کا بھی جو تو میرے پاس لے کر آیا ہے، پھر تیاری شروع کردی اور لڑائی کے لئے نکل پڑا۔

مشرکین مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے، مسلمان ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے، وہاں ان کو دو آدمی ملے، ایک کا تعلق قریش سے تھا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا، قریشی بھاگ گیا اور عقبہ کے غلام کو گرفتار کر لیا گیا، مسلمانوں نے اس سے مشرکین کی تعداد کے بارے میں پوچھا، وہ نہایت خباثت اور مکاری کے ساتھ جواب دینے لگا جو اس نے اپنے آقا عقبہ بن ابی معیط سے سیکھا تھا، اس نے کہا: خدا کی قسم انکی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ بڑے خطرناک ہیں، اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا گیا، اس نے وہاں بھی مشرکین کی صحیح صورتحال بیان کرنے سے انکار کردیا، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: "وہ یومیہ کتنے

اونٹ ذبح کرتے ہیں؟" اس غلام نے کہا: یومیہ دس اونٹ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی تعداد ایک ہزار ہے، ایک اونٹ ایک سو افراد کے لئے کافی ہے۔

عقبہ کی گرفتاری اور قتل

بدر میں معرکہ شروع ہوا، دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوگئیں، مسلمانوں کی تلواروں نے کفار کی گردنوں کو دھڑوں سے علیحدہ کرنا شروع کردیا، نشیبی زمینوں اور وادیوں میں بھاگنے والے جاکر پناہ لے رہے تھے، انہیں گرفتار کرکے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا، وہ بڑے بے آبرو ہوئے، ان گرفتار شدگان میں قریش کی طرف منسوب فاسق وفاجر عقبہ بن ابی معیط بھی تھا، اللہ تعالی نے اسے اوندھے منہ گرادیا جب اس کا گھوڑا اسکے قابو سے باہر ہوگیا، اور وہ زمین پر گرپڑا، حضرت عبد اللہ بن سلمۃ عجلانی کے ہاتھوں گرفتار ہوا، اللہ تعالی نے اس فاجر وفاسق کے متعلق اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی۔

آنحضرت ﷺ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور جب مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو آپؐ نے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح انصاری عقبی بدری کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے آنے والے اس خبیث اور روئے زمین کے بدترین آدمی کا سر قلم کردو۔

جب اس بزدل کمینہ نے حکم نبوی کو سنا کہ اسکو قتل کردو تو نہایت بے شرمی اور غیرتی کے ساتھ چیخ پڑا: اے محمد میرے بچوں کا کیا حال ہوگا؟

نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: "آگ میں جائیں گے"۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: روایات میں آتا ہے کہ عقبہ نے کہا: اے قریش! دیکھو میں تمہارے درمیاں کس کسمپرسی کے عالم میں قتل کیا جارہا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: "تمہارے کفر اور اللہ تعالی پر افتراء کرنے کی وجہ سے تمہیں قتل کیا جارہا ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے اسے مزید فرمایا: "تم قریشی نہیں ہو، تم ایک یہودی ہو اور

تمہارا تعلق صفوریہ والوں سے ہے"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عقبہ کی یہ بات سن رہے تھے: دیکھو اے قریش میں کس کسمپرسی کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے اسے جواب دیا: ایک باہر کے پیالہ کی آواز سنائی دی ہے۔

یہ حضرت عمرؓ کی ذہانت تھی، حضرت عمرؓ عقبہ بن ابی معیط کے نسب کی طرف اشارہ فرمارہے تھے، دراصل جواری جوا کھیلتے وقت بہت سے پیالوں کو استعمال کرتے تھے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ برکت اور کامیابی کیلئے عاریت پر لیے ہوئے کسی پیالہ کو بھی استعمال کرلیا جاتا تھا، اور جب اصل پیالوں کے ساتھ اسکو بھی ہلایا جاتا تو اسکی آواز ان سے مختلف ہوتی تھی، اس وقت کہا جاتا تھا: ایک باہر کے پیالہ کی آواز آئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے عقبہ کی مثال دی، مطلب یہ تھا کہ تمہارا تعلق قریش سے نہیں ہے، اور آنحضرت ﷺ کے قول کی تائید و تصدیق ہے کہ: "تم تو ایک یہودی ہو تمہارا تعلق صفوریہ والوں سے ہے"۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آنحضرت ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا: اے محمد! کیا تم مجھے قریش کے درمیان قتل کروگے؟۔

آپؐ نے جواب دیا: ہاں، کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ میں مقام ابراہیمی کے پاس سجدہ کی حالت میں تھا، یہ آیا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیا اور زور سے دبانے لگا، اتنی دیر اس نے دبا کر رکھا کہ جب اس نے پاؤں اٹھالیا تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب میری آنکھیں باہر نکل آئیں گی، ایک مرتبہ بکری کی آلائشیں اٹھا کر میرے سر پر ڈالدیا اس وقت میں سجدہ کی حالت میں تھا، فاطمہ بھاگ کر آئی اور اسے ہٹا کر میرے سر کو پانی ڈال کر صاف کردیا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۳۶)

حضرت عاصمؓ بن ثابت آگے بڑھے اور آنحضرت ﷺ کے حکم کو نافذ کردیا، زمین کو اس خبیث کے ناپاک وجود سے پاک کردیا، یہ پورا بدلہ تھا اسکے جرائم اور فسق و فجور کا۔

عقبہ کو قتل کرنے میں عدل اور بلیغ حکمت تھی

"معالم السنن" میں امام خطابی رحمہ اللہ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کے واقعہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ فوج کے سربراہ کے لئے کسی قیدی کو قتل کرنا جائز ہے اگر اس میں کوئی مصلحت ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عقبہ کو قتل کرنے میں بہت بڑی مصلحت تھی، اسکے ثمرات نہایت واضح ہیں، یعنی نافرمانوں فاسقوں سرکشوں اور دشمنوں کی شوکت کو ختم کرنا، خصوصاً غزوہ بدر کے بعد، جس سے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچی، اور انکے حوصلے بلند ہوئے، ان کا اس بات پر ایمان کامل ہو گیا کہ جو اللہ اور اسکے اور عام مؤمنین کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مناسب موقعہ پر کیفر کردار تک پہنچا دیتے ہیں۔

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت عقبہ کو زندہ چھوڑ دینے اور اسے قتل نہ کرنے میں اسلام کے لئے نہایت خطرناک تھا، کیونکہ اگر اسے چھوڑ دیا جاتا تو وہ شرک اور مشرکین کے مفاد میں کچھ بھی کر ڈالتا، اسی لئے اسے قتل کرنے اور کیفر کردار تک پہنچانے میں رسول خدا کی بے شمار حکمتیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے متعلق فرمایا: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوىٰ﴾ سورہ نجم آیت ۳ تا ۵۔

یعنی: اور نہ وہ اپنی نفسانی خواہشات سے کوئی بات بنا کر کہتے ہیں، ان کا فرمان تو صرف وحی ہے جو انکی طرف بھیجی جاتی ہے، اس وحی کو انہیں ایک بڑا طاقتور فرشتہ تعلیم دیتا ہے۔

جس دن ظالم غصہ سے اپنے ہاتھ کاٹ کھائیگا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيْلاً، يَا وَيْلَتَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَاناً خَلِيلاً، لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولاً﴾ سورہ فرقان آیت ۲۷ تا ۲۹۔

یعنی: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائیگا، اور کہے گا اے کاش میں

نے بھی رسول کے ساتھ ہو کر صحیح راہ اختیار کی ہوتی، ہائے میری خرابی کیا اچھا ہوتا کہ میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس دوست نے اس وقت جبکہ نصیحت میرے پاس پہنچ چکی تھی مجھے اس نصیحت کو ماننے سے بھٹکادیا، اور شیطان کی تو عادت ہی ہے کہ وقت پڑے پر انسان کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

علماء تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن میتبؒ وغیر ہم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ یہاں ظالم سے مراد عقبہ بن اُبی معیط ہے، اور اسکے دوست سے مراد امیہ اور ابی بن خلف ہیں، ان دونوں بد بختوں کے متعلق آنحضرت ﷺ خبر دے چکے ہیں کہ یہ حالت کفر میں قتل کر دیئے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عقبہ بن ابی معیط کے انجام بد کے لئے یہی کافی ہے کہ رب کائنات نے اسے ظالم سے تعبیر کیا ہے، اور یہ کہ اپنا ہاتھ کاٹ کھائیگا، اور اپنی ذات پر افسوس کریگا کہ کیوں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سلسلہ میں کوتاہی کی، سرکار دوعالم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا، چنانچہ خاسرین میں سے ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلایا کہ عقبہ کو اپنے کئے پر ندامت ہوگی، وہ کہے گا: اے میری ہلاکت وبربادی، اے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔

لفظ ''فلان'' کنایہ ہے اس شخص سے جس نے اس کو گمراہ کیا تھا اور وہ ابی بن خلف تھا، ابی بن خلف نے ایمان لانے کے بعد اسے گمراہ کر دیا تھا، اس کا مکمل قصہ گذر گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۱۳/۲۵و۲۶)

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جس نے اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا، اور لوگوں نے اسکی اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہ شیطان ہے، عذاب اور مصیبت کے نزول کے وقت اپنے پیروکاروں کو بے یار ومددگار چھوڑ کر چلا جائیگا۔

اس سلسلہ میں ایک شاعر نے کیا بہترین کلام کہا:

نیک لوگوں کے ساتھ دوستی کر صحیح سالم رہے گا، بروں کے ساتھ دوستی کریگا تو ایک دن اس پر نادم ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے عقبہ کے کفر کی شہادت خود دی ہے، جب اسے قتل کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم بہت برے آدمی تھے، خدا کی قسم میں نے اللہ اسکے رسول اور

اسکی کتاب کے ساتھ کفر کرنے والا تجھ جیسا نہیں دیکھا جو اپنے نبی کو اتنی ایذائیں پہنچاتا ہو جتنی تم نے پہنچائی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے قتل کیا اور میری آنکھوں کو سکون پہنچایا"۔ (المغازی ار۱۱۴)

عقبہ اور اس جیسوں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے خبردار کیا کیوں کہ یہ نہایت سرکش تھے اور آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے، خصوصاً عقبہ آپ کو بہت شدید ایذائیں پہنچاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو ایذاء پہنچاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَه لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنيَا والآخِرَةِ وأَعَدَّ لَهُم عَذَاباً مُهِيناً﴾ سورہ احزاب آیت ۵۷۔

یعنی: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی ہے اور انکے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کیا ہے۔

جو شخص اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچانے میں تعاون کرے اسکے لئے بہت سی آیتوں میں وعید کا ذکر آیا ہے، اس سے اندازہ کیجئے کہ جو شخص براہ راست ایذاء پہنچائیگا اسکے ساتھ کیسا معاملہ ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُم عَذَابٌ أَلِيم﴾ سورہ توبہ آیت ۶۱۔

یعنی: وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں انکے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقبہ بن ابی معیط اور ان کفار قریش کو جو غزوہ بدر میں قتل ہوئے انکو "بوار" کی بشارت دی ہے، اور بوار سے مراد جہنم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَم تَر إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعمَةَ اللهِ كُفراً وَأَحَلُّوا قَومَهُم دَارَ البَوَار، جَهَنَّمَ يَصلَونَهَا وَبِئسَ القَرَار﴾ سورہ ابراہیم آیت ۲۸و۲۹۔ (فتح الباری ۸ر۲۲۹)

یعنی: کیا آپ نے نہیں دیکھا اے محمد ان لوگوں کو جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے مکان میں اتار دیا ہے، جو جہنم ہے اس میں وہ داخل ہونگے، کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جہنم۔

یہ آیت کافی ہے تنبیہ اور خبردار کرنے کے لئے عقبہ کو اور اس جیسے دیگر کفر و گمراہی کے قائدوں اور سرغنوں کو، حقیقت یہ ہے کہ کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے۔

سفیان بن خالد

☆ دنیا کے بدترین فاسد و فاجر اور خبیثوں میں سے تھا۔
☆ اللہ اور اسکے رسول کا دشمن تھا۔
☆ اسے قتل کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن انیس کو بھیجا تھا جنہوں نے اسکا کام تمام کر دیا۔

سفیان بن خالد

خبیث بخیل

۳ھ کو واقع ہونے والے غزوہ احد میں مسلمانوں کے ساتھ اخیر میں جو کچھ پیش آیا مدینہ اور مکہ کے قریب رہنے والے بعض بائل نہایت اہتمام کے ساتھ ان کا مشاہدہ کرتے رہے تھے، اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے، قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے ان بے وزن لوگوں کو ورغلانا شروع کر دیا تھا تاکہ یہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، چنانچہ ان سب نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

آنحضرت ﷺ کے کچھ جاسوس مصروف کار تھے، جو آپ کو ان قبائل کی نقل وحرکت سے باخبر رکھا کرتے تھے، چنانچہ ان تحریکوں کے سر اٹھانے سے پہلے ہی ان کو کچل دیا جاتا تھا۔

متواتر خبروں سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے بدترین فاسق وفاجر آدمی سفیان بن خالد بن نبیح ہذلی لحیانی نے فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں ہیں تاکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف جنگ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔

آپ کو مسلسل اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ خبیث سفیان بن خالد ہذلی نے مقام عرنہ کو اپنا گڑھ بنالیا ہے، اور بخیل فقیر ومسکین کرایہ کے بدمعاش اور اوباش لوگ اسکے پاس جمع ہو رہے ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر لٹیرے اور غنڈے بدمعاش خونریزی کرنے اور لوگوں کی جان مال اور عزت وآبرو پر حملہ کرنے والے لوگ ہیں۔

یہ کون لوگ ہیں

بنو ہذیل، لحیان اور فساق وفجار عربوں سے تعلق رکھنے والی ان جماعتوں کو صحیح طور پر جاننے کے لئے شاعر رسولؐ حضرت حسان بن ثابتؓ کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے:

اگر کمینگی کو انسان کے بھیس میں پیدا کیا جائے اور اسکو قوت گویائی عطا کی جائے تو یہ ہذیل کے بہترین افراد ہوں۔

تمہیں انکی آنکھوں کے درمیان کمینگی کندہ نظر آئیگی، جس طرح گدھیوں کے بازوؤں پر نشان لگانے والے نشان لگاتے ہیں۔

قبریں انکی میتوں سے بیزار ہو کر روتی رہتی ہیں یہانتک کہ قیامت کا صور پھونکا جائے۔

یہ لوگ قنفذ ۰ کی طرح ہیں دن کی روشنی میں بے نقاب ہونے سے ڈرتے ہیں اور رات کے اندھیرے میں چلنے والوں پر حملہ کرتے ہیں۔

ان لوگوں کی خباثت اور کمینگی اور فواحش ومنکرات کے ارتکاب بلا کسی شرم وحیا کے سلسلہ میں روایات میں آتا ہے کہ جب قبیلہ ہذیل نے مسلمان ہونا چاہا تو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپؐ ہمارے لئے زنا کو حلال قرار دیں، زنا انکے نزدیک کوئی معیوب چیز نہیں تھی، شیطان نے برے اعمال کو مزین کر کے انکے سامنے پیش کیا تھا، چنانچہ انکی قباحت انکی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکو اس سلسلہ میں شرم اور عار دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

قبیلہ ہذیل نے رسول خدا سے ایک فحش عمل کو جائز قرار دینے کا مطالبہ کیا، ہذیل اپنے سوال میں حق پر نہ تھا، بلکہ راہ حق سے بھٹک گیا۔

انہوں نے اپنے رسول سے ایک ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو انکو آپؐ کبھی دینے والے نہیں ہیں اگرچہ وہ سب مر جائیں، وہ عربوں کے لئے باعث سب وشتم تھے۔

تو ہذیل کیلئے کبھی بھی کوئی داعی نہیں پائیگا، جو جنگ کے بجائے حسن خلق کی دعوت دیتا ہو۔

بہت برا ہوا انکا، وہ چاہتے تھے کہ فحاشی کے ناطے ایک ایسی چیز کو حلال قرار دیں جس کی حرمت تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔

ان تمام بری، گندی اور خبیث عادتوں و خصلتوں کی بنیاد پر سفیان بن خالد ہذلی سرکش کافروں کو اپنی طرف جذب کر لیتا تھا، بنولحیان وغیرہ کے اوباشوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا تھا، جو ظاہری اور باطنی فحاشی کے دلدادہ تھے، حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

ہر حالت میں قبیلہ لحیان کے لئے بربادی ہو کیونکہ وہ ہر غلیظ اور بیہودہ شی کا ذکر کیا کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کمینہ کا کام اس طرح تمام کرنا چاہا کہ اسے وہم وگمان تک نہ ہو کہ اس راستہ سے اس پر حملہ ہوگا، آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں کیا اقدام کیا؟ ملاحظہ کیجئے۔

ایک بہادر فدائی

آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے طریقہ کے بارے میں غور فرمایا جس سے اس سرکش کی سرکشی میں اضافہ ہونے اور اپنے گرد شیاطین فسق وفجور کو جمع کرنے سے پہلے اس کا کام تمام کر دیا جائے، آپؐ نے دیکھا کہ نڈر بہادر حضرت عبداللہ بن انیس انصاری جہنی اعلی فدائی مہم سر کر کے انصار کی تاریخ میں ایک سنہرا باب رقم کر سکتے ہیں، اور سفیان بن خالد کو ہلاک کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نہایت بہادر صحابہ کرام میں سے تھے، موت سے نہیں گھبراتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن انیس ان صحابہ میں سے تھے جن کی شجاعت وبسالت اور فدائیانہ کارروائیوں سے نبی کریم ﷺ بخوبی واقف تھے، آپؐ نے ان کے ذمہ وہ کام سپرد کیا جو کسی اور کے ذمہ نہیں لگایا، آپؐ جانتے تھے کہ یہ حق کے لئے مرمٹنے والے ہیں، جب کبھی رسول خدا کی دعوت سنتے فوراً لبیک کہتے تھے۔

یا رسول اللہ! مجھے اس کا حلیہ بتائیے

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سرکار دوعالمؐ کی مہم سر کرنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے، لیکن وہ اس فاسق وفاجر سفیان بن خالد ہذلی کی شکل وصورت سے ناواقف تھے، لہذا انہوں نے نہایت ادب واحترام سے سوال کیا:

یارسول اللہ! آپؐ مجھے اس کا حلیہ بتایئے۔

آپؐ نے فرمایا: "جب تم اسے دیکھو گے تو ڈر جاؤ گے، اس پر بھی کپکپی طاری ہو جائیگی، اسے دیکھ کر تمہیں شیطان یاد آجائیگا"۔

یہ کیسے اوصاف ہیں؟ جی ہاں واقعی یہ اوصاف ڈراونے ہیں، ان کو سن کر ہر شخص خوف زدہ ہو جاتا ہے، دنیا کا بہادر سے بہادر اس خبیث فاجر وفاسق سے ملنے سے کتراتا ہے جس نے شیطان کا بھیس اختیار کر رکھا ہو۔

جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے اسکے حلیہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے اسے بیان کیا اور صحیح بیان کیا، اسکی شرارت اور خباثت کی مثال شیطان سے دی، آنحضرت ﷺ نے دشمنان اسلام میں کسی کے اوصاف کبھی بھی اس طرح نہیں بیان فرمائے۔

حضرت عبداللہؓ نہایت جری، شجاع، مضبوط دل، اور موت سے نہ ڈرنے والے انسان تھے، میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں سے زور آزمائی سے خوفزدہ نہیں ہوتے تھے، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے انکو اس سخت مہم کے لئے منتخب فرمایا تھا، آپؐ نے سفیان کے نہایت دقیق اوصاف بیان کر کے ان کو پہلے سے ہوشیار کر دیا، آپؐ نے فرمایا:

"جب تم اسے دیکھو گے تو ڈر جاؤ گے، اس پر بھی کپکپی طاری ہو جائیگی، اور تمہیں شیطان یاد آئیگا"۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے نہایت شجاعت وبہادری کے ساتھ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کبھی کسی چیز سے خوفزدہ نہیں ہوا، ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں کبھی کسی چیز سے خوفزدہ نہیں ہوا۔

آپؐ نے فرمایا: "تمہارے اور اسکے درمیان نشانی یہی ہے" اس جملہ کا مقصد حضرت عبداللہؓ کے حوصلے مزید بلند کرنا تھا، اور انکے دل میں شجاعت وبسالت میں اور اضافہ کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ کا اس فاسق وفاجر شخص کے اوصاف ان الفاظ میں بیان کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اسکا ظاہری منظر بہت برا تھا، اسکے اخلاق نہایت گھٹیا تھے، بہت

برا کمینہ تھا، اس کا نفس خسیس و دنیء تھا، بالکل شیطان سے مشابہت رکھتا تھا، جس کی اللہ رب العزت نے نہایت قبح و سوء کے ساتھ مثال دی۔

اللہ تعالیٰ نے سفیان بن خالد کو فسق و فجور اور برے منظر سے نوازا، یہانتک کہ دنیا کے بڑے بڑے بہادر اسے دیکھتے ہی مرعوب اور خوفزدہ ہو جاتے تھے۔

اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا

جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو اپنی مہم کا پتہ چل گیا، اور دشمن کے تمام احوال سے واقف ہو گئے جس کو ٹھکانہ لگانے کے لئے روانہ ہو رہے تھے، تو دشمن کی طرف تن تنہا نکل گئے صرف ایک تلوار ہاتھ میں لی، آنحضرت ﷺ کی ہدایت پر چلنے لگے اور کسی سے کوئی رہنمائی نہیں لی۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ راستہ میں جب کسی سے ملتے تو اس سے کہتے کہ میں سفیان بن خالد سے ملنے جا رہا ہوں، جب ٹھیک اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں پر یہ خبیث رہتا تھا، اور جہاں بخلاء اور فقیروں کو اس نے جمع کر رکھا تھا، وہاں جاکر اس سے ملاقات کی، اس کے چاروں طرف ڈاکوؤں اور لٹیروں کا ہجوم تھا، جب وہ چلتا تھا اس کے پیچھے پیچھے نیگرو اور بڑے بڑے فساق و فجار چلتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی نظر اس پر پڑی، فرماتے ہیں:

میں خوفزدہ ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے اسکے جو اوصاف بیان فرمایا تھا ان سے میں نے اسے پہچان لیا تھا، جیسا کہ آپؐ نے فرمایا تھا اس پر کپکپی طاری ہو گی تو وہ بھی میں نے دیکھ لیا، اور میں نے اپنے آپ کو محسوس کیا کہ میں پسینہ میں شرابور ہو گیا ہوں، میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا، میں اسکی طرف بڑھا، مجھے خدشہ ہوا کہ شاید میرے اور اسکے درمیان معرکہ شروع ہو جائے تو میری نماز فوت ہو جائے، چنانچہ میں اسکی طرف بڑھ بھی رہا تھا اور آنکھوں اور سر کے اشارہ سے رکوع و سجدہ بھی کر رہا تھا، جب میں اسکے قریب پہنچ گیا تو اس نے پوچھا: تم کس قبیلہ کے آدمی ہو؟

میں نے جواب دیا: قبیلہ خزاعہ سے، محمد کے خلاف تم لوگوں کے یہاں مجتمع ہونے کا سنا تو میں بھی تمہارا ساتھ دینے کے لئے آگیا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے کہدیا تھا کہ تم اپنی نسبت قبیلہ

خزاعہ کی طرف کرنا۔

سفیان بن خالد نے تکبر و تجبر کے ساتھ کہا: صحیح کہا تم نے، میں محمد کے خلاف لوگوں کو یہاں جمع کر رہا ہوں۔

حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں: میں اس کے ساتھ چلا، اس سے بات چیت کی، اسے میری باتیں بڑی میٹھی محسوس ہوئیں، میں نے اسے ایک شعر بھی سنایا، حضرت عبد اللہؓ شاعر صحابہ کرام میں سے تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انیسؓ نے فاسق و فاجر سفیان بن خالد کو خوش کرنے کے لئے اشارہ کنایہ استعمال کرنے اور خوش الحانی کی آنحضرت ﷺ سے پہلے سے اجازت لے لی تھی، تاکہ اس کمینہ کے دل میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے، یا انکی وہاں آمد کے بارے کسی قسم کا شبہ نہ ہو، اور اس خبیث کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ آپؓ یہاں صرف اسکی مدد کے لئے آئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن انیسؓ نے سفیان بن خالد کو خوش کرنے کے لئے مزید کہا: تعجب ہے محمد کے اس جدید دین پر، انہوں نے اپنے آباء و اجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا اور انکو بے عقل کہا۔

سفیان بن خالد نے حضرت عبد اللہؓ کی باتوں پر لطف اندوزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: دراصل بات یہ ہے کہ محمد کو مجھ جیسے آدمی سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

یہ اعجاز نبوی کا ایک اور شاہکار ہے دیکھئے اس نے خود ہی کہا کہ اس کا کوئی شبیہ موجود نہیں ہے، خساست دنائت قباحت اور فسق و فجور کے لحاظ سے واقعی اسکا کوئی شبیہ نہیں تھا جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اس کمینہ کو کس طرح قتل کیا گیا؟

حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے لئے اس خبیث کو آسانی کے ساتھ ٹھکانہ لگانا مشکل تھا، اس کے لئے نہایت شجاعت اور حکمت کی ضرورت تھی، عبد اللہ بن انیس نے خالد بن سفیان کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا:

سفیان جب زمین پر چلتا تھا تو اسکے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہوتا تھا اور اسکا جسم بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے چلتے وقت زمین سے آواز آتی تھی۔

لہذا حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس سے نہایت اطمینان اور تصنع سے نمٹا جائے،

حضرت عبد اللہؓ اس فاسق شیطان کے ساتھ چلے جس کے بوجھ کی وجہ سے زمین سے دھک دھک کی آواز آتی تھی، اس سے دلچسپی کی باتیں کرتے رہے یہانتک کہ اس کی خفیہ آرامگاہ کے پاس پہنچ گئے، اس کے وہاں پہنچتے ہی سارے پہرہ دار نزدیک کے مکانات میں چلے گئے، اس کی آرامگاہ کو پہرہ داروں نے گھیرے میں لے رکھا تھا ہلکی سی آواز پر بھی وہ کارروائی کرنے کیلئے مستعد رہتے تھے، یہاں پہنچ کر اس نے عبد اللہ بن انیسؓ سے کہا: اندر آؤ اے خزاعی بھائی۔

حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں: میں اندر جا کر اسکے نزدیک کھڑا ہو گیا، اس نے مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا، میں نے تھوڑا سا چھک کر دیکھا پھر اسے لوٹا دیا، اونٹ کی طرح اس نے اس دودھ کو پی لیا، پھر مجھ سے کہا: بیٹھو، میں اسکے ساتھ بیٹھ گیا یہاں تک کہ کافی رات ہو گئی، اسکے اردگرد لوگوں کی ریل پیل ختم ہو گئی اور سب لوگ سو گئے، میں نے تھوڑا انتظار کیا یہانتک کہ سفیان بن خالد بھی گہری نیند سو گیا، میں نے موقعہ غنیمت سمجھ کر تلوار نکال کر اس پر حملہ کر دیا، اسکو قتل کر دیا، اسکا سر اپنے ساتھ لے لیا، وہاں سے جب میں نکلا تو اسکی عورتیں اس پر رو رہی تھیں۔

میں وہاں سے نکل کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا، اور ایک غار میں چھپ گیا، ان کے شہسوار اور پیادے سب میری تلاش میں مصروف ہو گئے، مکڑیوں نے غار کے منہ پر جال بنا لیا، ایک آدمی مجھے تلاش کرتا ہوا غار تک پہنچ گیا، اسکے پاس ایک بہت بڑا برتن تھا، جبکہ ہاتھ میں جوتے تھے، میں بغیر جوتوں کے تھا، اس نے برتن اور جوتے وہاں رکھے اور غار کے دروازہ پر بیٹھ گیا، پھر اپنے آدمیوں سے کہا: غار میں کوئی نہیں ہے، لہٰذا تم لوگ واپس چلے جاؤ۔

مجھے سخت پیاس لگی تھی، میں نے اسکے برتن کا سارا پانی پی لیا، اور اسکے جوتے پہن لئے، میں رات بھر چلتا تھا، اور دن کو چھپ جاتا تھا، یہانتک کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا، آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، جب مجھے دیکھا تو فرمایا: "تیرا چہرہ مبارک و کامیاب ہو"۔

میں نے کہا: "آپ کا چہرہ انور کامیاب و مبارک ہو یا رسول اللہ، میں نے اسے قتل کر دیا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا"۔

پھر میں نے خبیث سفیان بن خالد کا سر آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا، اور آپ کو سارا قصہ سنایا، آپؐ نے مجھے ایک لاٹھی عطا فرمائی پھر فرمایا: "اس کے سہارے تم جنت داخل ہو جاؤ گے، کیونکہ لاٹھیوں کے سہارے جنت میں جانے والے بہت کم ہونگے"۔ (المغازی ۲/۵۳۱-۵۳۳)

یہ مبارک لاٹھی حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے پاس رہی، جب انکی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ اس لاٹھی کو انکے کفن کے ساتھ رکھ دیا جائے، لوگوں نے انکی وصیت کے مطابق عمل کیا، اور اس لاٹھی کو بھی انکے ساتھ دفن کر دیا گیا، انکی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

سفیان بن خالد کو ۴ھ میں قتل کیا گیا تھا، موسی بن عقبہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے اطلاع دیدی تھی کہ سفیان بن خالد کو قتل کر دیا گیا ہے، یہ آپؐ کے دلائل نبوت میں سے ہے، حضرت عبد اللہؓ نے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

میں نے گائے کے بچے کو اس حالت میں چھوڑا جیسے وہ اونٹ کا بچہ ہو، اسکے ارد گرد نوحہ خوانی کرنے والی عورتیں اپنا گریبان چاک کر رہی ہیں۔

سفید صیقل تلوار سے جب میں نے اس پر حملہ کیا تو میرے اور اسکے پیچھے سواری تیار تھی۔

وہ تلوار درع میں جکڑے ہوئے جنگجوؤں کی کھوپڑیوں کو خوب کاٹ رہی تھی، اس سے شعلے بھڑک رہے تھے۔

میں اس سے کہہ رہا تھا جب میری تلوار اسکے سر کو کاٹ رہی تھی: میں انیس کا بیٹا ہوں، شہسوار ہوں، بزدل کمینہ نہیں ہوں۔

میں نے اس سے کہا: یہ لے، مار کھا اس شخص کی جو شریف ہے اور پیغمبر محمدؐ کے دین پر یکسوئی سے عمل کرتا ہے۔

میری ہمیشہ سے عادت یہ تھی کہ جب پیغمبر کسی کافر کو ٹھکانہ لگانے کا ارادہ فرماتے تو یہ خدمت انجام دینے کے لئے سنگین لے کر خود سب سے پہلے حاضر ہو جاتا تھا۔

اس طرح حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فاجروں اور فاسقوں کے

سربراہ سفیان بن خالد کا کام تمام کر دیا، اس سے فسق وفجور کا اجتماع بھی انتشار اور افراتفری کا شکار ہو کر ختم ہو گیا، سفیان بن خالد اپنے فسق وفجور کی وجہ سے جہنم کا مستحق ٹھہرا، جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لڑائی سے محفوظ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل فرمائیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا

یہ خبیث فاجر وفاسق سفیان بن خالد بن نُبیح ہذلی عہد نبوی کے شر پسندوں میں سے ایک تھا، راہ ہدایت سے لوگوں کو روکتا تھا، مسلمانوں سے دشمنی کرتا تھا، انکو ستاتا تھا، اور اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا تھا، رسول خدا کے خلاف ہمیشہ دل میں شر پسندی کا عزم رکھتا تھا، مختلف ذرائع اور وسائل کے ذریعہ دعوت اسلامی کو ختم کرنا چاہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل ورسوا کر دیا، اس کو ہلاک کیا، اس پر لعنتیں بھیجیں، جہنم کی آگ کو اسکا ٹھکانہ بنایا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، جو اسکے برے اعمال کی سزا ہے، جو لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا اس کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں انکے لئے اللہ تعالیٰ نے درج ذیل سزا کا اعلان فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَه وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِم وَأَرْجُلُهُم مِن خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُم خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُم فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيم﴾ سورہ مائدہ آیت ۳۳۔

یعنی: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کو دوڑے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان میں ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا انکو ملک بدر کر دیا جائے، یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

سفیان بن خالد نے رسول خدا سے دشمنی مول لے کر اللہ تعالیٰ سے جنگ کی، اسی طرح اسلام نہ لا کر اور دین حق کو قبول نہ کر کے بھی، بلکہ اپنے اردگرد فاسقوں، فاجروں، لٹیروں، غنڈوں اوباشوں اور بدکرداروں کا ایک زبردست طوفان کھڑا کیا،

تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو سے کھیل سکے، سفیان ان سب کا سرغنہ اور انکا اصل محرک تھا، اسی لئے دنیا میں ذلت اور رسوائی کا مستحق ٹھہرا، جبکہ آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ نہ مریگا نہ جئے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرنے والے کو آگ کی بشارت دی گئی ہے، ان میں سے یہ سفیان بھی ہے جس نے بڑی سرکشی کی تھی، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَه وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَه يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَه عَذَابٌ مُهِيْنٌ﴾ سورہ نساء آیت ۱۴۔

یعنی: جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکے حدود کو تجاوز کر جائے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل فرمائیں گے اور اسکے لئے ذلت آمیز عذاب تیار ہے۔

کفر اور نافرمانی کا ارتکاب کر کے خبیث سفیان بن خالد نے ظالم مجرموں کے طریقہ پر عمل کیا، اسکے گناہوں نے اسکو چاروں طرف سے گھیر لیا، اور اس طرح وہ جہنمیوں میں سے ہو گیا جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، ان پر کلمہ خداوندی صدق وعدل کے ساتھ صادق آیا۔

احادیث نبویہ کے اندر ہر اس شخص کو عذاب کی بشارت دی گئی ہے جس کو اللہ کا رسول خود قتل کرے یا قتل کرنے کا حکم دیں، حدیث شریف میں آیا ہے: "ہر وہ شخص جس کو کوئی نبی قتل کریں، یا اسکو نبی کے حکم سے انکے زمانہ میں قتل کیا جائے، جب سے اسے قتل کیا گیا ہے اس وقت سے لے صور پھونکنے تک اس پر مسلسل عذاب ہوگا" (سیرت حلبیہ ۲/۵۱۲)۔

سفیان بن خالد کو نبی کریم ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا تھا، لہذا اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گیا، بیشک تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

☆☆☆

کعب بن اشرف

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"اے اللہ آپ کسی بھی طریقہ سے کعب بن اشرف کو میری طرف سے ہلاک فرمادے، کیونکہ وہ اعلانیہ شر پسند ہے اور غلط اشعار کہتا ہے"۔

☆ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:
"کوئی ہے کعب بن اشرف کو ٹھکانہ لگانے والا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہنچائی ہے"۔

☆ کعب بن اشرف کو بعض انصاری صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے قتل کیا۔

کعب بن اشرف

پرانی دشمنی

جب آنحضرت ﷺ اور مہاجرین مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اس وقت مدینہ منورہ کے باشندوں کا تعلق صرف ایک قبیلے سے نہیں تھا، بلکہ اسمیں مختلف قبائل اور مختلف ادیان وافکار کے حامل لوگ رہتے تھے جو درحقیقت ایک دوسرے کی ضد تھے، ان میں کچھ مسلمان تھے جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے، کچھ بت پرست تھے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے، اور کچھ یہودی تھے جن کے پاس اسلحے، قلعے اور مال ودولت کی فراوانی تھی، اور یہ انصاری قبائل اوس وخزرج کے حلیف تھے، نبی کریم ﷺ نے یہاں تشریف لانے کے بعد اس پورے معاشرہ کی اصلاح کا ارادہ فرمایا، لوگوں کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص خود مسلمان ہے تو اس کا والد مشرک ہے، یا بھائی مشرک ہے۔

آنحضرت ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد آپؐ کو مشرکین اور یہودی شدید ترین ایذاء پہنچاتے تھے، جن میں کعب بن اشرف یہودی نضری بھی تھا۔

امام بیہقیؒ نے دلائل نبوت میں روایت نقل کی ہے کہ کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا، اور نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتا تھا، اور کفار قریش کو اپنے اشعار کے ذریعہ ورغلاتا تھا۔ (دلائل نبوت، بیہقی - ۳/۱۹۷)

معتبر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا اور غلط باتیں گھڑنے والا یہودیوں میں اسلام اور مسلمانوں سے سب سے زیادہ عداوت اور دشمنی رکھتا تھا، اور آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ ایذاء پہنچاتا تھا، اور ہمیشہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دیتا تھا۔

کعب بن اشرف کی اصلیت کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ:

اس کا تعلق قبیلہ طی (بنو مہان) سے تھا، اس کا والد اشرف بنی نبہان کا آدمی تھا، اس نے ایک مرتبہ اپنی برادری میں کسی کا خون کیا، اور وہاں سے بھاگ گیا، مدینہ میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کے پاس پناہ لی اور انکا حلیف بن گیا، کچھ عرصہ گذرنے کے بعد وہ انکا معزز ترین آدمی کہلانے لگا، اور بے تحاشا مال اسکے پاس آگیا، پھر عقیلہ بنت ابی الحقیق نضریہ یہودی خاتون سے شادی کرلی، اس نے کعب کو جنم دیا، بعد میں اس لڑکے کو اپنے والد سے وراثت میں بہت زیادہ مال ودولت ملی، کعب بن اشرف عربوں میں نہایت خوبصورت ہونے کے لحاظ سے شہرت رکھتا تھا، بنی نضیر کے مکانات کے پیچھے (آج کے اعتبار سے جنوب مشرق مدینہ میں) کعب بن اشرف کا ایک قلعہ تھا۔

یہودیت کیلئے تعصب

کعب بن اشرف نے اپنی یہودی والدہ کے زیر تربیت پرورش پائی، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اسکی والدہ نے اسکے دل میں یہودیت کی محبت بسادی تھی، اسے یہودی دودھ پلایا گیا، یہی وجہ ہے کہ ایک خالص یہودی کی طرح اس نے پرورش پائی، اسے یہودیت کے علاوہ کوئی مذہب نظر نہیں آیا، یہودیوں کے متعلق اسکی رائے یہ تھی وہ علم وکتاب والے ہیں، دیانت وہدایت اور قیادت وزعامت کے اہل ہیں، اکثر اوقات اپنے اشعار میں ایسے ابیات پڑھتا تھا جن میں یہودیت کی عظمت ورفعت کا ذکر ہو، وہ کہتا ہے:

وہ (یہودی) عفوودرگذر مہمان نوازی کرنے والے ہیں، وہ دین کے محافظ ہیں، کبھی انکو بغض کا سامنا نہیں ہوا۔

یثرب (مدینہ) کے ہر ٹیلہ اور نشیبی زمین پر انہوں نے قیام کیا، جہاں بھی ٹھہرے خودداری کے ساتھ ٹھہرے۔

ان امور کی بناء پر کعب بن اشرف نے اسلام کے خلاف مخاصمانہ ومعاندانہ موقف اختیار کیا، وہ یہودیوں کے ہاتھوں کھلونا بن گیا تھا، اسلام کی آمد کی بعد انکی عقول ماؤف ہوگئیں تھیں، مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے لئے ان کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی، دل میں صرف حسد اور غصہ تھا، نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں سے بہت زیادہ حسد کرتے تھے، خاص کر جب انکو یہ معلوم ہوا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کا وہ انتظار کررہے تھے اور انکی کتابوں میں جنکی بشارت دی گئی ہے۔

کعب بن اشرف کا حلیہ و خباثت

دشمن خدا کعب بن اشرف لمبا، جسیم، بڑا پیٹ اور بڑا سر والا تھا، اسکے چہرے کے خدوخال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ غدار اور خبیث ہے، اچھا شاعر تھا، اپنی کثیر دولت کی بناء پر حجاز کے یہودیوں پر سرداری کرتا تھا، یہودی علماء کو پیسے دیتا تھا اور انکے ساتھ تعلقات استوار کرتا تھا، ان پر خوب مہربانیاں کرتا تھا تاکہ انکو اپنی طرف مائل کرسکے اور اپنا مطلب نکال سکے۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو قینقاع اور بنو قریظہ سے یہودیوں کے علماء کعب بن اشرف کے پاس آئے تاکہ حسب عادت اپنا انعام حاصل کریں، لیکن فاسق وفاجر یہودی کعب بن اشرف کا منشا یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بارے انکے احساسات وجذبات کا پتہ لگائے، چنانچہ اس نے نہایت مکاری اور مصنوعی اطمینان سے پوچھا:

اے یہود! اس آدمی (محمدؐ) کے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا جبکہ ان کو اس خبیث کا مقصد معلوم نہیں تھا: یہ وہ شخص ہے جس کا ہم انتظار کررہے تھے، ہماری کتابوں میں انکے جو اوصاف آئے ہیں وہ سب ان پر صادق آتے ہیں، انکے اوصاف ہمیں ویسے ہی ملے جیسے ہم نے اپنے علماء سے سیکھے ہیں، وہ تمام خصوصیات ان پر صادق آرہی ہیں۔

یہ جواب سن کر کعب بن اشرف کو ایسا لگا جیسے دنیا اسکے سامنے اندھیری ہوگئی ہو، علماء یہود کی شہادت اسے بہت بری لگی، انکو ملامت کرتے اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا: تمہیں ہم خیر کثیر سے محروم کرتے ہیں، اپنے گھروں کو واپس ہو جاؤ، میرے مال میں ویسے بھی بہت سے لوگوں کے حقوق ہیں، یہ سب نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

اب ان خبثاء کو پتہ چلا کہ دشمن خدا کعب بن اشرف کا مقصد کیا تھا، وہ ان سے کیا چاہتا تھا، یہ سب ایک جگہ پر اکھٹے ہوئے اور مشورہ کیا کہ چونکہ کعب نے ہمیں مال سے محروم کردیا ہے لہذا ہم سب اسکے پاس جاتے ہیں اور اس سے معذرت کرتے ہیں؟

چند دنوں کے بعد یہ لوگ اسکے پاس آئے اور نہایت عیاری و مکاری سے کہا: اے اشرف کے بیٹے! محمد کے سلسلہ میں ہم نے آپ کے سامنے جلد بازی سے کام لیا

تھا، جب ہم نے واپس جاکر علماء سے پوچھا تو پتہ چلا کہ ہم غلطی پر تھے، محمد وہ نبی نہیں ہیں جن کا انتظار ہو رہا تھا۔

ملعون کعب بن اشرف یہ جواب سن کر خوش ہوا، اس کے قلب کو سکون حاصل ہوا، اسکے دل سے غم اور وہم کا ازالہ ہو گیا، علماء سے بہت زیادہ خوش ہوا، اور پہلے سے زیادہ انکو انعام واکرام سے نوازا، اسکی پیروی کرنے والے عالم کیلئے ایک وظیفہ مقرر کر دیا، ان تمام کاموں کا مقصد نور الٰہی کو بجھانا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا عمل برباد کر دیا، اسے رسواوذلیل کیا، اور اسکی تدبیر میں اسکی ہلاکت کا انتظام کر دیا۔ (سیرت نبوی، احمد زینی دحلان ۲؍۲۳)

اے قریش! کیا یہ حق ہے؟

ہجرت نبوی ؐ کو ایک سال کا عرصہ گذر جاتا ہے، افق میں اسلامی پرچم کا ظہور ہوتا ہے مسلمانوں کو عزت وشوکت نصیب ہوتی ہے، دوسری طرف یہودی اور مشرکین اکھٹے ہوکر اس کے خلاف سازش کرنا شروع کر دیتے ہیں، ان دونوں گروہوں کی خباثت کھل کر سامنے آجاتی ہے، یہودیوں کی بہت بڑی تعداد باقاعدہ آنحضرت ﷺ سے عداوت رکھنے کا اعلان کر دیتی ہے، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تمام جہان والوں کے لئے نبی بنا کر کیوں بھیجا، ان یہودیوں میں آپ ؐ کی عداوت میں سب سے پیش پیش کعب بن اشرف تھا۔

جب غزوہ بدر میں قریش کو شکست ہوئی، اور خوشخبری سنانے والے نے مدینہ میں آکر مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی، اور یہ بتایا کہ قریش کے بڑے بڑے لیڈروں کو قتل کر دیا گیا ہے، تو یہ خبر کعب بن اشرف پر بجلی بن کر گری، اسے انتہائی تعجب ہوا، اسے اتنا غصہ آیا کہ لگ رہا تھا اپنے آپ کو خود ہی قتل کر دیگا، وہ ششدر رہ گیا، اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے، اس نے سمجھا کہ اس خبر کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے حقیقت اس طرح نہیں ہے، چنانچہ وہ یہ کہہ کر اپنی مجلس سے اٹھا:

بربادی ہو تمہارے لئے اے قریش، کیا یہ خبر درست ہے؟ یہ عربوں کے بادشاہ اور لوگوں کے اشراف وسادات ہیں، خدا کی قسم اگر محمد ان لوگوں (یعنی امیہ بن خلف، ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ اور دیگر بڑے بڑے مجرمین) کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو ہمیں زندہ زمین میں دفن ہو جانا چاہیئے۔ (دلائل نبوت بیہقی ۳؍۱۸۸)

کعب بن اشرف نے بار بار یہ جملہ دہرانا شروع کردیا اور مشرکین کے شکست خوردہ لیڈروں کی تعریف کرنے لگا کہ یہ دنیا کے سردار ہیں اور لوگوں میں پسندیدہ لوگ ہیں، تاکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف مشرکین کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکا سکے، لیکن اسکی ساری باتیں ہوا کے ساتھ اڑ گئیں ان کا کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔

کعب ہلاک ہونے والے مشرکین کیلئے مرثیہ پڑھتا ہے

کعب بن اشرف چاہے جو کچھ بھی کہے مگر وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ بدر میں مشرکین کو شکست نہیں ہوئی، انکی شوکت کم نہیں ہوئی، لیکن جب مسلمانوں کی فتح کی خبر مصدقہ ہوگئی تو اس نے کتے کی طرح دانت باہر نکال لئے، اور آنحضرت ﷺ کو گالی دینا اور آپ کی ہجو کرنا شروع کردی، اسی طرح عام مسلمانوں کی ہجو کرنا اور انہیں ایذاء پہنچانا شروع کردیا، جبکہ مشرکین کی مدح و تعریف میں لاتعداد قصائد کہنے سے تھکتا نہیں تھا، انکو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے لگا۔

ان خباثتوں اور رذالتوں پر اس فاجر خبیث نے قناعت نہیں کی، مسلمانوں کی اتنی ساری ہجو کر کے اس کا غرور ٹھنڈا نہیں ہوا، بلکہ مکہ مکرمہ چلا گیا، وہاں مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے یہاں قیام کیا، اس نے اسکی آمد پر اسے خوش آمدید کہا، اس نے اور اسکی بیوی عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص نے اس کا بڑا اکرام کیا، پھر اس سے مکہ آنے کی وجہ پوچھی، اس نے جواب دیا:

میں تمہیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ مدینہ کے یہودیوں اور اسکے قرب وجوار میں رہنے والے لوگوں کو محمد کے ہاتھوں تمہاری شکست پر بہت دکھ پہنچا ہے، میں خصوصی طور پر تمہارے مقتولین پر اظہار غم کرنے، ان پر مرثیہ پڑھنے اور انکی تعزیت کرنے آیا ہوں۔

پھر اشعار پڑھ پڑھ کر قریش کو رلانے لگا، خود بھی قلیب بدر میں پھینکے جانے والے مشرکین کے لئے رونے لگا، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خلاف مشرکین کو بھڑکانے اور ورغلانے لگا، آپؐ کے خلاف انکو جنگ کی دعوت دینے لگا، اور آپ کی حیثیت گھٹا کر پیش کرنے لگا، اس سلسلہ میں اس نے متعدد اشعار کہے، ایک شعر میں وہ کہتا ہے:

بدر کی چکی نے پیس ڈالے مہلک اہل کو، بدر جیسے حوادث پر رویا اور آنسو بہایا

جاتا ہے۔

لوگوں کے سرداروں کو انکی برادری والوں کے گرد قتل کر دیا گیا، تم لوگ دور مت ہو جاؤ بیشک بادشاہوں کو پچھاڑا جاتا ہے۔

وہ لوگ جن کی ناراضگی پر مجھے مسرت ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ اشرف کا لڑکا کعب جزع وفزع کر رہا ہے۔

انہوں نے سچ کہا، کاش جب ان کو قتل کیا گیا اس وقت زمین وہاں کے لوگوں کو دھنس لیتی یا پھٹ کر انکو اپنے اندر غائب کر لیتی۔

ان اشعار میں کعب نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی، اب اسے اطمینان ہوا کہ اس نے صحیح معنوں میں ان مقتولین کی تعزیت کی ہے، مشرکین مکہ بھی خوش ہوئے، ان مرثیوں کو سن کر انہیں خوشی ہوئی، انہوں نے کعب کی خوب تعریف کی، ان رقیق الفاظ میں غمخواری پر اس کا شکریہ ادا کیا، اور وعدہ کیا کہ ان سے جو ہو سکے کر گذریں گے، اور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر ممکن تعاون کریں گے، تاکہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں تباہ و برباد کر سکیں، اسی طرح انکے مقتولین کا انتقام لے سکیں، جو کعب کی نظر میں دنیا کے بادشاہ اور بادشاہوں کے سردار تھے۔

تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو

کعب بن اشرف نے مکہ میں کئی دن قیام کیا، اس دوران اس نے مشرکین کے پاس جا کر طرح طرح کی باتیں کیں، اور نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ سے نجات حاصل کرنے کے سلسلہ میں فراخدلی کے ساتھ کئی پیشکشیں کیں، اس خائن ملعون کو شاید اندازہ نہیں تھا کہ اس کی مکاری اور عیاری نبی کریم ﷺ پر مخفی نہیں رہے گی، اس نے مشرکین کے ساتھ محبت کا اظہار کرنا شروع کر دیا جنہوں نے رب کعبہ کے نام پر قسم کھائی تھی کہ محمدؐ کے خلاف زبردست جنگ کریں گے۔

اس دشمن خدا کے مدینہ واپس لوٹنے سے پہلے مشرکین نے اس سے اپنے مذہب کی صحت کے متعلق تاکید کرنے کے لئے پوچھا:

اے اشرف کے بیٹے! تم کتاب پڑھتے ہو، عالم ہو، ہم ان پڑھ بے علم ہیں، ہم اور محمد میں سے کون زیادہ ہدایت یافتہ اور حق کے قریب ہیں؟ تمہیں کس کا دین پسند ہے؟ محمد اور انکے ساتھیوں کا یا ہمارا؟

کعب بن اشرف نے کفر، خباثت اور کمینگی کے ساتھ جواب دیا: میرے سامنے تم اپنا دین بیان کرو۔

مشرکین نے کہا: ہم بلند کوہان والی اونٹنی ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتے ہیں، پانی کے بجائے لوگوں کو دودھ پلاتے ہیں، جب اشیاء خورد ونوش کی قلت ہو جاتی ہے اس وقت لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم قیدیوں کا تاوان ادا کر کے انکو آزاد کراتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اپنے پروردگار کے گھر کی تعمیر کرتے ہیں، اور اسکا طواف کرتے ہیں، ہم اہل حرم ہیں، جبکہ محمد نے اپنے آباءواجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے، قطع رحمی کی ہے، حرم سے دور چلا گیا ہے، ہمارا دین پرانا ہے اور محمد کا دین جدید ہے۔

اس فاجر وفاسق اور سرکش نے جھوٹ خیانت اور دھوکہ بازی کے ساتھ فوراً کہا: اے قریش! خدا کی قسم تم محمد سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو، تم محمد اور انکے ساتھیوں سے افضل ہو۔

قرآن کریم نے اس فاجر جھوٹے کی غلط شہادت کو جانے نہیں دیا بلکہ اس خبیث کی نسبت سے اسے محفوظ کر لیا، اسے رسوا کیا اس چیز پر جس کو وہ مخفی رکھنا چاہتا تھا، اسکے اور اس جیسوں کے حسد وکینہ کو ظاہر کیا، اور اس کو ایسے ریکارڈ کے حوالہ کر دیا جس تک باطل کی رسائی ناممکن ہے، اس کی عداوت ودشمنی کھول کر بیان کر دیا، اسکے فسق وفجور اور کفر وباطل پر مبنی شہادت کی صحیح تصویر کشی کی، اس سلسلہ میں رب العزت نے اپنے رسول پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيباً مِنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰؤُلاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلاً﴾ سورہ نساء آیت ۵۱۔

یعنی: اے پیغمبر کیا آپ نے ان لوگوں کو ملاحظہ نہیں کیا جن کو کتاب آسمانی سے ایک کافی حصہ دیا گیا ہے یہ لوگ اسکے باوجود بتوں اور شیطانوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کافروں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ یہ کفار مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔

مکاری، عیاری اور حسد

کعب بن اشرف کو معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ہدایت

اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، اسکے باوجود اس نے مخاصمانہ رویہ اپنایا، اپنی قوم کی مجلسوں میں نبی کریم ﷺ کی شدید عیب جوئی کرتا تھا، یہانتک کہ کچھ سمجھ دار یہودی اس سے کہا کرتے تھے: تیرا برا ہو، محمد کی برائیاں خفیۃً بیان کیا کرو، اس طرح علی الاعلان انکی عیب جوئی نہ کرو۔

لیکن کعب بن اشرف کی عداوت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا، آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کو اپنی زبان کے ذریعہ ایذاء پہنچانا شروع کردیا، استہزاء وطنز کرنا اسکی عادت بن گئی، اپنے اشعار کے ذریعہ آپ کی ہجو کرنے لگا، آنحضرت ﷺ کو اسکی ساری حرکتوں کا علم تھا لیکن آپ ﷺ عفوودرگذر سے کام لیتے تھے، صحابہ کرام کو بھی صبر کی تلقین کرتے تھے، اس سلسلہ میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمایا کرتے تھے: ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ سورہ آل عمران آیت ۱۸۵۔ (باب النقول للسیوطی ص ۶۲)

یعنی: بلاشبہ تم اپنے مالوں اور جانوں کے بارے میں ابھی اور آزمائے جاؤ گے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جاچکی ہے ان سے اور نیز مشرکوں سے ابھی بہت سی تکلیف دہ باتیں تم کو سننی پڑیں گی، اور اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ کے پابند رہے تو یقیناً یہ بڑی ہمت اور عزم کے کام ہیں۔

مکر وعناد کی راہ پر گامزن رہتے ہوئے اس نے ایک مرتبہ یہودیوں کے علماء کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ کچھ سوال کریں جن کا مقصد تعجیز تھا اصلاح احوال ہرگز مقصود نہ تھا، ان میں سب سے زیادہ جری اور زبان دراز کعب بن اشرف تھا۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی جن میں ان کا شیطان اور سرکش کعب بن اشرف بھی تھا، انہوں نے کہا:

اے محمد! یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟

اس سوال پر رسول خدا ﷺ کو سخت غصہ آیا، جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور

آپؐ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا، اور فرمایا:

اے محمد! نرمی اختیار کریں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ سورہ اخلاص آیت ۱۔

یعنی: اے محمد! آپ ان سے کہدیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیت کریمہ ان کو پڑھ کو سنائی تو یہ لوگ کہنے لگے: آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے رب کے بازو کیسے ہیں؟ کلائی کیسی ہے؟ اس پر آپ کو پہلے سے زیادہ سخت غصہ آیا، جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ سورہ انعام آیت ۹۱۔

یعنی: اور منکروں نے اللہ کی وہ قدر نہ پہچانی جو اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

عنقریب بے وقوف کہیں گے

ہجرت کے سترھویں مہینہ رجب کے آغاز میں جب تحویل قبلہ کا حکم آیا، اور مسلمانوں سے کہا گیا کہ اب بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو، تو کعب بن اشرف یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں عام لوگ اور علماء بھی موجود تھے آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، اور آپؐ سے کہا: اے محمد! آپ نے اپنا سابقہ قبلہ کیوں تبدیل کیا؟ کیا بات ہے؟ آپ تو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں، اپنے سابق قبلہ کی طرف لوٹ جاؤ ہم آپ کی پیروی کریں گے۔

کعب کا مقصد آنحضرت ﷺ کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالنا تھا، اس موقعہ پر رب کریم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُم عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا، قُل لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالمَغرِب يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُستَقِيم﴾ تا آیت: ﴿فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْن﴾ سورہ بقرہ آیت ۱۴۲ تا ۱۴۷۔

بے عقلی اور کم فہمی کی بنیاد پر کعب بن اشرف اور اس جیسے دیگر یہود کو فقر و فاقہ کا خوف دلا کر مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے، قرآن کریم اس کی مکاری اور عیاری سے پردہ ہٹا کر اسکو بے آبرو کرتا ہے، چنانچہ یہودیوں کی مذمت میں یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی: ﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

وَيَأمُرُونَ النَّاسَ بِالبُخلِ وَيَكتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللهُ مِن فَضلِهِ وَأَعتَدنَا لِلكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ سورہ نساء آیت ۳۷۔

یعنی: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کو کہتے ہیں، اللہ تعالی نے اپنے کرم اور مہربانی سے جو نعمت ان کو دی اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے تیار کرر کھا ہے کافروں کیلئے ذلت آمیز عذاب۔

اے اللہ میری طرف سے اشرف کے بیٹے کا تمام کردے

یہودیوں کے سرکش وکمینہ کعب بن اشرف نے نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ آپؐ کے خلاف جنگ میں دشمن کا ساتھ نہیں دیگا، اس نے کہا تھا: نہ میں محمدؐ کے خلاف کسی کی مدد کرونگا اور نہ محمدؐ سے جنگ کرونگا۔

مگر تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا، خصوصا مکہ سے واپس آنے کے بعد جب وہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں جہنم رسید ہونے والے کفار کے اہل وعیال کے ساتھ اظہار ہمدردی اور غم خواری کرکے واپس آیا، نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو شدید ایذائیں پہنچانا شروع کر دیا، وہاں سے لوٹنے کے بعد سے اس کی طبیعت کے اندر خباثت کا اضافہ ہو گیا، چنانچہ اس نے دوٹوک الفاظ میں اسلام دشمنی کا اظہار کیا، آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی ہجو کرنا شروع کردی، یہ کمینہ ایک عرصہ تک یہ حرکتیں کرتا رہا لیکن مسلمانوں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی، اور نہ اسکی باتوں کی طرف توجہ دیتے تھے۔

کعب بن اشرف نے جب دیکھا کہ لوگوں نے اسے ناقابل التفات سمجھا ہے تو اس نے بجائے مردوں کی ہجو کرنے کے عورتوں کی عزتوں سے کھیلنا شروع کردیا، بعض مسلم خواتین کے حوالہ سے غزلیں بنا کر اور پھر اپنی زبان درازی کے ذریعہ انکو سخت ذہنی اذیت میں مبتلا کرنا شروع کردیا، اور پھر اس پر بھی صبر نہ کیا بلکہ براہ راست آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ کیا، اس طرح اس نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کے آثار بد کا تعین دشوار تھا، آنحضرت ﷺ کی چچی ام الفضل بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا پر کیچڑ اچھالا، انکے متعلق اس کمینہ نے حسب ذیل اشعار کہا:

کیا تم کوچ کر جارہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو یہ تمہارے لئے باعث شرف نہیں ہے،

کیونکہ تم ام فضل کو حرم میں چھوڑ کر جا رہے ہو۔

وہ بنی عامر کی ایک خاتون ہے دل انکی محبت میں پاگل ہو گیا ہے، اگر وہ خود چاہے تو کعب کو بیماری سے شفا بخش سکتی ہے۔

ان سے پہلے میں نے رات کو سورج طلوع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر انکی کی وجہ سے رات کا اندھیرا دور ہو گیا۔

ان اشعار کی اطلاع جب آنحضرت ﷺ اور مؤمنین کو پہنچی تو سب کو سخت غصہ آیا، کیونکہ اس نے عہد بھی توڑا، اور کھلم کھلا دشمنی کا اظہار بھی کیا، اور مسلمانوں کی عزت سے کھیل کر اس نے بدترین جرم کا ارتکاب کیا، اور ان کی شان میں زبان درازی اور فحش گوئی سے کام لیا۔

آپ شاید عربوں کی طبیعت وطور طریقوں سے واقف ہونگے، اور یہ بھی جانتے ہونگے کہ عزت کو انکے یہاں کیا مقام حاصل ہے، اس سلسلہ میں معمولی غفلت پر انکے رد عمل کا اندازہ کرنا مشکل ہے، انکے لئے موت پر صبر کرنا آسان ہے بے عزتی پر نہیں، خواتین کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے، بے غیرتی کا ایک حرف بھی انکے لئے ناقابل برداشت ہے چہ جائیکہ ایک پورا شعر کوئی کہہ دے، جبکہ شعر کا اثر دلوں پر گہرا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

چھری کا تیر کا تلوار کا جو گھاؤ بھرا لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

یہی وجہ تھی کہ کعب بن اشرف مسلمانوں کی نظروں میں دشمن نمبر ایک تھا، اس کا یہ گھناؤنا جرم ناقابل معافی تھا، آنحضرت ﷺ نے رب کائنات کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ یا اللہ اس فاجر و فاسق زبان دراز کا کام تمام کر دے، آپؐ نے فرمایا: اے اللہ کعب بن اشرف علانیہ شر و فساد کا ارتکاب کر رہا ہے اور برے اشعار کہتا ہے لہذا آپ اس کا کام تمام فرمادیں جس طرح بھی آپ چاہیں۔

ہے کوئی کعب کو ٹھکانہ لگانے والا؟

جب کعب بن اشرف سرکشی وطغیانی کے تمام حدود کو پھلانگ کر آگے نکل گیا، راہ خدا سے لوگوں کو روکنے کے لئے مال و دولت کا استعمال شروع کر دیا، جو لوگ اسلام لے آئے تھے انکی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے لگا، اسے ان وعدوں اور قسموں کا پاس ہی نہیں رہا جو اس نے آنحضرت ﷺ سے کئے تھے، رسول خدا اور عام مسلمانوں کے

خلاف جنگ کیلئے دشمنان اسلام کو جمع کرنا شروع کر دیا، تو آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اب یہ واجب القتل ہو گیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ہے کوئی کعب بن اشرف کو قتل کرنے والا، کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہنچائی ہے"۔

اس کام کے لئے حضرت محمد بن مسلمہؓ، عباد بن بشرؓ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ (کعب کا رضائی بھائی) حارث بن اوسؓ، اور ابو عبس بن جبرؓ تیار ہو گئے، ان سب حضرات کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا، اس فدائی دستہ کا امیر حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو مقرر کیا گیا۔

کعب بن اشرف کے قتل کے سلسلہ میں مصدقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے یہ فرمایا: "ہے کوئی کعب بن اشرف کو ٹھکانہ لگانے والا کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے"۔

تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو پسند ہے کہ میں اسے قتل کروں؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

محمد بن مسلمہؓ نے کہا: مجھے آپؐ کچھ باتیں کرنے کی اجازت عنایت فرمایئے (شاید محمد بن مسلمہؓ نے کعب کو ٹھکانہ لگانے کے سلسلہ میں حیلہ و بہانہ کے استعمال کی اجازت لی ہے)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کے پاس آکر کہنے لگے: اے اشرف کے بیٹے! اس آدمی (رسول اللہؐ) نے ہم سے صدقہ کا مطالبہ کیا ہے، اور ہماری حالت اس وقت بہت خراب ہے اس لئے میں تمہارے پاس کچھ قرضہ کے لئے آیا ہوں۔

ملعون کعب بن اشرف نے کہا: خدا کی قسم تم ان سے اور تنگ آؤ گے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا: ہم نے انکی اتباع کر لی ہے، اب یہ اچھا نہیں لگتا ہے کہ انکو وسط راہ میں چھوڑ دیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ انکا انجام کیا ہوتا ہے، ہمیں تم سے صرف ایک یا دو وسق گندم چاہئے۔

نہایت بدبختی کے ساتھ کعب نے کہا: صحیح ہے، مگر کوئی چیز میرے یہاں

گروی رکھو۔

محمد بن مسلمہؓ نے پوچھا: اے سعید کے ابا آپ کو کونسی چیز چاہیے؟

دشمن خدا کعب نے جواب دیا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھو۔

محمد بن مسلمہؓ نے درشت لہجہ میں کہا: ہم تمہارے پاس اپنی عورتوں کو کیسے گروی رکھ سکتے ہیں جبکہ تم عربوں میں خوبصورت ترین آدمی ہو۔

کعب نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے یہاں گروی رکھ دو۔

محمد بن مسلمہؓ نے سنجیدگی سے جواب دیا: اے سعید کے ابا! ہم اپنی اولاد کو آپ کے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں؟ کل کو اگر کوئی شخص انکو گالی دیتا ہوا یہ کہدے: تجھے تو ایک وسق یا دو وسق گندم کی خاطر گروی رکھ دیا گیا تھا، یہ ہمارے لئے شرم کی بات ہوگی، ہاں البتہ ہم تمہارے پاس اسلحہ گروی رکھ سکتے اگرچہ ہمیں اسکی بھی شدید ضرورت ہے جیسا کہ تم جانتے ہو، مگر کیا کریں مجبور ہیں۔

کعب کو محمد بن مسلمہؓ کی باتوں پر جب اطمینان ہوا تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، ہتھیار کی وجہ سے لوگ وفاداری کرتے ہیں۔

محمد بن مسلمہؓ نے اس سے وعدہ کرلیا کہ کچھ دیر بعد اسلحہ لے کر اسکے پاس آجائیں گے۔

ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ نے بھی کعب بن اشرف کے پاس جاکر بالکل اسی طرح کی باتیں کہی جس طرح محمد بن مسلمہؓ نے کہی تھی، ابو نائلہ زمانہ جاہلیت میں کعب بن اشرف کے ہم نشین تھے، کچھ دیر تک اسکے پاس بیٹھ کر اشعار کا تبادلہ کیا، آخر میں نیاز مندانہ انداز میں کعب بن اشرف سے کہا: تیرا برا ہو اے اشرف کے بیٹے، میں تمہارے پاس ایک ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں، میں تمہیں بتاتا ہوں میری ضرورت کیا ہے مگر تم رازداری سے کام لینا اور اس کے بارے میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔

کعب نے کہا: تم اپنی حاجت کا ذکر کرو اے ابو نائلہ، تم تو میرے ہم نوالہ ہم پیالہ رہے ہو۔

ابو نائلہ نے کہا: اس آدمی (محمدؐ) کا مدینہ آنا ہمارے لئے ایک آزمائش تھا، تمام عرب ہمارے دشمن بن گئے، سب نے متحد ہو کر ہم پر حملہ کیا، ہمارے ذرائع آمدنی

محدود ہوگئے، اولاد مرنے لگیں، ہمیں بہت مشقت اٹھانی پڑی، اب ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ ایک تو ہم خود بھی تکلیف برداشت کررہے ہیں مگر ہماری اولاد کو بھی تکلیف برداشت کرنی پڑرہی ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا: اے سلامہ کے بیٹے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ انکا معاملہ آخر کار وہاں تک پہنچ جائے گا جس کا تم نے ابھی تذکرہ کیا ہے، اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا بات ہے؟ اور محمد کے سلسلہ میں اب تم لوگوں کا ارادہ کیا ہے؟

ابونائلہ نے جواب دیا: انکو بے یارومددگار چھوڑ کر ان سے الگ تھلگ ہو جانا۔

کعب بن اشرف نے یہ جواب سن کر کہا: تم نے میرا دل خوش کردیا ہے۔

پھر ان دونوں کے مابین اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی جس طرح محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی، جب ابونائلہ نے محسوس کیا کہ اسلحہ کی گروی میں کعب کو طمع پیدا ہوئی ہے تو انہوں نے کہا: اے سعید کے ابا! میرے کچھ ساتھی ہیں جن کی رائے میری رائے کے موافق ہے، میں ان کو تمہارے پاس لانا چاہتا ہوں تاکہ تم انکے ساتھ بھی اس طرح کا معاملہ کرو اور تمہارا فائدہ ہو۔

محمد بن مسلمہؓ اور ابونائلہ اس گفتگو میں کامیاب رہے، مال کی محبت میں کعب بن اشرف اندھا ہوگیا تھا، چنانچہ محمد بن مسلمہؓ اور ابونائلہؓ اور انکے ساتھیوں کے پاس اسلحہ دیکھ کر بھی اسے تجسس نہ ہوا۔

اسے پکڑو یہ ہے خدا کا دشمن

ابونائلہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگئے اور انکو صورتحال سے آگاہ کیا، ان سے کہا کہ اسلحہ لے کر سب میرے پاس آجاؤ۔

۳ھ ماہ ربیع الاول کی ایک چاندنی رات یہ دلیر و بہادر صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ بقیع کے قبرستان تک انکے ساتھ ساتھ چلے، پھر انکو روانہ کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ کا نام لے کر چلو، اے اللہ آپ انکی مدد فرمایئے"۔

وہاں سے آپؐ اپنے مکان مبارک واپس آگئے، اور نماز و مناجات میں مصروف ہوگئے، دعا فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے مقصود میں کامیاب فرمائے۔

یہ تمام حضرات کعب بن اشرف کے قلعہ کے پاس پہنچ گئے، حضرت ابونائلہؓ

نے اس کو آواز دی، کعب نے جب آواز سنی تو بستر سے باہر کود پڑا، اسکی بیگم نے (جس کی اسکے ساتھ حال ہی میں شادی ہوئی تھی) کہا: اس وقت تم کہاں جارہے ہو؟ مجھے اس آواز سے خون کے قطرات ٹپکتے ہوئے محسوس ہورہے ہیں، تیری لوگوں کے ساتھ دشمنیاں ہیں لہذا اس وقت مت نکلو۔

کعب نے جواب دیا: یہ میرا بھائی ابونائلہ ہے، بڑا نیک آدمی ہے، اگر رات کے وقت بھی اسے جنگ کی دعوت دی جائے تو تیار ہو جاتا ہے، پھر گھر سے نکل گیا، اس نے مشک اور عنبر کا خوشبو لگایا ہوا تھا۔

ابونائلہؓ نے اپنے آدمیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ میرے پاس آئیگا تو میں اسکی خوشبو سونگھنا شروع کردونگا، جب تم لوگ دیکھ لو کہ میں نے اسکے سر کو صحیح معنوں میں قابو کرلیا ہے تو تم فوراً حملہ کردینا۔

جب کعب بن اشرف قلعے سے نیچے اترا تو انکے ساتھ گفتگو کرنا شروع کردی، حضرت ابونائلہؓ نے اس سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے ہم گھاٹی کی طرف نہ چلیں، تاکہ وہاں رات بھر باتیں کرتے رہیں؟

کعب نے جواب دیا: اگر تمہارا جی چاہے تو چلتے ہیں۔

سب چہل قدمی کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ گئے، کچھ دیر چلتے رہے، چاندنی رات تھی، بڑی پرلطف ہوا چل رہی تھی، کعب دلفریب موسم میں محو ہوگیا اور اسکی شاعریت نے حرکت کی، کچھ اشعار سنانا شروع کردیا جن میں اس نے اپنی یہودیت کے مراتب و مفاخر کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تھا، جسمیں وہ یہودیوں کی صفات اور مال و دولت کا تذکرہ بھی کیا تھا، اس نے کہا:

وہ بڑے مکرم و محترم ہیں انکے نسب کو کبھی کوئی دھبہ نہیں لگا، بڑی عزت و شرف والے ہیں۔

جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو حقوق کے دفاع کی خاطر مال خرچ کرنا شروع کردیتے ہیں۔

دوسری طرف میدان کارزار میں وہ شیر ہیں الٹے پاؤں واپس جانے والے نہیں ہیں۔

انکے پاس نہریں قلعے کھجور کے باغات اور اعلی رہائشی کمرے ہیں۔

انکے پاس پیاسوں کو پانی پلانے کے لئے ایک کنواں ہے جو کوئی برتن لے کر آتا ہے بھر بھر کر لے جاتا ہے۔

انکے پاس کھجور کے بکثرت باغات ہیں ان سے حاصل ہونے والی کھجور مٹھی کے برابر ہے۔

جب یہ کمینہ اپنی من گھڑت جھوٹی باتوں سے فارغ ہوا تو ابو نائلہؓ نے فرمایا: میں نے زندگی میں کبھی اتنی بہترین خوشبو نہیں دیکھی جتنی آج رات پھیل رہی ہے، یہ جملہ سن کر کعب بن اشرف جھوم اٹھا، اس نے کہا: میرے پاس تمام عربوں میں سب سے زیادہ خوشبو والی خاتون اور کامل ترین لوگ ہیں۔

ابو نائلہؓ نے موقعہ غنیمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا: اے سعید کے ابا! کیا تم مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دو گے؟

کعب نے جواب دیا: ہاں، ابو نائلہؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر پکڑ کر خوشبو سونگھنا شروع کر دیا، اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم بھی سونگھو، انہوں نے بھی سونگھا، پھر کچھ دیر چلے، ابو نائلہؓ نے کہا: کیا میں دوبارہ سونگھ سکتا ہوں؟

کعب نے جواب دیا: جی ہاں اے ابو نائلہ، ابو نائلہؓ نے دوبارہ اسی طرح سونگھا جس سے یہ دشمن خدا مطمئن ہو گیا۔

پھر کچھ دیر چلے پھر کہا: کیا میں پھر سونگھ سکتا ہوں؟

کعب نے جواب دیا: جی ہاں۔

ابو نائلہؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر پکڑ کر سونگھنا شروع کر دیا، اور جب صحیح طریقہ سے اسے قابو میں لے لیا تو کہا: یہ لو میں نے خدا کے دشمن کو قابو کر لیا ہے تم لوگ تلوار سے اس پر وار کر دو۔

سب نے تلواریں نکال کر حملہ کر دیا، جسم کے مختلف حصوں پر ضربیں لگائی گئیں مگر زیادہ کارگر ثابت نہ ہوئیں، محمد بن مسلمہؓ نے ایک چھری نکال کر اسکے پیٹ کے نیچے سے داخل کر دی، اور پھر فیصلہ کن وار کر کے اسے قتل کر دیا، یہ دشمن خدا وہیں دھڑام سے گر پڑا، کعب کے منہ سے چیخ نکل گئی اسکی بیگم نے جب اسکی آواز سنی تو اس نے چیخ کر کہا: اے بنو قریظہ اور بنو نضیر، دو دفعہ انکو مدد کے لئے پکارا، قلعہ کے تمام لوگوں پر خوف و دہشت طاری ہو گئی، ان حضرات نے اسکا سر کاٹ کر ایک کپڑے

میں لپیٹ لیا پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا سر تھا جسے اسلام میں کاٹ کر لایا گیا۔

یہ حضرات کامیاب ہو گئے ہیں

اللہ تعالیٰ کے یہ شیر فتح و کامرانی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے، حضرت حارث بن اوس کو اپنے ساتھیوں کی تلواروں سے زخم لگ گئے تھے، ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا، انہوں نے انکو اپنے کندھوں پر اٹھالیا، یہاں تک جب وہ بقیع کی قبرستان کے پاس پہنچ گئے تو نعرہ تکبیر لگایا، آنحضرت ﷺ نے انکی تکبیر کی آواز سنی، آپ کو اندازہ ہو گیا کہ انہوں نے کعب کو قتل کر دیا ہے، چنانچہ انکی تکبیر کے جواب میں آپؐ نے بھی نعرہ تکبیر لگایا، پھر فرمایا: یہ چہرے کامیاب ہو گئے ہیں، ان حضرات نے کہا: بلکہ آپؐ کا چہرہ انور کامیاب ہوا ہے یارسول اللہ، پھر سرکش کعب بن اشرف کے سر کو آپؐ کے سامنے رکھ دیا، آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، حضرت حارث بن اوس کے زخم پر دم کیا تو وہ ٹھیک ہو گئے اور پھر انکو کبھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

کعب بن اشرف کے قتل کے اس واقعہ کے بعد مدینہ کے یہودیوں پر خوف اور دہشت طاری ہو گئی، کسی کو اپنی جان کی حفاظت کا یقین نہیں رہا۔

ان فدائی حضرات صحابہ کرامؓ میں حضرت عباد بن بشرؓ بھی شامل تھے، جنہوں نے بعد میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنے اشعار میں اس واقعہ کی تصویر کشی کی، ملاحظہ فرمائیے:

میں نے چیخ کر اسے آواز دی وہ اشارہ سے کام لینے کے بجائے خود پہاڑ کے ڈھلان سے نیچے اتر آیا۔

میں نے دوبارہ اسے آواز دی تو اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ تیرا بھائی عباد بن بشر ہے۔

یہ ہمارے درع ہیں انکو گروی رکھ لو ایک مہینہ کے لئے اگر حالات نے وفا کئے یا نصف شہر کے لئے۔

کچھ ایسے حضرات نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے جو کامل تھے اور بھوکے بن گئے تھے، انہوں نے مالداری کو ترک کیا تو ایک فقر کے واسطے۔

کعب سرعت کے ساتھ ہماری طرف آیا اور ہم سے کہا: تم لوگ ایک اہم کام

کے لئے آئے ہو۔

ہمارے ہاتھوں میں تیز دھاری والی تلواریں تھیں، کفار پر انکو آزمایا جا چکا تھا۔

محمد بن مسلمہؓ نے اسکے ساتھ معانقہ کیا، وہ شیر کی طرح ہیں کفار کو ٹھکانہ لگاتے رہتے ہیں۔

اپنی ننگی تلوار سے اس پر زوردار وار کر دیا، اور ابو عبس بن جبرؓ نے اسے خون میں نہادیا۔

اس مہم میں ہم پانچ آدمی تھے اللہ تعالیٰ چھٹے تھے، ہم وہاں سے شاندار نعمت اور عظیم کامرانی کے ساتھ واپس ہوئے۔

اس کا سر لے کر نیک مکرم لوگ دربار نبوی میں حاضر ہوئے، وہ نہایت سچے اور وفادار لوگ تھے۔ (الاستیعاب ۲/۴۴۶ و ۴۴۷)

کعب بن اشرف نے اپنے آپ کو قتل کیا

تمام راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کیا تھا، آپؐ نے ایک عہد نامہ بھی لکھوایا تھا کہ مسلمان اور یہودی ایک دوسرے کے ساتھ امن و آشتی کے ساتھ رہیں گے، آپؐ ان کے دین و مذہب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرینگے اور نہ وہ آپؐ کے دین و مذہب کے ساتھ ایسا کرینگے، مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر مدینہ پر کسی نے حملہ کیا تو مسلمان اور یہودی سب مل کر اسکا دفاع کریں گے۔

اس معاہدہ کے اندر یہ شق بھی موجود تھی: مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین ہوگا اور یہودیوں کے لئے یہودیوں کا دین، اور اگر کسی شخص نے ظلم و معصیت کا ارتکاب کیا تو اس سے وہ اپنا اور اپنے گھر والوں کا نقصان کریگا، جو مدینہ سے نکلا وہ امن میں ہے، جو بیٹھ گیا وہ بھی امن میں ہے الا یہ کہ اگر اس نے ظلم و معصیت کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ اس شخص کا حامی ہے جس نے وفا کی اور تقوی اختیار کیا۔

اس معاہدہ کے اندر کعب بن اشرف اور عام یہودیوں کے لئے کافی شافی ضمانت موجود تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ امن و سلامتی کے ساتھ رہیں، اب یہ دیکھئے کہ غداری اور دھوکہ بازی کی راہ کس نے اپنائی، آنحضرت ﷺ نے یا کعب بن اشرف

نے؟ کس نے دشمنی اختیار کی؟ اور اسکا بیانگ دہل اظہار کیا، کس نے عہد شکنی کی؟ کس نے آپؐ کے صحابہ کرام کی عزتوں کو اچھالا اور آپؐ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے دشمنوں کو متحد و مجتمع کرنے کی کوشش کی؟

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا﴾ سورہ نساء آیت ۵۲۔

یعنی: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی، اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجیں آپ اس کے لئے کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

یہ آیت کریمہ کعب بن اشرف کے متعلق نازل ہوئی تھی، کیونکہ اس نے مکہ جاکر وہاں کے مشرکین سے کہا تھا: تم محمد سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو، جبکہ اسے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، اسکے باوجود اس نے ایسی غلط بات صرف حسد اور کینہ کی وجہ سے کہی تھی، ایک دفعہ کعب بن اشرف نے خود اپنی زبان سے اس کا اعتراف کیا تھا کہ: خدا کی قسم میں محمد سے حسد اور بغض کی بناء پر یہ معاندانہ حرکتیں کر رہا ہوں۔

اپنے کرتوت کی وجہ سے کعب بن اشرف واجب القتل ٹھہرا، اس نے عہد شکنی کی، نبی کریم ﷺ کی ہجو کی، آپ کو گالیاں دیں، عام مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی، اور پاکدامن دنیا ومافیہا سے بے خبر مؤمنات پر فحش الزامات لگائے، لہذا اسے وحی خداوندی کی روشنی میں منصفانہ سزا مل گئی۔

مقریزی رحمہ اللہ نے "امتاع الاسماع" میں لکھا ہے کہ جب یہودی آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کعب بن اشرف کے قتل کی شکایت کرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا:

"اگر وہ اس جیسے دوسرے لوگوں کی طرح رہتا تو اسے قتل نہ کیا جاتا لیکن اس نے ہمیں ایذاء پہنچائی اور اپنے اشعار کے ذریعہ ہماری ہجو کی"۔

اب بتائیے کیا کعب بن اشرف نے اپنے آپ کو قتل نہیں کیا تھا؟

انکے لئے جہنم کافی ہے وہ اس میں داخل ہونگے

اللہ رب العزت نے کعب بن اشرف کو جہنم کی خوشخبری سنائی، اسی طرح ہر اس شخص کو بھی جہنم کی خوشخبری دی جس نے ایذاء رسانی کی، انکے لئے دردناک اور اہانت آمیز عذاب تیار ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے جائیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُم عَذَابًا مُهِيناً، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالمُؤْمِنَاتِ بِغَيرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احتَمَلُوا بُهتَاناً وإِثماً مُبِينًا﴾ سورہ احزاب آیت ۵۷و۵۸۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت بھیجی ہے، اور انکے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے؛ اور وہ لوگ جو مؤمنین اور مؤمنات کو ایسے جرم کی پاداش میں تکلیف پہنچاتے ہیں جس کا انہوں نے ارتکاب نہیں کیا ہے، تو یہ بہتان اور اثم مبین کے حامل ہوئے ہیں۔

قرآن کریم میں بہت سے ایسے اشارے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کعب بن اشرف اور اسکے رفقاء کار کا طرز عمل کتنا گھٹیا اور گھناؤنا تھا، وہ ایذاء رسانی، استہزاء، اور گناہ وسرکشی کی باتیں کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انکے لئے جہنم کافی ہے، اور بلا کسی شک وشبہ کے انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنهُ وَيَتَنَاجُونَ بِالإِثْمِ وَالعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاؤُوكَ حَيَّوكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِم لَوْلاَ يُعَذِّبُنَا اللهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ سورہ مجادلۃ آیت ۸۔

یعنی: کیا اے نبی آپ نے نہیں دیکھا جن کو سرگوشیوں سے روکا گیا تھا پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا، اور آپس میں گناہ اور ظلم کے اور رسول کی نافرمانی کے چپکے چپکے مشورے کیا کرتے ہیں، اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے خدا نے آپ پر سلام نہیں بھیجا اور اپنے جی میں یوں کہتے ہیں کہ جو الفاظ ہم کہتے ہیں ان پر خدا ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا، ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

قرآن کریم میں کعب کے دل کے بھید، اسکی بد طینتی، حسد اور لوگوں کو راہ خدا سے روکنے کو بیان کیا گیا ہے، ان جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کا انتظام کر رکھا ہے، قیامت کے دن اسکی طرف نہیں دیکھیں گے اور اسکے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

اسکے انجام بد کے لئے یہی کافی ہے، اسی طرح اسکے دل کے اندر کی جس طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس سے ہر قسم کی خباثت اور شر پسندی مترشح ہوتی ہے یہ اسکی ترجمانی کے لئے کافی ہے، بہر حال اسکا ٹھکانہ جہنم ہے بسبب اسکے برے اعمال کے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِيْ إِلاَّ الْكَفُوْرْ﴾ صدق اللہ العظیم۔ سورہ سبأ آیت ۱۷۔

یعنی: ان لوگوں کے کفر اور ناشکری کرنے کی وجہ سے ہم نے انکو یہ بدلہ دیا ہے اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے ہیں مگر کافروں کو۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو لہب بن عبد المطلب

☆ جس کے متعلق قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی۔ ﴿تَبَّتْ یَدَا أَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾.
☆ یہ نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا آپ ﷺ کو پاگل اور جادوگر کہتا تھا۔
☆ یہ اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابولہب بن عبدالمطلب

تاریخی پس منظر

تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے تمام چچا قریش میں قدر ومنزلت کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے، اور تمام عربوں میں سیادت وقیادت اور عزت وشرف کے لحاظ سے سب سے آگے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت یہ خود کو اپنے آباء واجداد کے مذہب کے نقیب اور ان رسوم و رواج کے پاسبان ونگران سمجھتے تھے جن کی بدولت عربوں کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی اور خانہ کعبہ کے مجاور اور اس کے خادم تھے، عبادت و تجارت کے لئے آنے والے زائرین کا اکرام وخدمت کرتے تھے، ان کی زندگی اسی سے مربوط تھی، خانہ کعبہ کے ساتھ ان کے تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے ان کا جینا مرنا اسی کے ساتھ تھا۔

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی مختلف بیویوں سے دس بیٹے تھے جن کے نام یہ تھے۔

الحارث: یہ سب سے بڑا لڑکا تھا، ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت جندب تھا۔

زبیر: ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ المخزومیہ تھا۔

حجل: ان کو عیذاق بھی کہا جاتا تھا ان کی والدہ کا نام ہالۃ بنت وھب تھا۔

ضرار: ان کی والدہ کا نام نتلہ بنت کلیب تھا، بعض روایات میں نتیلہ کہا گیا ہے۔

المقوم: ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب تھا۔

ابولہب: ان کی والدہ کا نام لبنیٰ بنت ہاجر الخزاعیہ تھا۔

عباس: ان کی والدہ کا نام قتلہ تھا اور یہ ضرار کے بھائی ہیں۔

حمزہ: ان کی ولدہ کا نام ہالہ بنت وہیب تھا، یہ حجل اور مقوم کے بھائی ہیں۔

ابو طالب: ان کا نام عبد مناف ہے۔

عبداللہ: (مرکز شرف و فضل) ان دونوں کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو المخزومیہ تھا، لہذا زبیر ابو طالب اور عبداللہ سگے بھائی ہیں۔

یہ تو عبدالمطلب کی نرینہ اولاد کا ذکر تھا، ان کی زنانی اولاد یعنی حضور ﷺ کی پھوپھیاں چھ تھیں، جن کے نام حسب ذیل ہیں:

عاتکہ، اُمیمہ، البیضاء، (اُم حکیم) برہ، صفیہ، اروی۔

زمانہ بعثت

جس وقت اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو اپنا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا اس وقت آپ ﷺ کے چار چچا بقید حیات تھے، ان کے نام حمزہ، عباس، ابو طالب اور ابولہب ہیں، ان میں سے دو نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور دو نے آپ ﷺ کا انکار کیا۔

آپ ﷺ کے ان چار چچاؤں کے اوصاف کے متعلق حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: جس وقت میری بعثت ہوئی اس وقت میرے چار چچا بقیہ حیات تھے، ایک عباس، ان کی کنیت ابوالفضل تھی، اللہ تعالی ان کی اولاد کا فضل قیامت تک باقی رکھے، ایک حمزہ، ان کی کنیت ابویعلی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر و منزلت دنیا و آخرت میں بہت بلند فرمایا، ایک عبدالعزی، ان کی کنیت ابولہب تھی، ان کو اللہ تعالی نے آگ میں داخل کیا اور اسے اس پر خوب بھڑکایا، ایک عبد مناف، ان کی کنیت ابو طالب تھی، ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے فضل و رفعت تا قیامت باقی رہے۔ (مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹ر۲۳)

اس وقت ہم ابولہب کے متعلق لکھیں گے، جس کا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب قریشی اور ہاشمی تھا۔

اللہ تعالی کا منشا یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے یہ چچا بدبخت اور محروموں سے ہوں، اللہ تعالی بڑی حکمتوں والے ہیں، یہ بڑے مالدار اور جاہ و منصب والا تھا، لیکن اللہ تعالی کا ارشاد ہے: قیامت کے دن مال و اولاد نفع نہیں پہنچائیں گے، البتہ وہ شخص جو قلب سلیم (یعنی اس کے دل میں ایمان ہو) کے ساتھ آیا ہو۔ (شعراء آیت ۸۸و۸۹)

پرورش اور اعلی مقام

ابولہب کی پرورش مکہ میں ہوئی، مکہ کی سرزمین اس کی شناسا ہے، جب آنکھیں کھلیں تو اپنے والد، بھائیوں اور اپنی برادری کو اعلی مقام پر پایا، اپنے والد کے ساتھ دور دراز کے علاقوں سے آنے والے حجاج کا استقبال کرتا تھا۔

ام القری (مکہ) ایک ممتاز تجارتی مرکز تھا، یہاں کے رہنے والے تجارتی رموز سے واقف تھے، ان کا اہم ترین ذریعہ آمدنی تجارت تھی، اور اسی کمائی سے سخاوت و دریادلی کا مظاہر کیا کرتے تھے۔

عبد مناف کی اولاد نے تجارتی علاقوں کو اپنے درمیان حسب ذیل طریقہ سے تقسیم کردی تھی:

☆ شام اور اس کے اطرف کے علاقوں کی طرف تجارت کے لئے ہاشم جائیگا۔

☆ حبشہ کی طرف تجارت کے لئے عبد شمس۔

☆ یمن کی طرف تجارت کے لئے مطلب۔

☆ ملک فارس کی طرف تجارت کے لئے نوفل۔

ان کے بعد ان کی اولاد میں بھی یہ پیشہ جاری رہا۔

بعض اشراف مکہ بھی تجارت کیا کرتے تھے، جیسا کہ ابو طالب، ابولہب، اور عباس (حضور ﷺ کے چچا) نیز حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت خدیجہ بن خویلدؓ (ام المومنین) وغیرہ تجارت پیشہ تھے۔

ابولہب کو تجارت سے بہت زیادہ آمدنی ہوتی تھی اور اس کا شمار اس وقت کے چند گنے چنے تاجروں میں ہوتا تھا جن کی تجوریاں سونے چاندی سے بھری ہوئی تھیں، نوکر چاکر کی کثرت تھی، مزید برآں قریش کے سرداروں میں سے تھا، لوگ ان کی باتیں سنتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔

اخلاق و صفات

تاریخ کے صفحات ابولہب کی صفات سے بھرے پڑے ہیں بعض ذرائع سے

ہمیں ابولہب کے خدوخال اور اخلاق وعادات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اس کی جسمانی بناوٹ کے متعلق متواتر روایات میں آیا ہے کہ وہ طویل القامت تھا، کشادہ سینہ، گھنے بال، خوبصورت چہرہ، بھاری جسم، آنکھوں میں معمولی بھینگا پن، چہرہ نہایت روشن چمکدار ہونے کی وجہ سے لوگ اسے ابولہب کہتے تھے، جس طرح آگ دھکتی ہے اسی طرح اس کے دونوں رخسار دھکتے تھے۔

آواز بلند، تیز طبیعت، جلدی غصہ آتا تھا، معمولی بات پر بھڑک اٹھتا تھا، اس میں کوٹ کوٹ کر حسد بھرا ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ دنیا و آخرت میں خاسر وخائب ہوا، شیاطین کا ولی، ابلیس کے ہاتھ مغلوب، حق کی مخالفت میں کمر کس چکا تھا، اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ (یعنی آنحضرت ﷺ کو بچپن سے اور نزول وحی سے پہلے بھی ناپسند کرتا تھا)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب (فتح الباری) میں اس کی حضور ﷺ کے بارے میں کراہت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ ابولہب اور ابوطالب کے درمیان لڑائی ہوگئی، ابولہب ابوطالب کے سینہ پر بیٹھ گیا اچانک نبی ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے ابولہب کو دونوں طرف سے پکڑ کر زمین پر زور سے مارا، ابولہب نے کہا: ہم دونوں تمہارے چچا ہیں پھر تم نے میرے ساتھ یہ کیوں کیا؟ خدا کی قسم میرا دل کبھی تجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ (فتح الباری ۸/۶۹)

اس وقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب کے دل میں حضور ﷺ کے خلاف عداوت کراہیت اور حسد تھا، خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہدایت ورشد کا داعی و مبلغ بناکر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین والمرسلین بناکر بھیجا۔

نور کا ظہور

حق آیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے محمد ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا، جس کی وجہ سے وہ عظیم ذمہ داری آپ ﷺ کے کندھے پر ڈالی گئی جو کسی انسان کے لئے دنیا کی عظیم ترین ذمہ داری ہے، پھر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اس کی تبلیغ کریں، اور لوگوں کو اللہ کے راستہ کی طرف دعوت دیں، اور ان سے کہیں کہ وہ بت پرستی چھوڑ دیں۔

حضور ﷺ جانتے تھے کہ قریش باطل کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر خود ساختہ خداؤں کی عبادت کر رہے ہیں، اب مسئلہ یہ تھا کہ کیا قریش کو اس بات پر قناعت حاصل ہو جائے گی کہ جن خداؤں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ زندگی و موت و نشور کے مالک ہیں۔

حضور ﷺ نے لوگوں سے اسلام کے متعلق بات کرنا شروع کر دیں، اور یہ طبعی بات ہے کہ انسان اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو سب سے پہلے حق کی بات پہنچانے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئی، ایمان کی بدولت اعلیٰ علیین کے مراتب تک پہنچیں جہاں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ سب نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو اپنے نیک سچے بندوں کو عنایت فرمائیگا، پھر حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، اور حضرت صدیق اکبرؓ ایمان لائے، اور پھر حضرت عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبیداللہؓ، زبیر بن العوامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ ایمان لائے۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے میں سخت محنت کرتے تھے، آپ ﷺ خانہ کعبہ بہت زیادہ تشریف لے جایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے اس کا طواف کرتے تھے، جبکہ وہاں قریش کی ایک جماعت خانہ کعبہ کے گرد بیٹھ کر بے کار قصے کہانیوں میں وقت ضائع کرتی تھی جن میں آپ ﷺ کے چچا ابو لہب بھی ہوتے تھے۔

قریش نے آپ ﷺ کی دعوت کے متعلق سن رکھا تھا، شروع شروع میں تو انہوں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا، آپ ﷺ کے متبعین کے متعلق بھی بہت کچھ جان چکے تھے، لیکن انہوں نے ان کو منع نہیں کیا، ان کا خیال تھا محمد ﷺ کا تعلق بھی ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے خدائیت کے موضوع پر کلام کیا ہے، آپ ﷺ جب طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے: (یہ خاندان عبدالمطلب کا لڑکا آسمانی باتیں کرتا ہے) اس وقت تک انہوں نے نہ آپ ﷺ کو ٹوکا اور نہ آپ ﷺ کو کوئی بڑی اذیت پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا

امام بوصیریؒ حضور ﷺ کے زمانہ بعثت کے لوگوں کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر اللہ کے رسول نے لوگوں کو دین کی طرف بلانا شروع کیا جبکہ لوگ کفر و انکار میں مبتلاء تھے، ان لوگوں کے دلوں میں کفر نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا اور ضلالت و گمراہی کی بیماری ہر جگہ پھیلی ہوئی تھی۔

ابتداء میں دعوت کو خفیہ طور پر لوگوں تک پہنچایا جاتا تھا، اس طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور اس سلسلہ میں مشرکین کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (سورہ حجر آیت ۹۴) یعنی آپ کو جن باتوں کا حکم دیا جارہا ہے ان کو علی الاعلان بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيْءٌ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾. سورہ شعراء آیت ۲۱۴۔۲۱۶

یعنی: آپ اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے، جن مؤمنوں نے آپ ﷺ کی اتباع کی ہے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے، اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو بتادیجئے کہ میں تمہارے عمل سے بری الذمہ ہوں۔

حضور ﷺ نے اپنے رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا، آپ ﷺ نے اپنے اقرباء کو اسلام کی دعوت دینی شروع کردی، ان میں آپ ﷺ کے چچا عبدالعزی بن عبدالمطلب (ابولہب) بھی تھے، جو قریش کے دین کے بارے میں شدید تعصب رکھتے تھے، ان کو صرف یہ عزیز تھا کہ ان کی قوم کے دین کو مکمل اہتمام و اعزاز حاصل ہو۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ابولہب تیز مزاج اور بے عقل آدمی تھا،

غصہ کی حالت میں جو کچھ سمجھ میں آتا کر گزرتا تھا، اور جو بات اس کو سب سے زیادہ ناپسند تھی وہ یہ کہ اس کے خیالی خداؤں کے تقدس پر کوئی تنقید کرے، اس کو یہ بات گوارہ نہیں تھی کہ کوئی اس کے آباء واجداد کے مکرمات و مقدسات کی توہین کرے، ایسے مواقع پر وہ زیادہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا اور پھر اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ اپنے اس عمل سے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی دشمنی مول لے رہا ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک کر رہا ہے۔

حضور ﷺ ابولہب کی بری طبیعت سے واقف تھے، آپ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ کہیں ابولہب اپنی حماقت و جہالت سے آپ ﷺ کی دعوتی مہم کو ناکام نہ بنادے۔ آپ ﷺ نے کسی ایسے طریقہ کے متعلق غور کرنا شروع کردیا جس سے آپؐ اپنے اقرباء کو دعوت بھی دے سکیں اور اپنے اس چچا کے شر سے بھی محفوظ رہ سکیں جو خود اپنی ذات پر ظلم کر رہا ہے اور جاہل ہے۔ بنی ہاشم میں اس کے دائرہ اثر ورسوخ سے ہٹ کر قریش کے اندر رہ کر بھی دعوت کا کام ہو جن میں مرض کفر سرایت کرچکا تھا اور کفران کے دل میں آباد ہوگیا تھا۔

اعزاء واقرباء کو دین کی دعوت اور ابولہب کی برہمی

جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَ اَنذِرْ عَشِيْرَ تَكَ الأَقْرَبِيْنَ﴾ (ترجمہ: اور آپؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے) تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے بنی ہاشم کو دعوت دی، چنانچہ وہ آئے، ان میں آپ ﷺ کے چچا بھی تھے بنی عبدالمطلب کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ آئی، تقریباً سب ملا کر ۴۵ افراد تھے، آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دینے کا قصد کیا تو ان میں سے ابولہب نے کہا؟

(یہ تمہارے چچا اور عم زاد ہیں، لہذا تم جو کچھ کہنا چاہو کہو اور اپنے آباء واجداد کے دین سے بغاوت کو ترک کردو، جان لو! عرب قبائل میں تمہاری قوم کو زیر کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، تمہیں گرفتار کرنے اور قید کرنے کا حق تمہاری برادری والوں کو ہے، تم اس وقت جس دین پر ہو اگر تم اس پر قائم رہو گے تو قریش کے لئے تم پر حملہ کرنا آسان ہے اور دیگر عرب بھی ان کی مدد کرینگے، میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی برادری کے لئے ایسا شر لے کر آیا ہو جیسا تم لے کر آئے ہو)

(الکامل۔ ۲/۶۱)

ابولہب سخت لہجہ میں بات کر رہا تھا، غصہ میں آپے سے باہر ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، رگیں پھول گئیں، چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں ہو گئے، اس نے اپنی بات ختم کردی، لیکن اس کا غصہ ختم نہیں ہوا۔

حضور ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کے چہروں کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش ابولہب کے غیض وغضب کو دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس مجلس میں کچھ نہیں کہا۔

دوسری مرتبہ دعوت پر اور زیادہ غصہ

آنحضرت ﷺ اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دے کر کچھ مدت کے لئے خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے پھر ان کو دوبارہ دعوت دی، ابولہب بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا، تمام مدعوئین جب حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے گفتگو شروع کی، آپؐ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں، اس سے مدد مانگتا ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں، اس پر توکل کرتا ہوں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

قوم کا آگے رہنے والا شخص کبھی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، میں اللہ کا پیغمبر ہوں خصوصاً تمہارے لئے، اور عموماً دیگر لوگوں کے لئے، خدا کی قسم تم مر جاؤ گے بالکل جس طرح تم سوتے ہو، اور تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا بالکل جس طرح تم نیند سے اٹھتے ہو، اور تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا، اسکے بعد تم ہمیشہ کے لئے جنت میں رہو گے یا جہنم میں۔ (الکامل لابن الأثیر ۲/۶۱)

اس کے بعد آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے، آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کھڑے ہوئے، انہوں نے نہایت عمدہ گفتگو کی، اور لطیف انداز میں عذر کیا، ان کے الفاظ یہ تھے:

(تمہاری مدد کرنا ہمیں کتنا اچھا لگتا ہے، ہم نے تمہاری نصیحتوں کی طرف دھیان دیا، ہم تمہاری باتوں کی مکمل تصدیق کرتے ہیں، تمہیں جس چیز کا حکم ملا ہے اسے کر گزرو، خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہونگا اور تمہاری حفاظت کرونگا، لیکن ایک بات ہے میرا دل عبدالمطلب کے دین کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہے)۔

دوسری طرف ابولہب کی حالت غیر ہو رہی تھی، وہ غصہ سے پھول رہا تھا، اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے، حماقت وجہالت اس میں واپس آگئی، وہ بلند آواز سے چیخ پڑا:

(خدا کی قسم یہ تو ذلت ورسوائی ہے، اس کو روکو قبل اس کے کہ دوسرے یہ کام کریں، اگر تم نے اس کو دوسروں کے حوالہ کر دیا تو تم نے گویا اسے رسوا کر دیا، اور اگر تم اس کی حفاظت پر اتر آئے تو تم قتل کر دیئے جاؤ گے)۔

اس پر ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم ہم ان کی حفاظت کرینگے جب تک کہ ہم زندہ ہیں۔ (انساب الاشراف ۱/۱۱۹)

ابوطالب ان الفاظ کو بار بار دہرا رہے تھے:

(جب تک میں زندہ ہوں خدا کی قسم وہ اجتماعی شکل میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے)۔

صفیہ اور ابولہب

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اس مجلس میں حاضر تھیں، وہاں جو باتیں ہو رہی تھیں وہ انہیں نہایت اہتمام سے سن رہی تھی، اپنے بھائی ابولہب کے غیض وغضب اور چیخ ودھاڑ کو دیکھ رہی تھیں، اولین سابقین کی طرح ایمان نے ان کے دل میں بھی گھر بنالیا تھا، وہ ابولہب کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگیں:

اے بھائی! کیا تمہیں اپنے بھتیجے کی ذلت ورسوائی اچھی لگتی ہے؟ خدا کی قسم علم رکھنے والے مسلسل کہہ رہے ہیں کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک نبی پیدا ہوگا وہ نبی یہ ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ غلط ہے یہ تو صرف تمنا ہے، تم ایک عورت ہو، عورتوں کی باتوں کا اعتبار صرف بناؤ سنگھار میں ہوتا ہے، اگر تمام قریش ہمارے خلاف ہوگئے، ساری قوم ہماری مخالف ہوگئی تو ان کے سامنے ہماری حیثیت کیا ہوگی۔ (انساب الأشراف ۱/۱۱۹)

اس مجلس میں ابولہب ڈراتے دھمکاتے ہوئے چلا گیا، وہ لات، منات، عزیٰ اور ھبل کی قسم کھا رہا تھا کہ بتوں کی خاطر وہ اپنی جان و مال اور اولاد کو بھی قربان کردیگا، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کریگا، دوسری طرف ابوطالب نے عزم مصمم کرلیا کہ ہر حالت میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرونگا۔

جبل صفا پر

آنحضرت ﷺ کو جب اس پر اطمینان ہوا کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب آپ کی حمایت و حفاظت کرینگے تو آپ ﷺ ایک دن جبل صفا پر چڑھے اور با آواز بلند فرمایا: اے لوگو! ہلاکت و بربادی تمہارے سامنے ہے، یہ جملہ سنتے ہی تمام قریش آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے، آپ ﷺ نے ان کو توحید، ایمان، نبوت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

امام بخاریؒ نے اس قصہ کے ایک حصہ کو اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ یعنی آپ اپنے اعزاء واقرباء کو دین کی دعوت دیں، نازل ہوئی تو آپ ﷺ جبل صفا پر چڑھ گئے اور قریش کی شاخ بنی فہر، بنی عدی وغیرہ کا نام لے کر آواز دینا شروع کردیا، سب لوگ جمع ہوگئے ہر شخص خود مجمع میں حاضر ہونے کی کوشش کررہا تھا، جس کے پاس کوئی عذر تھا اس نے اپنے نائب کے طور پر کسی کو بھیج دیا، چنانچہ تمام قریش جمع ہوگئے جن میں ابولہب بھی تھا، آپ ﷺ نے بات شروع کی، آپ ﷺ نے فرمایا: (میں ایک بلند جگہ پر کھڑا ہوں یہاں سے) اگر میں تمہیں بتلاؤں کہ دشمن کا لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟

سب نے کہا: جی ہاں، ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر سنو، بیشک میں تمہیں ایک شدید عذاب سے

ڈرار ہا ہوں جو بالکل سامنے پہنچ گیا ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہمیشہ بربادی ہو، کیا تم نے ہمیں یہ کہنے کے لئے یہاں پر جمع کیا تھا؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا كَسَبَ﴾ فتح الباری ۸؍۳۶۰۔

یعنی: ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہوجائیں اور خود اس کا بھی ستیاناس ہوجائے، اس کے مال ودولت نے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہ اہم اعلان تھا، جس میں آپ ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اس پیغام پر ایمان ہی دراصل اس رشتہ کا احیاء ہے جو ان کے آپ ﷺ کے درمیان ہے، نیز یہ کہ اس عظیم تنبیہ کے آگے قرابت داری کی عصبیت بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔

نہایت جہالت و تجاہل کے ساتھ ابولہب حضور ﷺ کی عداوت میں بہت آگے نکل گیا اس نے صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس نہیں کیا، آغاز اسلام سے لے کر اب تک اس کا معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ معاندانہ رہا، یہ خیال نہیں کیا کہ یہ اپنے بھائی کا بیٹا ہے، اپنا پڑوسی ہے، بلکہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے حضرت ﷺ کی پیدائش کی نوید سنانے پر اپنی باندی ثوبیہ اسلمیہ کو اظہار مسرت کے طور پر آزاد کردیا تھا، غصہ و تعصب میں اندھا ہو گیا، کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔ حضور ﷺ کا کٹر دشمن بن گیا، یہی حال اس کی بیوی ام جمیل (یاام قبیح) کا بھی تھا، وہ بھی آپ ﷺ کی بڑی دشمن تھی، دشمنی میں آکر ایسی احمقانہ حرکتیں کرتی تھی کہ جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کتنی کمینی خاتون تھی۔

آنحضرت ﷺ اپنے چچا ابولہب کے قریب ان کے پڑوس میں رہتے تھے، آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان رشتہ مصاہرت بھی قائم تھا، آپ ﷺ کی دو صاجزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں، یہ دونوں اچھے شوہر ثابت نہیں ہوئے، ابولہب نے ان کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو، انہوں نے طلاق دے دی اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ

ﷺ کو خاندانی مشکلات میں الجھا کر تبلیغی امور سے روکا جائے۔ ان سب حرکتوں کے باوجود ابولہب کی عداوت میں کمی نہیں آئی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

پڑوس میں نبی کریم ﷺ کو ایذاءرسانی

ابولہب نے اپنی عداوت میں صرف باتوں پر کفایت نہیں کی، بلکہ اس نے پڑوسی کے حق کا بھی خیال نہیں کیا۔

علامہ بلازریؒ نے پڑوس کی ایذاءرسانی کے طریقوں اوراندھی عداوت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ابولہب نجاست وغلاظت اٹھاکر نبی کریم ﷺ کے دروازے پر رکھدیتا تھا، ایک دفعہ ابولہب کچھ غلاظت آپ ﷺ کے دروازہ پر رکھ چکا تھا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے دیکھ لیا، انہوں نے ان نجاستوں کو اٹھاکر ابولہب کے سر پر رکھ دیا، ابولہب اپنے سر کو صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یہ احمق صابی ہے (یعنی اپنے آباءواجداد کے دین کا باغی) اس کے بعد اس کی ان حرکتوں میں کمی آئی، لیکن وہ دوسروں کو اسکی تلقین کرتا تھا۔ (أنساب الأشراف ۱/۱۳۱)

انتہائی درجہ کی عداوت

یہ بھی ایک ناقابل فہم بات ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا چچا تھا، اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کا کٹر دشمن تھا، صلہ رحمی کا کم از کم تقاضا یہ تھا کہ اگر اس کو اچھا نہیں لگ رہا تھا تو خاموش ہوجاتا، نہ گالیاں دیتا اور نہ ہی دشمن بن جاتا۔

ابولہب کی شدت عداوت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ہر جگہ پیچھا کرتا تھا، بازاروں، محفلوں اور موسم حج میں لوگوں سے کہتا تھا: یہ جھوٹا ہے اور پھر آپ ﷺ پر بہتان باندھتا تھا۔

حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے، فرماتے ہیں میں نے ربیعہ بن عباد الدیلی (ان کا تعلق بنی دیل سے ہے زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے ہیں بعد میں مسلمان ہوگئے) سے سنا وہ میرے والد کو بیان کررہے تھے:

میں ایک جوان لڑکا تھا اپنے والد کے ساتھ منی میں تھا، آپ ﷺ مختلف قبائل

کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے، اور کہتے تھے: اے بنی فلان! میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالی کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے روکتا ہوں، اللہ تعالی کے سوا جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کو چھوڑ دو، تم ایمان لے آؤ، میری تصدیق و حفاظت کرو، تاکہ میں اللہ تعالی کا پیغام لوگوں تک پہنچادوں۔

راوی کہتا ہے: ان کے پیچھے روشن چہرہ والا ایک بھینگا آدمی تھا، اس کے بالوں کے دو جوڑے تھے، اس نے عدنی کپڑوں کا جوڑا پہن رکھا تھا، جب آنحضرت ﷺ اپنے بیان سے فارغ ہو جاتے تو یہ شخص کہتا:

اے بنی فلان! یہ تم سے کہتا ہے کہ تم لات وعزی (بتوں کے نام) کو چھوڑ دو، اور تمہارے حلیف بنی مالک بن اُقیس کو چھوڑ دو، اور اس کی بدعت وگمراہی پر ایمان لے آؤ، لہذا نہ تم اس کی بات سنو اور نہ اس کی اطاعت کرو۔

ربیعہ بن عباد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ ان کا چچا عبدالعزی (ابولہب) ہے۔ (تاریخ اسلام للذھبی ص۱۵۱ر۲)۔

اس کی بات نہ مانو

ابولہب نے آپ ﷺ کو جھٹلانے کے سلسلہ میں مذکورہ حرکتوں پر اکتفا نہیں کیا، وہ اس سے زیادہ کرنے کے لئے بے چین تھا، آنحضرت ﷺ جب اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف قبائل کے پاس جاتے تو یہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا، لوگوں کو دین سے روکتا تھا، بعض اوقات اس کے حسد وکینہ کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پتھر مارتا تھا جس سے آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک لہولہان ہو جاتے تھے۔

یہاں مناسب یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کو جنہیں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، براہ راست ان کی زبانی نقل کی جائے۔ طارق بن عبید اللہ المحاربی کہتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ ذی المجاز کے بازار میں، میں اس وقت کوئی چیز فروخت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ میرے سامنے سے گزرے، آپ ﷺ نے ایک سرخ جوڑا زیب تن کر رکھا تھا، اس وقت میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگوں! لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

اچانک میں نے آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جو آپ ﷺ کو پتھر مار رہا تھا جس سے آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں اور دونوں قدم مبارک لہولہان ہو گئے تھے، یہ شخص کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات مت مانو، یہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق نہ کرو۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ بنو عبدالمطلب کا ایک جوان ہے، اس کا نام محمد ﷺ ہے اس کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔

میں نے کہا: اسے جو پتھر مار رہا ہے وہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ ان کا چچا عبدالعزی (ابولہب) بن عبدالمطلب ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ (السیر والمغازی ص ۲۳۲)

یہ ہے ابولہب کی تند مزاجی، سخت طبیعت، خسیس ترین کام کرنے والا، جاہلیت کی آرزوؤں اور تمناؤں کی بناء پر حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح کا سخت معاملہ کرتا تھا۔

ابولہب کی گندی ذہنیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بدخواہ بھی تھا، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے (عبداللہ) کا انتقال ہو گیا، جس پر ابولہب بہت خوش ہوا، بھاگتے ہوئے اپنے دوستوں کے پاس گیا ان کو خوشخبری سنائی کہ: آج رات محمد کا ستیاناس ہو گیا ہے، جس پر یہ ایک آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ یعنی آپ کے دشمن کا ستیاناس ہوا ہے۔

بہر حال ابولہب کیا تھا؟ اس کا غصہ کیا تھا؟ اس کے جھوٹ کا کیا عالم تھا؟ آپ ﷺ کے خلاف اس کا کیا رویہ تھا جو اللہ تعالی کے پیغام کے حامل تھے، جس سے لوگوں کے دلوں سے اوہام کا پردہ چاک کرنا چاہتے تھے، اور جو پوری دنیا کے لئے حق و ہدایت کا پیغام تھا۔

ابولہب بیرونی وفود سے کیا کہتا تھا؟

مختلف طریقوں سے ابولہب نے لوگوں کو اللہ تعالی کے دین سے روکنے کی بھرپور کوشش کی، اس پر کفایت نہیں کی کہ وہ خود کفر و شرک پر باقی رہتا، اپنی ضلالت و حماقت پر برقرار رہتا، بلکہ اس بات کی کوشش کی کہ ساری دنیا شرک اور بت پرستی میں مبتلا رہے، چنانچہ دور دراز کے علاقوں سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی باقاعدہ نگرانی کرتا تھا، ان سے جاکر ملتا تھا، ان کو آپ ﷺ سے متنفر کرتا تھا، انکو آپ ﷺ کے جادو (بزعم اسکے) سے خوفزدہ کرتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن کیسانؒ کہتے ہیں:

جب کوئی وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ابولہب ان کے پاس جاتا، لوگ اس سے آپ ﷺ کے متعلق پوچھتے اور کہتے کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں، تو ابولہب ان سے کہتا: وہ تو جھوٹا جادوگر ہے، یہ سنکر یہ وفد آپ ﷺ سے ملے بغیر واپس چلا جاتا تھا، ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک وفد آیا، ابولہب نے جاکر سب سے پہلے ان سے ملاقات کی، وفد کے اراکین نے کہا کہ ہم ان سے ملے بغیر اور ان کی باتیں سنے بغیر واپس نہیں جائیں گے، اس پر ابولہب نے کہا: ہم تو مسلسل ان کے جنون کا علاج کررہے ہیں ان کا ناس ہوجائے، وہ برباد ہوجائیں، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو بہت غمزدہ ہوئے، اس پر اللہ تعالی نے یہ سورت (تبت) نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی ۲۳۵/۲)

برباد ہو ابولہب (اللہ اس کا برا کرے) لوگوں سے ملاقات کر کے کہتا تھا کہ تمہیں محمد ﷺ میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ جادو ہے، ابولہب کہا کرتا تھا: تم پر محمد ﷺ نے جادو کردیا ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم پوری بکری کھاجاتے ہیں بڑی پیالی میں دودھ بھر کر پی جاتے ہیں تب بھی نہ ہمارا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہم سیراب ہوتے ہیں جبکہ تمہیں محمد ﷺ بکری کی ران کھلا کر تمہارا پیٹ بھر دیتا ہے اور ایک پیالی دودھ سے تم سب کو سیراب کردیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب لوگوں کو یہ کہہ کر محمد جادوگر ہیں آپ ﷺ سے لوگوں کو روکتا تھا، چنانچہ لوگ آپ ﷺ سے ملاقات کئے بغیر واپس

چلے جاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب قبیلہ کا شیخ تھا، آپ ﷺ سے اس کی نسبت آپؐ والد کی سی تھی، کوئی اس پر تہمت نہیں لگاتا تھا، جب سورہ (تبت یدا) نازل ہوئی اور اس کو اس کی خبر ملی تو بہت غصہ میں آیا اور شدید دشمنی کا اظہار کیا، اس کے بعد لوگوں نے اس کو غلط قرار دے کر اس پر تنقید شروع کر دی، اور آپ ﷺ کے متعلق اس کی باتوں کا کوئی اعتبار بر قرار نہیں رہا، جس سے ان کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں اور تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ (تفسیر امام رازی ۳۲/ ۱۵۳)

آیت میں ہاتھ کا ذکر آنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ سے ملنے کے لئے آنے والے شخص کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا تھا کہ صحیح حالت میں واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ وہ پاگل ہے۔

ابو طالب اور ابولہب

ابو طالب چاہتے تھے کہ ابولہب اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی مدد کرے، یہ ابو طالب کی خواہش تھی، جب ابو طالب کے بھانجے حضرت ابو سلمہ بن عبدالأسد المخزومیؓ ابو طالب کے حلقہ امن میں داخل ہو گئے، تو بنی مخزوم کی ایک جماعت نے انہیں تکلیف پہنچانے کی کوشش کی، انہوں نے کہا:

اے ابو طالب! آپ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو تو امن دیدی، لیکن آپ ہمارے (بنی مخزوم کے) آدمی کو کیوں تحفظ فراہم کر رہے ہیں؟ آپ ہمارے اور ان کے درمیان حائل کیوں ہیں؟

ابو طالب نے کہا: اس نے مجھ سے امن طلب کیا ہے، وہ میرا بھانجا ہے، اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کروں تو پھر اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی حفاظت کیوں کروں؟

اس وقت ابولہب طیش میں آکر کھڑے ہو گیا، اس نے کہا: اے قریش! خدا کی قسم تم نے شیخ (ابو طالب) کو بہت کچھ کہا ہے، اب اس سے آگے مت بولو، یا پھر ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے پھر دیکھو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟ اب ان بت پرستوں کو بات سمجھ میں آگئی، ان کو خدشہ ہوا کہ ابولہب اگر ان کے ساتھ شامل ہو گیا تو محمد ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائینگے، ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، اور وہ محمد ﷺ کے ایک کٹر دشمن سے محروم ہو جائیں گے۔ بلکہ ابولہب

ہی محمد ﷺ کی دشمنی میں ان کا بہترین ساتھی ہے، لہذا سب نے بیک آواز کہا:

اے عتبہ کے ابا: آپ کو جو بات اچھی نہ لگے ہم اسے چھوڑ دیں گے آئندہ ہماری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

یہ لوگ اپنے وعدہ پر قائم رہے، پھر انہوں نے ابو طالب کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، ابولہب کی مذکورہ گفتگو سن کر ابو طالب کے دل میں حرص وامید پیدا ہوئی کہ شاید ابولہب اب محمد ﷺ کی مدد کریگا، چنانچہ ابولہب کو اس پر آمادہ کرنے کے لئے ابو طالب نے مندرجہ ذیل اشعار عربی میں کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اور ان کا (محمد ﷺ) عم ابو عتبہ تو روضہ میں ہیں جو ظلم کے موقعہ پر خاموش نہیں رہتے۔

میں ان سے کہہ رہا ہوں لیکن میری نصیحت کی حیثیت کیا ہے؟ اے ابو معتب! اپنی شخصیت کو باقی رکھو۔

جب تک زندگی رہے ایسا کوئی کام نہ کرو جس کی وجہ سے تمہیں گالی دی جاتی رہے اگرچہ مواسم حج میں کیوں نہ ہو۔

عجز و ضعف کا راستہ ترک کر دو کیونکہ تمہیں عجز کے ساتھ لازم و ملزم بنا کر نہیں پیدا کیا گیا۔

جنگ کرو کیونکہ جنگ انصاف ہے، تم ہرگز جنگجو کو مات کھاتے ہوئے نہیں دیکھو گے یہاں تک کہ اس کے ساتھ صلح ہو جائے۔

ابولہب نے اپنے بوڑھے بھائی ابو طالب کی باتوں کو نہیں مانا، اور قریش کی تائید وحمایت کرتا رہا، ابولہب کا غیظ و غضب وقتی آندھی سے زیادہ نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا غصہ بھی ختم ہوتا گیا، پھر وہ بدبخت خود بھی ختم ہو گیا، شاعر نے کیا خوب کہا۔

جس شخص نے ایسی شئے ایجاد نہیں کی جس کا تعلق اس کی ذات سے نہ تھا۔
وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی نفس پر اس کی عادت غالب آجاتی ہے۔

ابولہب غضبناک ہے لیکن

جب ابو طالب کا انتقال ہوا اور پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ پر دو مصیبتیں اکھٹی ہو گئیں، آپ ﷺ نے زیادہ وقت گھر پر گزارنا شروع کر دیا، بہت کم باہر نکلتے تھے، قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جس کا ان کو پہلے موقع نہیں ملا تھا اور جس کی ان کو توقع کبھی نہیں تھی، ابولہب کو اس کی اطلاع ملی تو وہ غضبناک ہو کر آیا اور کہا: اے محمد ﷺ! تم جو چاہو کرو، وہ سب کچھ کرو جو تم ابو طالب کی زندگی میں کیا کرتے تھے، لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

ابو طالب ابولہب کو آپ ﷺ کی امداد پر اکسایا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مدد و حمایت کے لئے وہ انہیں عمدہ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتے تھے، ابو طالب ہمیشہ کہا کرتے تھے:

جب تک زندگی رہے ان کو بے یار و مددگار مت چھوڑو، ہمیشہ نیک اور نجات دہندہ بننے کی کوشش کرو، ہاشمیوں سے دشمنوں کو بھگاؤ، عام لوگوں کی بہ نسبت ان سے محبت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ایک دفعہ ابن غیطلۃ نے آپ ﷺ کو گالی دی تو ابولہب نے اسے درست کر دیا۔ اس پر وہ چیخا اور کہنے لگا: اے قریش! عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا ہے، تمام قریش وہاں جمع ہو گئے، ابولہب نے کہا: دراصل میں نے عبدالمطلب کے دین کو چھوڑا نہیں ہے لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم ہونے نہیں دونگا، یہاں تک کہ وہ اس کام کو مکمل نہ کر لے۔

اس پر سب نے کہا: یہ آپ نے بہت اچھا کیا، اس سے آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اس سے فائدہ یہ ہوا کہ آپ آزادانہ نقل و حرکت کر سکتے تھے چنانچہ آپ ﷺ بلا روک ٹوک کئی دنوں تک جہاں چاہتے تشریف لے جاتے، لوگ ابولہب سے ڈرتے تھے، لوگوں کو اب یہ گمان ہو گیا کہ ابولہب ہمیشہ اپنے بھتیجے کی حمایت کرتے رہیں گے۔

کفر کے دو بڑے سرغنوں ابو جہل اور عقبہ بن اُبی معیط نے غور و فکر شروع کردیا کہ کسی طرح ابولہب کو آپؐ کی حمایت سے باز رکھا جائے۔ یہ دونوں ایک دن ابولہب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کیا تمہیں تمہارے بھتیجے نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ تمہارے والد عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

اس پر ابولہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے محمد! عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

ابولہب ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں نے محمد ﷺ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

اس پر ان دونوں نے کہا: محمد کا گمان ہے کہ وہ آگ میں ہیں۔

ابولہب نے کہا: اے محمد! کیا عبدالمطلب آگ میں داخل ہونگے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی بھی موت اس دین پر ہوئی ہو جس پر عبدالمطلب کی ہوئی ہے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

اس پر ملعون ابولہب نے کہا: خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارا دشمن ہی رہونگا، تمہارا گمان تو یہ ہے کہ عبدالمطلب جہنم میں ہیں۔

اب ابولہب اور قریش کی عداوت ودشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔

ابولہب کی مزاج وطبیعت کا یہ حال تھا جس کا معمولی تذکرہ اوپر آیا ہے، خیانت و حسد سے بھرپور، اپنی خواہشات کے آگے بے بس، کبھی نفس کے غلبہ کے تحت وہ کنٹرول میں آجائے تو زیادہ دیر تک اس پر قائم نہیں رہتا، عادت و مزاج ہی کو ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا ہے، عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اے وہ شخص جس نے اپنی عادت کے بجائے مصنوعی اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے، جس کا کام صرف چاپلوسی اور فساد ہے۔

تم اپنی معروف عادات کی طرف لوٹ جاؤ کیونکہ مصنوعی اخلاق کو اخلاق کریمانہ ہمیشہ رد کرتے آئے ہیں۔

ابولہب کی اولاد

علامہ آلوسیؒ اور مصعب زبیریؒ فرماتے ہیں:

ابولہب کی تین (نرینہ) اولاد تھی۔ عتبہ، معتب، عتیبہ۔

عتبہ اور معتب فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگئے، اور جنگ حنین و طائف میں شریک ہوئے، علامہ ابن سعد نے ان دونوں کے مسلمان ہونے کا قصہ اپنی طبقات میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جو اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے عباس! تیرے بھائی کے لڑکے عتبہ اور معتب مجھے نظر نہیں آرہے ہیں وہ دونوں کہاں ہیں؟۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ دونوں توان مشرکین کے ساتھ ہیں جو ایک طرف بھاگ نکلے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: تم انکے پاس جاؤ، اور ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔

حضرت عباس فرماتے ہیں: میں مقام عرنہ کی طرف روانہ ہوا اور ان دونوں سے مل کر کہا: اللہ کے رسول تم دونوں کو بلا رہے ہیں۔

وہ دونوں جلدی سے میرے ساتھ روانہ ہوئے، حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی، وہ دونوں مسلمان ہوگئے اور آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ اٹھے، ان دونوں کو ہاتھ سے پکڑ کر چلے یہاں تک کہ خانہ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان مقام ملتزم پر آکر رک گئے، آپ ﷺ نے کچھ دیر دعا کی، پھر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ ﷺ کو مسرور رکھے، مجھے آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی اور مسرت نظر آرہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو مانگا، جو اللہ تعالی نے مجھے عطا فرمادیئے۔

عتیبہ کا متوقع انجام

اکثر و بیشتر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عتیبہ ابن ابولہب مسلمان نہیں ہوا، ایمان کو اس کے دل میں جگہ نہیں ملی۔ یہ اپنے والد کی طرح کافر تھا، اور نبی کریم ﷺ سے جھگڑنے اور آپ ﷺ کو ایذاء پہنچانے میں اپنے والد سے پیش پیش تھا۔

عتبہ اور معتب کے مسلمان ہونے اور عتیبہ کے کافر ہونے پر بعض شعراء نے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ۔ میں نے عتیبہ کو اس وقت سے ناپسند کیا جب سے اس نے حق کی مخالفت کی، اور عتبہ کے مسلمان ہونے پر ان سے محبت کی، ان کی طرح معتب بھی مسلمان ہوا، لہذا تم احتیاط کرو، اور کسی مسلم نوجوان کو برا بھلا کہنے سے پرہیز کرو۔

بدبخت عتیبہ نے حضور ﷺ کی صاجزادی ام کلثوم سے نکاح کیا تھا اور رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی اپنے والد کے کہنے پر اور قریش کے اکسانے پر کہ اگر تم نے محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق دیدی تو تم جس قریشی خاتون کے ساتھ چاہو ہم تمہاری شادی کردینگے اس نے آپ ﷺ کی صاجزادی کو طلاق دیدی۔

اس وقت اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تم نے میری شادی ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی سے یا سعید بن العاص کی بیٹی سے کردی تو میں ام کلثوم کو طلاق دیدونگا، انہوں نے سعید بن العاص کی بیٹی سے اس کی شادی کردی، جس پر عتیبہ نے ام کلثوم کو طلاق دیدی جبکہ ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی، یہ اللہ تعالی کا محض کرم تھا کہ ام کلثوم کو اس بدبخت کے یہاں سے نکال لیا اور پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ ان کی شادی ہوگئی۔

عتیبہ نے احکامات الہیہ سے روگردانی کرتے ہوئے حضور ﷺ کو حد درجہ ایذا پہنچانا شروع کردی، جس میں اس نے بہت زیادہ تجاوز کیا، آنحضرت ﷺ نے اس کو بد دعا دی، اس کے بعد وہ ہلاک ہوگیا۔ جیسا کہ اس کے بعد اور اس کے ساتھیوں کے متعلق توقع کی جارہی تھی، عتیبہ کی ہلاکت کے متعلق یہاں ہم ھبار بن الأسودؓ کی باتیں نقل کرتے ہیں جنہوں نے عتیبہ کی ہلاکت کی ابتداء سے انتہاء کے تمام مراحل کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت ھبار بن الأسود فرماتے

ہیں:

ابو لہب اور اس کا لڑکا صاحبزادہ عشیبہ نے شام جانے کی تیاری کی تھی، میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی تیاری کر لی، اس وقت عتیبہ نے کہا: خدا کی قسم میں محمد ﷺ کے پاس جا کر ان کے خدا سے متعلق انہیں ایذاء پہنچنے والی بات کرونگا، چنانچہ یہ آپ ﷺ کے پاس آیا، اور کہا: اے محمد! میں اس ذات کا انکار کرتا ہوں جس کا تذکرہ اس آیت میں ہوا ہے ﴿دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ سورہ نجم آیت ۸و۹۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو اپنے کتوں میں سے کسی کو اس پر مسلط فرما۔

عتیبہ وہاں سے واپس ہوا، اپنے والد کے پاس آیا، والد نے پوچھا: اے میرے بیٹے تم نے محمدؐ سے کیا کہا؟

عتیبہ نے جواب دیا: میں نے کہا: میں اس خدا کو نہیں مانتا ہوں جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (دَنَا فَتَدَلّٰى) میں نے ان کے خدا کا انکار کیا جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

ابو لہب نے کہا: پھر تم سے انہوں نے کیا کہا؟

عتیبہ نے جواب دیا: انہوں نے کہا کہ اے اللہ تو اپنے کسی کتے کو اس پر مسلط فرما۔

ابو لہب نے کہا: اے بیٹے! خدا کی قسم تمہیں ان کی بددعا لگ کر رہے گی۔

حضرت ابن اسودؓ فرماتے ہیں: ہم وہاں سے چلے یہاں تک مقام شراۃ پہنچ گئے وہاں ہم نے ایک راہب کے گرجے کے قریب پڑاؤ ڈالا، راہب نے ہم سے کہا: آپ حضرات عرب ہیں آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا؟ اس جگہ پر بھیڑیوں کی چھل پہل تو بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ابو لہب نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا: تم میری بڑی عمر کے تقاضوں اور میری حیثیت سے تو واقف ہو نگے؟

ہم نے کہا: جی ہاں، ہم واقف ہیں۔

پھر ابولہب نے کہا: اس شخص (محمد ﷺ) نے میرے بیٹے کو بددعا دی ہے خدا کی قسم یہ بددعا اس کو ضرور لگے گی، لہذا تم اپنے سامان گرجے کے گرد اکھٹے کرو، اس کے اوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ، پھر اس کے اطراف میں تم اپنے بستر بچھالو۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا، ہم نے سامان اکھٹے کیے، اوپر ابولہب کے بیٹے نے اپنا بستر پھیلایا اور سو گیا، ابولہب ہمارے ساتھ نیچے سو گیا، عتیبہ سامان کے اوپر سو گیا، رات کو شیر آیا، اس نے ہم میں سے ہر ایک کا منہ سونگھا، جب اسے اپنا مطلوبہ شکار نہیں ملا تو اس نے اوپر سامان کی طرف چھلانگ لگائی عتیبہ اوپر موجود تھا، شیر نے زور سے اس پر جھپٹا مارا جس سے اس کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے، مرتے وقت اس نے یہ الفاظ کہا: کیا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ محمد ﷺ سب سے زیادہ سچ کہنے والے ہیں، پھر وہ مر گیا۔

اس وقت ابولہب نے کہا: مجھے پتہ چل گیا تھا کہ یہ محمد ﷺ کی بددعا سے نہیں بچ سکے گا۔

اس واقعہ سے متعلق ایک شاعر نے کچھ اشعار کہے جس میں اس بات کو اجاگر کیا کہ عتیبہ آنحضرت ﷺ کی بددعا کا مستوجب کیوں بنا۔

وہ بددعا کا مستوجب بنا ان باتوں کے سبب جو وہ ہر ناظر و سامع سے کہتا تھا۔

اللہ تعالی نے اس پر اپنا کتا مسلط کر دیا۔ ذلیل کی چال دھوکہ بازوں کی طرح تھی۔

اس کے عزیزوں کے سامنے وہ شیر آیا، جب کہ وہ ڈر کے مارے ان سے اوپر سویا ہوا تھا، سر کو کھا گیا دھاڑ سے، بھوکے شیر نے اسے خون میں نہا دیا۔

اللہ تعالی نے اس طرح رسول کی دعا قبول فرمائی جو آپ کے رسول ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قاضی عیاض اپنی کتاب شفاء میں فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کی بددعائیں لوگوں کی ایک جماعت کے متعلق متواتر روایات سے ثابت ہیں اور بحیثیت دین ان کا علم حاصل ہے۔

ہجرت کے بعد ابولہب کی سرگرمیاں

اللہ تعالی کی طرف سے حکم آیا کہ آپ ﷺ اب مدینہ کی طرف ہجرت

کر جائیں۔

چنانچہ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرماگئے، ادھر ابولہب کی اسلام و مسلم دشمنی میں کوئی کمی نہیں آئی، ہمیشہ اس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے ابولہب کی ہجو میں اس وقت یہ اشعار کہے۔

ابولہب کو بتادو کہ محمد ﷺ اپنی منزل کو پہنچ جائیں گے اگرچہ یہ تمہیں اچھا نہ لگے۔

اور اگرچہ تم نے ان کے ساتھ دشمنی کی، انہیں بے یار و مددگار چھوڑا اور ذلیل کمینوں کا ساتھ دیا۔

اگر تم بنی ہاشم کے شرفاء میں سے ہوتے تو تم ضرور ظلم کا دفاع کرتے۔

کریمانہ اخلاق و شرافت کی وجہ سے ہاشم بڑے مرتبہ والے ہوئے، اور تمہیں غم والم، ذلت ورسوائی کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔

ابولہب حضور ﷺ سے اپنی عداوت و دشمنی پر برقرار رہا یہاں تک غزوہ بدر پیش آگیا قریش حضور ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے آئے، ابولہب کے علاوہ قریش کے ہر سردار نے اس جنگ میں شرکت کی، ابولہب نے اپنے بدلہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجدیا تاکہ وہ اس اولین معرکہ میں ابولہب کی طرف سے جنگ کرے، جو مسلمانوں اور کفار کی ایک جماعت کے درمیان پیش آیا۔

ابولہب روزانہ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ کر لوگوں سے جنگ کے احوال دریافت کرتا تھا، میدان بدر میں مشرکین کا حال یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، ان کی جماعت تتر بتر ہوگئی، بہت سے کفار گھاٹیوں اور وادیوں کی طرف بھاگ گئے، کچھ مغلوب و مقہور ہو کر ڈرتے ڈرتے مکہ پہنچ گئے، ذلت ورسوائی ان کے چہرے سے ٹپک رہی تھی، سوچ رہے تھے کہ مکہ والوں کو کیا منہ دکھائینگے۔ اپنی ھزیمت و شکست پر انہیں افسوس بھی ہو رہا تھا۔

کفار کی شکست وھزیمت کی خبریں جب ابولہب تک پہنچیں تو ان کی تصدیق کرنا ابولہب کو دشوار ہو رہا تھا، پھر ابولہب کے مقرب ترین شخص نے جب شکست کی اطلاع دی تو اس کو یقین آگیا، اس خبر نے اسے پاگل کر دیا، طیش میں آکر اپنے بھائی

عباس کے ایک لڑکے کی پٹائی کردی، جس پر بچہ کی ماں غضبناک ہوگئی اور اس نے ابولہب پر حملہ کردیا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ اس عورت کی بہادری کا قصہ ملاحظہ فرمائے۔

ایک عورت کی بہادری

اسلام نے اپنے ماننے والے مردوں اور عورتوں کی تربیت اخلاق کریمانہ پر کی ہے، جو تمام مکارم و محاسن کا سرچشمہ ہے، صحیح موقعہ پر بہادری و شجاعت کا اظہار اسلام کے کریمانہ اخلاق میں داخل ہے، ابتداء اسلام ہی سے خواتین اسلام کے کریمانہ اخلاق کے زیور سے آراستہ ہوئیں، ان میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اہلیہ حضرت ام الفضلؓ بنت الحارث بھی تھیں، جنہوں نے ناموافق حالات کے باوجود ابولہب کے مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، انہوں نے ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا جہاں بڑے بڑے بہادر پیچھے ہٹ جاتے ہیں، ان کی شجاعت و بہادری کی داستان سنئے حضرت ابورافعؓ سے جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

میں حضرت عباسؓ کا غلام تھا، ہمارے گھر کے تمام افراد کے دلوں میں اسلام داخل ہوگیا تھا، عباس مسلمان ہوگئے تو ام فضل بھی مسلمان ہوگئی، پھر میں بھی مسلمان ہوگیا، حضرت عباس اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے، ابولہب بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوا تھا، جب شکست کی خبر اسے ملی تو اس کی زبان بند ہوگئی اور وہ ذلیل ہوگیا، ہمیں اپنے اندر قوت و عزت محسوس ہوئی، میں ایک کمزور آدمی تھا، پیالے بنانے کا کام کرتا تھا، زمزم کے حجرہ میں پیالوں پر کشیدہ کاری کرتا تھا، اللہ کی قسم ایک دفعہ میں زمزم کے حجرہ میں بیٹھ کر حسب سابق پیالوں پر کشیدہ کاری کر رہا تھا ام فضل بھی میرے ساتھ بیٹھی تھی اور ہمیں بدر میں مسلمانوں کی فتح پر خوشی محسوس ہورہی تھی کہ اچانک ابولہب آپہنچا، اور کمرہ کی ایک طرف بیٹھ گیا، اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔

اچانک آواز آئی کہ یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہیں جنگ سے آئے ہیں، ابولہب نے ان سے کہا: میرے پاس آؤ، خدا کی قسم صحیح خبر تمہارے پاس ہوگی۔

حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں۔ ابو سفیان ابو لہب کے پاس جا کر بیٹھ گئے، لوگوں کا مجمع ان کے گرد کھڑا تھا۔

ابو لہب نے کہا: اے میرے بھتیجے مجھے یہ بتاؤ کہ میدان جنگ میں ہمارے آدمیوں کا کیا حال تھا؟

ابو سفیان نے کہا: جب مسلمانوں سے ہماری مڈ بھیڑ ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالہ کر دیے، وہ ہمیں خوب قتل کرتے رہے، قیدی بناتے رہے، اس کے باوجود خدا کی قسم میں نے کسی کو ملامت نہیں کی، دراصل ہمارا مقابلہ کچھ سفید آدمیوں کے ساتھ ہوا تھا جو گھوڑوں پر سوار تھے ہمیں وہ آسمان اور زمین کے درمیان سے نظر آرہے تھے، خدا کی قسم ان کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا تھا اور جو ان کے سامنے آتا اسے ختم کر دیتے تھے۔

ابو رافعؓ کہتے ہیں: میں نے حجرہ کا پردہ ہٹا کر کہا: خدا کی قسم وہ فرشتے تھے، اس پر ابو لہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے زور سے تھپڑ رسید کر دیا، میں اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گیا، اس نے مجھے اٹھا کر زور سے زمین پر دے مارا، پھر میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے مارنا شروع کر دیا، میں ایک کمزور آدمی تھا، ام فضل نے جب یہ دیکھا تو حجرہ سے ایک لکڑی ہاتھ میں لے لی اور زور سے ابو لہب کے سر پر مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کی صورت بدل گئی، پھر کہا: تم نے اسے اس لئے کمزور سمجھا ہے کہ اس وقت اس کا آقا (عباس) یہاں موجود نہیں ہیں، اس کے بعد ابو لہب وہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر چلا گیا۔

بری موت

جب مسلمان غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور فتح و غنیمت پر خوش ہو رہے تھے تو مکہ میں مشرکین غصہ سے اندر ہی اندر سے کٹتے جا رہے تھے، سب سے زیادہ غصہ و تکلیف ابو لہب کو ہو رہی تھی، ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اسے طاعون جیسا ایک مرض لاحق ہو گیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہو گئی۔

قریش اس مرض سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا، کوئی شخص ابو لہب کے قریب نہیں گیا اس کے مرے ہوئے تین دن گزر گئے تھے لیکن اس کی اولاد میں سے بھی

کوئی شخص اس کے نزدیک نہیں گیا، جب اس کی نعش پھول کر بدبودار ہو گئی، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا اندیشہ ہو گیا اور اس کی بدبو اتنی شدید ہو گئی کہ لوگوں کا وہاں رہنا دشوار ہو گیا تو ایک آدمی نے اس کے دونوں بیٹوں سے کہا:

تم دونوں کو شرم نہیں آتی؟ تمہیں لوگوں کا خوف نہیں ہے؟ تمہارے والد مر کر بدبودار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو دفن نہیں کرو گے۔

ان دونوں نے کہا: ہمیں دراصل اس ملعون مرض کے پھیلنے کا خدشہ ہے۔

اس پر اس آدمی نے کہا: چلو میرے ساتھ چلو، میں تمہاری مدد کرونگا۔

پھر وہ لوگ چلے، انہوں نے ابولہب پر دور سے پانی پھینک کر اسے غسل دیا، پھر بالائی مکہ لے گئے، ایک دیوار کے ساتھ سہارا دے کر اس پر پتھر پھینک پھینک کر اسے غائب کر دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا، پھر ایک لکڑی کی مدد سے دھکا دے کر اسے گڑھے میں اتار کر گڑھے کو بند کر دیا گیا، ابولہب کی ہلاکت ستر سال کی عمر میں واقع ہوئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بدبخت اور سرکش کی موت اسطرح ذلت و رسوائی کے ساتھ واقع ہو۔ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول سے بڑی عداوت و دشمنی کا معاملہ کیا تھا، حضرت عائشہؓ کے متعلق روایت آتا ہے کہ جب ان کا گزر ابولہب کی جائے موت سے ہوتا تو اپنا چہرہ پر پردہ ڈال دیتی تھیں۔

﴿سَیَصْلٰی نَارًا﴾ یعنی عنقریب ابولہب جہنم کی آگ میں جلے گا۔

علامہ ابن القیم الجوزیہؒ اپنی عظیم کتاب (زادالمعاد) میں لکھتے ہیں: اسم اور مسمی کے درمیان بڑا ربط و تعلق ہوتا ہے، جس طرح اشیاء کی حقیقت کا ان کے غلاف کے مابین ہوتا ہے، اسی طرح ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

چنانچہ عبدالعزی کی کنیت ابولہب وضع ہونے میں اس کے انجام کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دھکتی آگ میں داخل ہوگا، یہ کنیت اس کے لئے زیادہ بہتر و مناسب تھی، وہ اس کنیت کا زیادہ حق دار بھی تھا۔

☆☆☆

ابی بن خلف

☆ نبی کریم ﷺ نے ابی بن خلف کے متعلق فرمایا:
(ان شاء اللہ اسے میں قتل کرونگا)۔
☆ ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:
(اللہ تعالی تمہیں موت دینگے پھر تمہیں قبر سے اٹھائینگے اور پھر جہنم میں داخل فرمائینگے)۔

ابی بن خلف

بڑا ظالم و فاجر

یہ انسان خباثت اور فسق و فجور سے واقف تھا، فسق و فجور اور خباثت اس سے واقف تھی، جب سے ام القری (مکہ مکرمہ) میں اپنی برادری میں پیدا ہوا پھر اس نے بڑھنا اور پروان چڑھنا شروع کیا تو اس کے ساتھ ساتھ فسق و فجور اور طرح کی برائیوں کو بڑھنے اور پروان چڑھنے کا موقعہ ملا، یہاں تک کہ دور رہنے والے نے بھی اسے اپنا دشمن سمجھا اور قریب رہنے والے نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔

جب اسلام کا ظہور ہوا تو اسلام کے ساتھ استہزاء و مذاق اڑانے والوں میں یہ پیش پیش تھا، کبھی اس کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ کم از کم ایک دن تو ایذاء رسانی اور تکذیب سے اجتناب کروں، بلکہ یہ اور اس کا بھائی امیہ بن خلف نبی کریم ﷺ کو بدترین ایذائیں پہنچاتے اور آپ ﷺ کو جھٹلاتے تھے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تکلیف پہنچانے میں یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔

یہ فاسق ابی بن خلف بن وہب بن خذافہ جمی ہے، بڑا مجرم، بدبخت، کافر اور سرکش تھا۔ اس نے لوگوں کو صراط مستقیم سے روکا، مسلمانوں کو بڑی تکلیف پہنچائی، یہ اور اس جیسوں کا انجام جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ (نسب قریش ص ۳۸۷، طبقات ۱/۲۰۰)۔

تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن خلف زمانہ جاہلیت میں بھی بڑا کمینہ تھا، حج اور عمرہ کے لئے آنے والوں کو بڑی اذیتیں پہنچاتا تھا، یہانتک کہ تجار بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں تھے، تاجروں کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا، ان کے حقوق ہضم کر جاتا تھا، پھر (حلف الفضول) کے نام سے ایک معاہدہ عمل میں آیا جس کی

رو سے مظلوم کا دفاع واجب قرار پایا۔

ابی بن خلف کی کمینگی اور ظلم کی ایک مثال

تاریخ جاہلیت میں ایک تاجر کے ساتھ ابی بن خلف کے ظلم کا ایک واقعہ ملتا ہے، اس تاجر کا نام لمیس بن سعد بارقی تھا اس کا تعلق ازد قبیلہ سے تھا، یہ سامان تجارت لے کر مکہ آیا، ابی بن خلف نے اس کا سامان خرید لیا، پھر اس کے ساتھ ظلم، سرکشی اور بدسلوکی کرنے لگا، لوگوں کے ساتھ اس کا معاملہ نہایت برا تھا، اس تاجر نے اہل مکہ سے مدد طلب کی، مگر کسی نے اس کی مدد نہیں کی اور نہ ہی کسی نے اس کی طرف توجہ دی، ایک شخص نے اسے مشورہ دیا کہ تم حلف الفضول (امن کمیٹی) کے پاس چلے جاؤ، اور ان کو تمہارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں بتاؤ، یہ شخص وہاں گیا اور ان کو بتلایا کہ ابی بن خلف نے مجھ پر ظلم کیا ہے، حلف الفضول نے اس سے کہا:

تم ابی بن خلف سے جاکر کہو کہ حلف الفضول کہہ رہے ہیں کہ تم میرا حق مجھے واپس کردو، پھر دیکھو وہ کیا کہتا ہے، اگر اس نے تمہارا حق دیدیا تب تو صحیح ہے ورنہ اسے بتلاؤ کہ میں تمہارے جواب کے بارے میں حلف الفضول کو بتاؤں گا۔

یہ تاجر ابی بن خلف کے پاس گیا، اسے حلف الفضول کا پیغام پہنچایا، اس پر ابی بن خلف نے اس تاجر کا حق اسے واپس کردیا، اس موقعہ پر لمیس بن سعد البارقی نے ابی بن خلف کی مذمت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

کیا ابی بن خلف مکہ میں ظلماً میرا حق ہضم کر جائے گا جب کہ یہاں میرے ساتھ نہ میری قوم ہے اور نہ میرے احباب ہیں۔

میں نے اپنی قوم جح کو مدد کے لئے پکارا، لیکن میرے اور قوم کے درمیان کتنی وادیاں ہیں کتنے میدان ہیں؟

حلف الفضول (امن کمیٹی) نے ظلم کو قبول نہیں کیا تمہارے لئے اے بنو جح! حق کو چھین کر لیا جاتا ہے۔

ابی بن خلف دشمن طبع

جب اسلام کا ظہور ہوا اور اللہ کا نور روئے زمین کے تمام اطراف میں پھیلنے لگا،

توابی بن خلف، امیہ بن خلف، ابو جہل بن ہشام، اور شر پسندوں کی ایک جماعت نے دین حق کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے اپنی اسلام دشمنی کا خوب مظاہرہ کیا، ابی بن خلف ظہور اسلام کے پہلے ہی دن سے آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن بن گیا تھا، مشہور یہ تھا کہ اس کو اسلام سے نہایت بغض و کینہ ہے، جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ ابی بن خلف قریش میں اور اپنی برادری بنی جمح میں بڑا بدنام تھا، لوگوں کے ساتھ بد سلوکی کرتا تھا، بڑا بدطنیت آدمی تھا، اس سے کبھی بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، یہی وجہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد بھی یہ اپنی بری عادتوں اور خصلتوں پر برقرار رہا، بلکہ اس کی خباثت و خساست میں اضافہ ہی ہوتا گیا، چنانچہ اس نے اپنی جاہلانہ طبع و مزاج کی زہر افشانی شروع کردی، تاکہ وہ رشد و ہدایت کی ہر شکل کو کچل سکے، اس کی کمینہ طبع اسلام کی دعوتِ فضیلت کے ساتھ پنپ نہیں سکی، جب اس کے بھائی امیہ ابن خلف کے غلام حضرت بلال بن رباح اور اس کے بھتیجے صفوان بن امیہ کے غلام ابو فکیہہ نے اسلام قبول کیا تو کفر کے سرغنہ ابی ابن خلف کو بڑا گراں گزرا، اسے نور محمدی ﷺ کو روکنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی، چنانچہ اس نے حضرت بلال اور ابو فکیہہ اور مختلف کمزور مسلمانوں کو مختلف انواع و اقسام کی اذیتیں دینا شروع کردی، ابی اپنے بھائی امیہ بن خلف کے دل میں حسد کی آگ بھڑکاتا تھا تاکہ امیہ بلالؓ کو اذیتیں دیں، امیہ سے ابی بن خلف کہتا تھا: اس کو اور اذیتیں دو تاکہ محمد ﷺ اپنے جادو کے ذریعہ اسے ہم سے چھڑالیں۔

خلف کے دونوں بیٹے ابی اور امیہ حضرت بلالؓ کو پکڑ کر ان کے پاؤں باندھتے، پھر لوگوں سے کہتے کہ رسی سے پکڑ کر کھینچو، پھر گرم پتھر پر ان کو لٹادیتے، حضرت بلالؓ اس آزمائش و تکلیف کو ایک طویل عرصے تک برداشت کرتے رہے، ایک مرتبہ یہ دونوں ملعون حضرت ابو فکیہہ کو عذاب دے رہے تھے کہ وہاں سے ایک جانور کا گزر ہوا، اس پر ان دونوں نے کہا: کیا یہ تمہارا رب نہیں ہے؟

حضرت ابو فکیہہ نے فرمایا: میرا، تم دونوں اور اس جانور کا رب اللہ ہے۔

اس جواب پر یہ دونوں غضبناک ہوگئے۔ انہوں نے حضرت ابو فکیہہ کا گلا دبانا شروع کردیا اور اتنی زور سے دبایا کہ ان کو اندازہ ہوا کہ اب یہ مرگئے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا، کچھ دیر بعد ان کو ہوش آیا تو وہاں سے صحابہ کے سردار غلاموں کو آزاد کرنے والے حضرت صدیق اکبر کا گزر ہوا، آپؓ نے ان کو خرید کر آزاد کردیا۔

والے حضرت صدیق اکبر کا گزر ہوا، آپؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

ابی خود بھی گمراہ اوروں کو بھی گمراہ کرنے والا

تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں مفسرین اور علماء نے متعدد واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن سے ابی بن خلف کی خباثت، کمینگی اور حاسد ہونے کا پتہ چلتا ہے، نیز اس کے گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا علم ہوتا ہے۔

علامہ ابن ابی خاتم نے عمرو بن میمونہ سے اس آیت ﴿وَ یَومَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلیٰ یَدَیْہِ﴾ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ:

یہ آیت عقبہ بن اُبی معیط اور ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کسی ضرورت کے واسطے عقبہ کے پاس تشریف لائے، اس نے لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا تھا آپ ﷺ کو بھی دعوت دی، آپ ﷺ نے فرمایا (میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤنگا جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ) عقبہ مسلمان ہو گیا، آپ ﷺ نے کھانا کھایا، جب اس کی اطلاع ابی بن خلف کو ملی تو وہ عقبہ کے پاس آیا، اور اس سے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ عقبہ نے کہا:

ہاں: تم مجھے یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ جیسا آدمی میرے گھر آئے اور پھر کھانا کھائے بغیر چلا جائے تو تمہیں کیسا لگے گا؟

اس پر ابی بن خلف نے کہا: جب تک اسلام سے واپس نہ آجاؤ گے میں تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا۔ اس پر عقبہ نے اسلام سے رجوع کر لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابی بن خلف نے اس طرح کے بھونڈے اور گھٹیا طریقہ سے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی، اور لوگوں کو دین حق سے روکا، ابی اور عقبہ پر شیطان کا غلبہ تھا، ان دونوں نے آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی، دین حق پر ایمان نہیں لائے اور اپنی آخرت برباد کی۔

ابی بن خلف نے عناد و سرکشی کو ترک نہیں کیا بلکہ اس سلسلہ میں اس نے مجرمین کی ایک جماعت کے ساتھ رابطہ کیا، جس کا کام آپ ﷺ سے جھگڑا و مخاصمت کرنا تھا، تاکہ ان لوگوں کو آپ ﷺ سے بد ظن کیا جا سکے جو اس سے پہلے مسلمان

ہو چکے ہیں، لیکن ان کا یہ خواب محض خواب ہی رہا حقیقت کی شکل نہ دھار سکا۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، اور اللہ کا پیغام ان تک پہنچایا، تو قریش کے بڑے مجرمین زمعہ بن اسود، نضر بن حارث، اسود بن عبد یغوث، ابی بن خلف، اور عاص بن وائل نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ کے ساتھ ایک فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوا جو لوگوں کو بتلاتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، وہ فرشتہ لوگوں کو نظر بھی آتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكاً لَقُضِيَ الأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ. وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكاً لَجَعَلْنَاهُ رَجُلاً وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَايَلْبِسُوْنَ﴾ سورہ انعام آیت ۸و۹۔

یعنی: کفار مکہ نے یہ کہا کہ آپ پر ایک فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوا، اگر ہم نے فرشتہ نازل کیا تب تو فیصلہ ہو جائے گا پھر ان کو مہلت نہیں دی جائے گی، اور اگر ہم نے فرشتہ نازل کیا تو کسی آدمی کی شکل میں نازل کرینگے، اس وقت ان کو وہی اعتراض ہوگا جو اس وقت وہ کر رہے ہیں۔

اُبی حضرت صدیق اکبرؓ سے شرط لگاتا ہے

ابی بن خلف کی اسلام دشمنی کی کئی کڑیاں ہیں، وہ ایک حاسد کمینہ کافر و مشرک شخص تھا، اس کے دل میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ تھا، اس کی خواہش تھی کہ کفر اور بت پرستی لوگوں میں عام ہو، اور مسلمانوں اور اہل کتاب کا خاتمہ ہو جائے، ؛ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ شرط لگائی کہ اگر رومی یا اہل کتاب کو جنگ میں غلبہ حاصل ہو جائے تو سو اونٹنیاں دونگا۔

مفسرین محدثین اور علماء تاریخ و سیرت نے لکھا ہے کہ ہجرت نبوی سے قبل فارس اور روم کے درمیان جنگ ہوئی، جس میں فارس کو روم پر غلبہ حاصل ہوا، اس سے کفار مکہ کو خوشی ہوئی، ان کی یہی خواہش تھی کہ فارس روم پر غالب آجائے، کیونکہ فارسی ان کی طرح بت پرست تھے، رومیوں کی شکست مسلمانوں کو اچھی نہیں لگی، اس لئے کہ رومی اہل کتاب تھے مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کو غلبہ حاصل ہو۔

مشرکین مکہ نے صحابہ کرامؓ سے ملاقات کر کے کہا: تم اہل کتاب ہو، نصاری بھی اہل کتاب ہیں، جبکہ ہم ان پڑھ ہیں اور فارسی بھی ان پڑھ ہیں، ہمارے فارسی تمہارے رومی دوستوں پر غالب آگئے ہیں، لہذا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوئی تو فتح ہمیں حاصل ہوگی، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿الم. غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِي أَدْنَى الأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِي بِضْعِ سِنِيْن، لِلّٰهِ الأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ العَزِيزُ الرَّحِيم. وَعْدَ اللهِ لَايُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْن، يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الآخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْن﴾ سورہ روم آیت ا تا ۷۔

یعنی: رومی قریبی زمین میں مغلوب ہوگئے ہیں، وہ مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں کے اندر غالب ہو جائینگے، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں اس سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی، اللہ تعالی کی مدد پر اس دن مسلمان خوش ہونگے اللہ تعالی جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں، وہ بڑی سخت اور رحیم ذات ہے۔ یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے اللہ تعالی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے دنیاوی زندگی کے کچھ سرسری امور کی معلومات تو رکھتے ہیں لیکن آخرت سے بے خبر ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ کفار مکہ کے یہاں گئے اور ان سے کہا:

تم اپنے بھائیوں (فارسیوں) کی فتح پر خوش مت ہو، کیونکہ اللہ تعالی رومیوں کو فارسیوں پر غالب فرمائیں گے، اس کی خبر ہمارے نبی کریم ﷺ نے دی ہے، یہ سنتے ہی ابی بن خلف کھڑا ہو گیا اور بطور استہزاء کہا:

اے ابو فصیل تم جھوٹ بولتے ہو

اس پر صدیق اکبر نے ایک سچے مطمئن صاحب عزیمت مؤمن کی طرح فرمایا: تو سب سے بڑا جھوٹا ہے اے اللہ کے دشمن۔

ابی بن خلف نے کہا: چلو آپس میں ایک مقررہ مدت تک کے لئے شرط لگاتے

ہیں، دس اونٹیاں تمہاری طرف سے دس میری طرف سے، اگر رومی فارسیوں پر غالب آگئے تو میں دس اونٹیاں تمہیں دونگا، اور اگر فارسی رومیوں پر غالب آگئے تو تم دس اونٹیاں مجھے دو گے۔

اس پر دونوں راضی ہو گئے اور تین سال کی مدت متعین ہوئی، حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ آپ ﷺ کو بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس طرح نہیں بتایا تھا، لفظ "بضع" کا اطلاق تو تین سے لے کر نو تک کے اعداد پر ہوتا ہے لہذا جاؤ اور مشروطہ اونٹوں کی تعداد بھی بڑھادو اور مدت میں بھی اضافہ کردو۔

حضرت صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کے یہاں سے نکلے تو ابی سے ملاقات ہو گئی، ابی نے کہا:

شاید تمہیں ندامت محسوس ہو رہی ہے؟

صدیق اکبرؓ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں اونٹوں کی تعداد میں بھی اضافہ کرتا ہوں اور مدت بھی بڑھاتا ہوں سو سو اونٹیاں اور مدت نو سال۔

ابی بن خلف نے کہا: ٹھیک ہے میں اس پر راضی ہوں۔

جب ابی بن خلف کو خدشہ ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ مکہ سے چلے جائیں گے تو وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم مکہ سے چلے نہ جاؤ، لہذا تم یہاں اپنا کوئی ذمہ دار اور ضامن بنادو۔

اس پر حضرت صدیق اکبرؓ کے صاجزادے عبداللہ یا عبدالرحمٰن دونوں میں سے ایک ضامن بنے اور جب ابی بن خلف نے احد کی طرف جانے کا اردہ کیا تو عبداللہ بن ابوبکر صدیق نے کہا: خدا کی قسم میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تم کسی شخص کو اپنا ضامن بنادو۔

اس پر اس نے ایک شخص کو اپنا ضامن بنایا اور احد کی طرف روانہ ہو گیا، پھر واپس آگیا اس کے بعد اس زخم کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی جو للکارنے پر آنحضرت ﷺ نے اسے لگایا تھا، حدیبیہ کے سال رومی فارسیوں پر غالب آگئے، یہ ان کی شرط کا ساتواں سال کا آغاز تھا، حضرت صدیق اکبرؓ نے شرط جیت کر ابی بن خلف کے ورثہ سے مال وصول کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: اسے صدقہ کردو۔

علامہ ابو سعودؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: سورہ روم کی شروع کی یہ واضح آیتیں اس بات پر دلیل ہیں کہ آپ کا دعوی نبوت سچ ہے اور قرآن مجید اللہ کا کلام ہے کیونکہ ان آیتوں کے اندر غیبی امور کی خبر دی گئی تھی اور پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ خبر دی گئی۔ (تفسیر ابوالسعود ۴/۱۷۶)

علامہ بیضاویؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیتیں دلائل نبوت میں سے ہیں اس لئے کہ ان میں غیبی امور کی خبر دی گئی ہے۔ (تفسیر بیضاوی ۲/۱۴)

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ ابی بن خلف کو اسلام اور مسلمانوں سے کس درجہ بغض وعداوت تھی، اللہ کے دین کو روکنے کے لئے دھن، دولت ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار تھا، اس نے اپنی اسلام دشمنی کا کھلم کھلا برملا اقرار کیا اور اپنی باطنی خبث و کمینگی کا اظہار حضرت صدیق اکبرؓ اور دیگر مؤمنین کے سامنے کیا، اللہ تعالی نے اسے دنیا و آخرت میں رسوا کردیا۔

ہجرت کے بعد اس کی عداوت میں اور اضافہ

قریش اگر مسلمانوں کے خلاف کسی برے اعمال کا اقدام کرتے تو اس میں ابی بن خلف پیش پیش ہوتا، چنانچہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے اپنے گھر سے تشریف لے گئے تو ابی بن خلف ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپ ﷺ کے مکان کا گھیراؤ کر رکھا تھا، وہاں سے آپ ﷺ صحیح سلامت ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے، مشرکین کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے میں ناکام رہے ہیں تو وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے سب سے زیادہ غصہ ابی بن خلف کو آیا، اس نے فوراً انصار مدینہ کو خط لکھا کہ تم آنحضرت ﷺ سے علیحدہ ہو جاؤ اور آپ ﷺ کو ہمارے حوالہ کر دو، اس کے الفاظ یہ تھے:

امابعد! قبائل عرب میں سے کوئی قبیلہ ہمارے نزدیک مبغوض نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم سے ہمیں اور ان کو عداوت ہو، تم نے ہمارے ایک معزز و شریف آدمی کو اپنے یہاں پناہ دی یہ تمہارے لئے ذلت و رسوائی کی بات ہے، تم ان سے لا تعلق

ہو جاؤ، اگر ان کا دین حق ہے تو ہم سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا اور اگر ان کا دین حق نہیں ہے تب بھی ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

اس وقت نبی کریم ﷺ کے ایک شاعر کعب بن مالکؓ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار کہا:

کہدو ابی سے اس کا خیال غلط ہے قوم کا وقت آگیا ہے اس کو تو آنا ہی تھا۔

تمہارے دل کی بات اللہ کو منظور نہیں تھی، اللہ تعالی لوگوں کے گھات کو دیکھ رہے تھے اور انکی باتوں کو سن رہے تھے۔

اس کڑے جواب سے ابی کو شرمندگی ہوئی، اسے توقع نہیں تھی کہ انصار اس حقارت سے جواب دینگے، بہر حال اس کے دل میں آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی حسرت باقی رہ گئی، مزید اسے ذلت کا سامنا اس وقت ہوا جب ابو قیس بن صرمہ بن ابی انس نے اپنے اشعار میں نعمت اسلام کے ملنے کا تذکرہ کیا آپ ﷺ کی خدمت و حفاظت کا موقع ملنے کا ذکر کیا، ان کے اشعار یہ تھے:

ہم ہر اس شخص کو اپنا دشمن سمجھیں گے جو آپ ﷺ سے دشمنی کرنے گا چاہے وہ نہایت مخلص دوست کیوں نہ ہو۔

ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، اللہ کی کتاب ہادی ورہنما ہے۔

میں یہ بات ہر نماز کے موقع پر کہتا ہوں کہ ہمارے اوپر دشمنوں کو غالب نہ کر۔

(اسد الغابۃ ۵/۲۵۶)

بلکہ اسے میں قتل کرونگا

غیبی امور کے متعلق آپ ﷺ کو معلوم ہونا دلائل نبوت میں سے ہے، بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن میں آپ ﷺ نے امور غیبیہ کی اطلاع دی، یہ معجزہ تھا جو آپ ﷺ کی سچے ہونے کی دلیل تھی، مسلسل و متواتر روایتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو امور غیبیہ کے علم سے نوازا تھا۔

متعدد غیب کی باتوں میں سے ایک غیب کی خبر یہ بھی تھی کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو پہلے سے بتادیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اُبی بن خلف جمحی کو

گھوڑے پر قتل کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ابی بن خلف قریش کے چند گنے چنے گھڑ سواروں میں سے تھا جن کی مہارت کا سکہ بیٹھ گیا تھا، میدان کارزار سر کرنے کی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا، اس کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام اس نے (عود) رکھا تھا غزوہ بدر کے موقعہ پر ابی بن خلف کو گرفتار کر لیا گیا، بعد میں جب اسے فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہا:

میرے پاس ایک ایسا گھوڑا ہے جسے میں روزانہ کئی سیر گیہوں کھلاتا ہوں خدا کی قسم میں اس پر سوار ہو کر محمد ﷺ کو قتل کرونگا۔

اس کی اطلاع جب آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ اسے میں قتل کرونگا۔

ابی بن خلف کے کان میں یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ (اسے میں قتل کرونگا) ابی کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے ہیں، آپ ﷺ کی بات کسی نہ کسی دن واقع ہو کر رہے گی، اس سے پہلے مکہ میں آپ ﷺ نے ابی بن خلف کے بھائی امیہ بن خلف اور مشرکین کی ایک جماعت کو بددعا دی تھی جو سب کے سب غزوہ بدر میں قتل کر دیئے گئے ان کو ابی بن خلف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ کی شان بڑی عجیب ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔

چار ملزم

غزوہ احد پیش آ گیا، ابی بن خلف اتراتا ہوا اپنے گھوڑے عود پر سوار ہو کر مشرکین کی صفوں سے نمودار ہوا، یہ مشرکین غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے آئے تھے، انکے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی، قریش کے چار بڑے ملزموں نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا عہد کر رکھا تھا، مشرکین کو اس کا علم تھا، یہ چار ملعون عبد اللہ بن شہاب، عتبہ بن ابی وقاص، عمرو بن قمیئہ، اور ابی بن خلف تھے۔

ان چاروں میں ابی بن خلف کو آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی خواہش سب سے زیادہ تھی، یہ ہمیشہ آپ ﷺ کو قتل کی دھمکی دیتا تھا اور اپنی دلی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر وقت کوشش میں لگا رہتا تھا، غزوہ احد میں جب مسلمان

آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تو ابی بن خلف کو دلی تمنا پوری کرنے کا موقعہ مل گیا، اس وقت ابی ان بد بختوں کے ساتھ میدان میں موجود تھا جو موقعہ کی تلاش میں تھے۔

عبداللہ بن شہاب نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر ضرب لگائی، جس سے خون بہہ پڑا، حضرت مالک بن سنانؓ نے خون چوس کر نگل لیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

دوسری طرف عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ پر ضرب لگائی جس سے آپ ﷺ کا دایاں دندان مبارک (رباعی) شہید ہو گیا، عمرو بن تماۃ نے آپ ﷺ کی پیشانی پر ضرب لگائی جس سے لوہے کے خود کی دو کڑیاں پیشانی مبارک میں داخل ہو گئیں، پھر آپ ﷺ کے کندھے مبارک پر تلوار سے وار کیا گیا جس سے آپ ﷺ گر گئے فوراً حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔

کیا آپ ﷺ نہیں فرمایا تھا: میں تجھے قتل کرونگا

عین اس موقعہ پر بد بخت ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ہو کر آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھا جبکہ متعدد ضربیں لگنے کی وجہ سے آپ ﷺ سخت تکلیف محسوس کر رہے تھے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بلانا شروع کر دیا تاکہ انہیں شکست خوردگی سے روک سکیں آپ ﷺ نے باآواز بلند فرمایا: اللہ کے بندو! میرے پاس آجاؤ، اللہ کے بندو میرے پاس آجاؤ، ابی بن خلف چیختا ہوا آگے بڑھا کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ اگر محمد ﷺ بچ گئے تو میری خیریت نہیں۔

آپ ﷺ نے اس کی چیخ سنی تو فرمایا: اسے میں قتل کرونگا۔

لوہے کے درہ سے ڈھکا ہوا ابی بن خلف آپ ﷺ پر حملہ کی غرض سے آگے بڑھا، جب یہ زیادہ نزدیک آگیا تو آپ ﷺ کے قریب موجود صحابہ کو خدشہ ہوا کہ کہیں یہ کم بخت آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے روکنے کی کوشش کی، آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن صمہؓ سے نیزہ لے کر ابی کی طرف پھینکا،

جواس کے درہ کی ایک کڑی توڑتا ہوا اس کے جسم کے اندر داخل ہو گیا اور خون بہنے لگا، یہ دشمن خدا لڑکھڑاتا ہوا گھوڑے سے گر پڑا، بیل کی طرح آواز نکالنا شروع کر دیا، مشرکین اسے وہاں سے اٹھا کر ایک طرف لے گئے اور اس سے کہا: تمہیں کوئی زخم ہی نہیں لگا پھر تم کیوں چیخ رہے ہو؟

ابی بن خلف نے جواب دیا: کیا محمد نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ تمہیں میں قتل کرونگا، مجھے اس وقت اتنی شدید تکلیف ہو رہی ہے کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور مضر پر اسے تقسیم کر دیا جائے تو سب مر جائیں، اس کے ایک دو دن بعد مقام سرف میں مشرکین کے ساتھ واپس مکہ جاتے ہوئے ہلاک ہو گیا، اس کی بربادی کے لئے آنحضرت ﷺ کا یہ قول کافی ہے (اللہ تعالی کا غیظ و غضب اس شخص پر زیادہ سخت ہو گا جسے دوران جہاد اللہ کا رسول اپنے دست مبارک سے خود قتل کریں) جہنمیوں پر خدا کا قہر نازل ہو۔

ایک دوسرے موقعہ پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

ابی کو ضلالت اپنے والد سے وراثت میں ملی ہے، جب اللہ کے رسول نے اسے للکارا تو اللہ کے رسول کے سامنے اتراتا دھمکاتا ہوا آیا جب کہ تو ان سے ناواقف تھا۔

ابی فرعون وہامان کے ساتھ

دنیا و آخرت برباد کرنے والوں کے ساتھ ابی بن خلف بھی شامل ہو گیا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون، دھتکارا ہوا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے نماز کی پابندی کی قیامت کے دن نماز اس کے لئے نور، برہان اور ذریعہ نجات ہو گی، اور جس نے نماز کی پابندی نہیں کی تو اس کے پاس نہ تو نور نہ برہان نہ نجات نہ ثواب ہونگے، اور وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔ (مجمع الزوائد ار ۲۹۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قارون ہامان فرعون اور ابی بن خلف بدکاروں کے سردار ہونگے، ان سب پر اللہ تعالی کی لعنت۔

مغضوب علیہم

آنحضرت ﷺ کی مکمل سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی کو قتل نہیں کیا سوائے ابی بن خلف کے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابی بن خلف انتہائی بدنصیب اور بدبخت شخص ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کرنے کی خصوصی ترغیب دی ہے لہٰذا ان عظیم برگزیدہ ہستیوں میں کسی ایک کا کسی شخص کو قتل کرنے پر آمادہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کتنا بڑا مجرم تھا، آنحضرت ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ ﷺ تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

جس شخص کو نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا اس پر اللہ کا غیظ و غضب سخت ہوگا، نیز ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غصہ سخت ہوگا جنہوں نے اللہ کے نبی کے چہرہ اقدس کو لہولہان کیا (فتح الباری ۷/۴۳۰)۔

نیز امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ معمر سے، انہوں نے ہمام سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا غصہ اس آدمی پر سخت ہوتا ہے جسے اللہ کے رسول جہاد میں اپنے دست مبارک سے قتل کریں۔ (فتح الباری۔ ۷/۴۳۰)

بدبخت ابی بن خلف کے ساتھ یہی ہوا، اللہ کے رسول نے اسے میدان جہاد میں خود قتل کیا، کیونکہ ابی بن خلف اس بات پر مصر تھا کہ اللہ کے رسول کو وہ خود قتل کرے گا، لہٰذا قیامت تک کے لئے ملعون قرار پایا۔

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

ایک دفعہ میں وادی رابغ سے گزر رہا تھا جب کہ رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا، اچانک ایک آگ میرے سامنے بھڑک اٹھی جس سے میں خوفزدہ ہوگیا، میں نے دیکھا کہ زنجیر میں جکڑا ہوا ایک آدمی اس آگ میں چیختا ہوا کہہ رہا ہے: مجھے پیاس لگی ہے، جبکہ ایک دوسرا آدمی کہہ رہا ہے: آپ اسے پانی مت پلائیے کیونکہ اسے اللہ کے رسول نے اپنے دست مبارک سے قتل فرمایا ہے، اس کا نام ابی بن خلف ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن خلف پر مسلسل عذاب ہو رہا ہے، اس کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کا غیظ و غضب اس آدمی پر سخت ہوتا ہے جسے کوئی برگزیدہ نبی قتل کریں۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کوئی نبی قتل کریں، یا کسی نبی کے حکم سے ان کے زمانہ میں قتل کر دیا جائے تو جب سے قتل کیا گیا ہے اس وقت سے لے کر صور پھونکنے تک اس پر عذاب ہوگا۔

ابی بن خلف کے قتل کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے اس سے پہلے اطلاع دیدی تھی، اور پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اطلاع دی، لہذا یہ آپ ﷺ کی دلائل نبوت میں سے ہے آپ ﷺ نے ابی بن خلف کے سوا کسی کو اپنے دست مبارک سے قتل نہیں کیا، بدترین مخلوق ہے وہ جسے آپ ﷺ نے قتل کیا، جیسا کہ آپ ﷺ کی ارشاد گرامی ہے، اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور عام مؤمنین کو ابی کی سرکشی و طغیانی و کفر سے نجات دی، ابی بن خلف کے قتل کے سلسلہ میں حضرت حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہا:

میری طرف سے ابی کو کون بتلائے گا کہ تجھے تباہ کن آگ میں ڈال دیا گیا ہے۔

اگر تجھ میں استطاعت ہے تو دور سے گمراہی کی آرزو کر، ہم نذور کے ساتھ تقسیم کر رہے ہیں۔

آرزوں کی تمنا تیرے لئے بعید ہے، کفر کا قول غرور کی طرف لوٹا تا ہے۔

تجھے اس شخص کا نیزہ لگا جو محفوظ ہے، شریف خاندان سے اس کا تعلق ہے فاجر نہیں ہے۔

جب برے حالات در پیش ہوتے ہیں تو تمام احیاء پر ان کا کرم ہوتا ہے۔

ہاں تجھے آگ میں داخل فرمائے گا

یہ کم بخت ابی بن خلف شروع ہی سے بڑا جھگڑالو اور جنگ و جدال کا دلدادہ تھا، باطل اور ہام میں مست تھا، اللہ کے رسول کو ڈراتا دھمکاتا تھا، آپ ﷺ کا مذاق اڑاتا تھا، اسے اپنے برے اعمال و حرکات اچھے لگتے تھے، اس کے دل میں یہ بات آئی کہ خدا

سے لڑوں، قوت الٰہی کا منکر تھا، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو نہیں مانتا تھا، لہذا وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جن کو دنیا میں دردناک عذاب کی خبر دیدی گئی، آپ ﷺ نے اس کو بتلایا کہ تم جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ گے، بڑا جھگڑالو آدمی تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ابی بن خلف آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا، اسے توڑ کر ہوا میں اڑا دیا پھر کہا: کیا تو کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے بوسیدہ ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ فرمائیں گے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں، تجھے بھی دوبارہ زندہ فرمائیں گے اور پھر آگ میں داخل فرمائیں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ہاں، تجھے مارے گا، پھر قبر سے اٹھائے گا پھر جہنم میں داخل کرے گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی: ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ، وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ، قَالَ مَن يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ، قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾.

یعنی۔ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ بڑا جھگڑالو ہے، اس نے ہمیں ایک مثال پیش کی اور اپنی خلقت کو بھول گیا اس نے کہا: بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ فرمادیں کہ ان کو وہی ذات دوبارہ زندہ کردیگی جس نے اسے پہلی بار پیدا فرمایا تھا، وہ ہر مخلوق سے واقف ہے۔

علامہ احمد الصاوی آنحضرت ﷺ کے اس فرمان (جی ہاں، اور تجھے جہنم میں داخل فرمائیں گے) کی تشریح میں فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ابی بن خلف کافر ہی رہے گا اور پھر مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ابی بن خلف کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ بڑا جھگڑالو ہے، اس وصف سے اسکی توصیف کا مقصد دراصل یہ بیان کرنا ہے وہ بد خلقی و جہالت، و نعمت خداوندی کی ناشکری میں حد سے تجاوز کر گیا ہے، انسان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک پلید نطفہ تھا، ایک بے حس و حرکت جماد تھا، مذکورہ بالا آیت کریمہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ انسان کا اس خساست سے ترقی کر کے ایک اشرف المخلوقات کی شکل اختیار کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ سب کچھ اس مدبر و حکیم و علیم ذات کی تدبیر کا

نتیجہ ہے جس نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ ملعون ابی بن خلف کافر، ظالم اور نعمت خداوندی کا بڑا ناشکرا بن کر ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں ابی بن خلف کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ﴾ سورہ نحل آیت ۴۔ (اسباب نزول للواحدی ص ۲۳۴)۔

یعنی: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا مگر وہ کھلا فسادی ہے۔

سورہ (یٰس) اور سورہ (نحل) کی آیتوں کی تفاسیر اور اس کمینہ فسادی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ظہور اسلام سے لے کر غزوہ بدر میں کفر کی حالت میں قتل کیے جانے تک اس پورے عرصہ میں شقاوت و بدبختی میں پڑا ہوا تھا، لہٰذا اس کا انجام جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

آیئے ہم ان شیریں اور مؤثر کلمات و ثناء کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جن کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے موقعہ پر دعا فرمائی تھی:

امام احمد رحمہ اللہ مسند میں ابن رفاعہ کے والد کے توسط سے روایت کرتے ہیں:

جب غزوہ احد پیش آیا اور مشرکین پسپا ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کی ثناء بیان کرتا ہوں۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔

اے اللہ! آپ نے جو کچھ دیا اسے چھیننے کی طاقت کسی کے پاس نہیں، اور جو آپ نے لے لیا اسے دینے کی طاقت کسی میں نہیں، جس کو آپ نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، آپ نے جس چیز کو نہیں دیا اسے دینے کی طاقت کسی میں نہیں، آپ نے جو دیا اسے روکنے کی طاقت کسی میں نہیں، آپ نے جس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے آپ نے اپنا مقرب بنایا اسے آپ کی رحمت سے دور کرنے والا کوئی نہیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنی برکت، رحمت، فضل اور روزی عطا فرمائیے۔

اے اللہ! میں آپ سے لازوال ابدی نعمت کا طلبگار ہوں۔

اے اللہ! میں آپ سے نعمت کا سوال کرتا ہوں فقر وفاقہ کے زمانہ میں، اور بدامنی سے امن کا مطالبہ کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس چیز کی شر سے جو آپ نے ہمیں عطا فرمایا، اور اس چیز کی شر سے جسے آپ نے ہمیں نہیں دیا۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈالدے اور اسے ہمارے سینوں میں مزین کردے، اور کفر وفسق ونافرمانی کی کراہت ہمارے دلوں میں ڈالدے، ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنادے۔

اے اللہ! ہمیں ایمان کی حالت میں موت دے، اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ فرما، اور بغیر آزمائش ورسوائی کے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملادے۔

اے اللہ! ان کافروں کو قتل کردے جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، اور تیرے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، ان پر اپنی سزا وعذاب نازل فرما۔

اے الہ حق! ان کافروں کو قتل فرمائیے جن کو اس سے پہلے کتاب دی جاچکی ہے۔ (بخاری، الادب المفرد، نسائی فی الیوم واللیلۃ، وابن حبان، والحاکم، وصححہ، وانظر البدایۃ والنہایۃ ۴/۳۸ و۳۹)۔

☆☆☆

مسیلمہ کذاب

☆ جھوٹا مدعی نبوت۔
☆ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دینگے۔
☆ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کو قتل کر دیا گیا۔

مسیلمہ کذاب

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کسے اپنا رسول بنائیں گے

اعلیٰ درجہ کا مرتبہ و شرف اور بلند مقام محض آرزوں اور تمناؤں سے حاصل نہیں ہوتا، اور نہ کسی عالی مقام کے خلاف دل میں حسد، بغض اور کینہ رکھنے سے حاصل ہو سکتا ہے، حسد کی آگ میں جل کر اندر ہی اندر سے تباہ ہونے سے کچھ نہیں ہوتا جبتک کہ وہ اعلیٰ اوصاف اس کے اندر نہ ہوں جن کی وجہ سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔

ان اوصاف کے حصول کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے پھر محنت سے بھی وہی امور حاصل ہو سکتے ہیں جو انسان کے دائرہ کسب میں داخل ہوں، اور جو اس سے خارج ہوں تو ان کا تعلق محض فضل الٰہی اور اس کی مہربانی سے ہے۔

لہذا جو امور انسان کے دائرہ اختیار سے خارج ہوں اور محنت و قربانی دے کر ان کو حاصل کرنا ناممکن ہوں، ایسی چیزوں کی آرزو و تمنا کرنا تاکہ کسی صاحب اعلیٰ مقام کا مقابلہ کرے یہ بے عقلی ہے، ان امور میں نبوت و رسالت بھی داخل ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں ان سے نواز دیتے ہیں، تمام لوگوں میں حضرات انبیاء و رسل کو اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے منتخب فرما کر انہیں لوگوں کی رہنمائی پر مامور فرما دیتے ہیں تاکہ لوگ اللہ کے راستہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کریں۔

نبوت جیسے اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے کی جستجو کرنا، اس کی تمنا کرنا، اور انبیاء کرام کے ساتھ مقابلہ کرنا بڑا عظیم گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نظام قدر پر اعتراض

کرنے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ، سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ سورہ انعام۔ آیت ۱۲۴۔

یعنی: اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کسے اپنا پیغمبر بنائیں گے عنقریب مجرمین کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسوائی اور شدید عذاب کا سامنا ہوگا بسبب ان کے مکروفریب کے۔

اب ہم ایک ایسے شخص کے حالات کا ذکر کرینگے جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ بیہودہ باتوں کے ذریعہ وہ نبوت جیسے اعلیٰ مقام و منصب پر فائز ہو سکتا ہے، یہ شخص دنیا کا مشہور ترین جھوٹا ہونے کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا، اس کا نام مسیلمہ بن حبیب الحنفی ہے، کینت ابو ثمامہ ہے، دین کو مٹا کر نبوت کے اعلیٰ مقام حاصل کرنا چاہتا تھا، لوگوں کے دلوں کا مالک بن کر، لوگوں کے جذبات و خیالات پر جھوٹ کے ذریعہ غلبہ حاصل کر کے نبی بننا چاہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دینگے

امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ نافع بن جبیر عن ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں مدینہ آکر کہا کہ اگر محمد ﷺ نے اپنی وفات کے بعد مجھے اپنا خلیفہ نامزد کیا تو میں آپ ﷺ کی اتباع کرونگا۔

مسیلمہ اپنی برادری کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے ملنے کے لئے آیا، آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ اس سے ملاقات کی، آپ ﷺ کے دست مبارک میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

(اگر تم نے مجھ سے صرف اس ٹہنی کو مانگا تو وہ بھی تجھے نہیں دونگا، تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے بچ نہیں پائے گا، اگر تو یہاں سے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دینگے، مجھے تو تم وہی لگ رہے ہو جس کے متعلق مجھے بہت کچھ دکھایا گیا ہے، یہ ثابت بن قیس ہیں، اب میری طرف سے یہی جواب دیں گے) پھر آپ ﷺ وہاں سے

تشریف لے گئے۔ (فتح الباری ۷؍۶۹۰)

آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا، اس خواب کو حضرت ابن عباسؓ نے یوں بیان فرمایا ہے:

میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان (میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں بہت کچھ دکھایا گیا ہے) کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوہریرۃ نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:

ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ میں سونے کی دو چوڑیاں دیکھی، ان کا معاملہ مجھ پر بڑا گراں گزرا، نیند ہی میں مجھے وحی کے ذریعہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان میں پھونک ماریں، میں نے ان میں پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ اخذ کی کہ میرے بعد دو جھوٹے نمودار ہونگے، ان میں سے ایک کا نام اسود عنسی اور دوسرے کا نام مسیلمہ کذاب ہوگا۔ (فتح الباری ۷؍۶۹۰و۶۹۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خواب کو سچ کر دکھایا، چنانچہ اسود عنسی کو فیروز دیلمی نے قتل کر دیا اور مسیلمہ کذاب جنگ یمامہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مارا گیا۔

مسیلمہ کے نام خط

دشمن خدا مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد اپنی برادری بنی حنیفہ میں جاکر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا، اور اپنا نام رحمان الیمامہ رکھا، اب اس نے ہر ایک شخص کے ساتھ نہایت گرمجوشی سے ملنا اور انس و محبت کے باتیں کرنا شروع کر دیں، اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ ہو سکتا ہے کہ لوگ اس کے عیوب سے آگاہ ہو جائیں، دراصل اس نے نبوت کو ہوس ملک گیری کی تسکین کا ذریعہ بنایا ہوا تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کو نبوت میں شریک کرنے کی پیش کش کی، اس نے دس ہجری میں آپ ﷺ کے نام ایک خط لکھا، خط کے الفاظ یہ تھے:

(یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام ہے، آپ پر سلامتی ہو، امابعد! میں نے آپ کو نبوت میں شریک کر لیا ہے، آدھے ملک پر حکومت ہماری اور آدھے پر قریش کی، مگر قریش نافرمان قوم ہیں) مسیلمہ نے اس خط

کو دو آدمیوں کے ذریعہ بھیجدیا، جب ان دونوں نے آنحضرت ﷺ کو خط دیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم دونوں کا خیال کیا ہے؟

دونوں نے کہا: ہم تو وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ نے اس خط میں کہا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (خدا کی قسم اگر سفیروں کو قتل نہ کرنے کا رواج نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا) (زادالمعاد۔ لابن القیم ۳؍۶۱۰)

پھر آپ ﷺ نے مسیلمہ کے نام ایک جوابی خط لکھا، خط کے الفاظ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے جھوٹے مسیلمہ کے نام ہے، سلامتی ہو اس شخص پر جس نے راہ حق کی پیروی کی، اَمابعد! یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کی ہے جسے چاہتے ہیں اس کا وارث بنادیتے ہیں، اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔

مسلمانوں میں ایک شخص نہار الرجال کے نام سے مشہور تھا، آنحضرت ﷺ کے پاس ہجرت کر کے چلا آیا، قرآن شریف پڑھا، دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی، آنحضرت ﷺ نے اس کو اہل یمامہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اس سے وہاں کے مسلمانوں کو حوصلہ ملے گا، اور مسیلمہ کذاب کو لگام دے گا، لیکن یہ آدمی بنی حنیفہ کے لئے مسیلمہ کذاب سے بڑا فتنہ ثابت ہوا، وہ اس طرح کہ اس نے ان کے پاس جاکر شہادت دی کہ میں نے محمد ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: میں نے مسیلمہ کو اپنا شریک کار بنالیا ہے، لہذا تم لوگ اس کی تصدیق کرو، اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو، بنو حنیفہ نے اندھی عصبیت و حمیت کے جذبہ میں آکر مسیلمہ کذاب کی پیروی شروع کردی، انہوں نے اس طرف دھیان نہیں دیا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے کیا بک رہا ہے، اور اس طرح یہ پورا قبیلہ برباد ہوا۔

مسیلمہ کی احمقانہ باتیں

شروع شروع میں مسیلمہ کذاب یہ کہتا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جن ہے، پھر کہتا تھا کہ اس کے پاس ایک قرآن ہے، رحمان نامی فرشتہ یہ قرآن لے کر نازل ہوتا ہے، مسیلمہ کذاب کا خود ساختہ قرآن فضول جملوں اور بکواسات پر مشتمل تھا، اس کے بعض حصے اس کے اپنے تخیلات پر مشتمل تھے، بعض وہ منظم عبارات تھیں جو کسی

مناسب موقعہ پر یا ناگہانی مصیبت پر اس نے کہی تھی، اور جب کسی مسئلہ کے متعلق سوال ہوتا تب بھی مسجع عبارت کہدیتا تھا، بہر حال اس کی تمام مسجع عبارتیں اور اشعار نقالی اور سرقہ پر مشتمل تھیں، بعض عبارتیں کاہنوں کے مرصع کلام اور عربوں کے رجزیوں جیسی تھیں، یہ سب اس کی بے عقلی وحماقت پر دلالت کرتی تھیں ایسے بے وقعت کلام کے ذریعہ وہ اللہ کے کلام کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا، اس کا گمان تھا کہ نبوت بھی کہانت کی ایک قسم ہے، لہذا کاہنوں کی طرح مرصع و مسجع کلام کہتا تھا، عام طور پر عرب کاہنوں کی باتوں کی طرف زیادہ دھیان دیتے تھے، چنانچہ مسیلمہ کذاب نے ایسے کلام کے ذریعہ بہت سے عربوں کو اپنا تابع بنالیا۔

اس کا من گھڑت قرآن ملاحظہ فرمائے

جب مسیلمہ کذاب نے اللہ تعالی کا یہ کلام سنا ﴿والنَّازِعَاتِ غَرْقًا﴾ سورہ النازعات آیت ۱۔ تو اس کے جواب میں اس نے کہا: والزارعات زرعا، والحاصدات حصدا، والذاریات قمحا، والطاحنات طحنا والحافرات حفرأ، والثاردات ثردا، واللاقمات لقما، لقد فضلتم علی أهل الوبر، وما سبقكم أهل المدر.

اسی طرح اس مردود نے سورۃ الشمس کی ہم وزن عبارت بھی بنائی، اس کی عبارت یہ تھی: والشمس وضحاها، في ضوئها و مجلاها، والليل إذا عداها، يطلبها ليغشاها، فأدركها حتى أتاها، وأطفأ نورها ومحاها.

علامہ ابو عثمان جاحظؒ اپنی نفیس کتاب (الحیوان) میں لکھتے ہیں:

آپ نے دیکھا مسیلمہ کے پیروکاروں کو...... کہ وہ اس کلام کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں جسے مسیلمہ کذاب نے بنایا، مسیلمہ کا کلام سننے والا ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اس نے قرآن سے لے کر اپنی عبارت ترتیب دی ہے اس نے بعض آیتوں کے مشابہ کلام کہنے کی کوشش کی، اللہ تعالی کی ذات بڑی حکیم ہے اس کے کلام تک رسائی حاصل کرنا بشر کے لئے ناممکن ہے اگرچہ تمام لوگ اس کی کوشش کریں۔

علامہ جاحظؒ نے مینڈک کے بارے میں مسیلمہ کے کلام کا مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا:

مجھے معلوم نہیں ہے کہ مینڈک کے تذکرہ پر مسیلمہ کو کس نے اکسایا، مسیلمہ مینڈک کو کیوں برا سمجھتا، اس نے اپنے کلام میں کہا ہے (اے مینڈک صاف کر جیسا تو صاف کرتا ہے، تیرا آدھا حصہ پانی اور آدھا مٹی میں، نہ تم پانی کو گدلا کرو اور نہ پینے والوں کو روکو)۔

مسیلمہ کا ہر کلام اس طرح بے وقعت واہیات ہے، نہ ان کا کوئی مطلب سمجھ میں آتا ہے اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں، ان کا نسج مضطرب ہے، بے معنی و مراد، لفظ اور معنی دونوں لحاظ سے بے سود، بڑا بننے کا جنون غالب آنے کا شوق اور لوگوں سے اپنی تعریف کروانے کے لئے اس نے ہر سورت یا بعض سورتوں کا تعارض کیا، اسے اس کی پرواہ نہیں تھی کہ اس کی بات کتنی بڑی ہے اور اس کی سزا کیا ہے، نہ اس کا کوئی مذہب تھا، صرف اس کا مقصد کلام کا جواب کلام سے اور وزن کا جواب وزن سے دینا تھا، انہی احمقانہ باتوں کے ذریعہ اس نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی، لیکن یہ اس کے لئے حجت ہونے کے بجائے الٹا اس کے خلاف جھوٹا ہونے کی دلیل ہوگئے۔

ان کے ذریعہ اس نے نبوت کے اعلی مقام و منصب پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن یہ خود اس کی بے عقلی کے ثبوت بن گئے، چنانچہ مسیلمہ کذاب نے جب یہ آیت سنی ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ سورہ کوثر۔ تو اس کے جواب میں کہا: إنا أعطيناك الجواهر، فصلِّ لربك وهاجر، إن مبغضك رجل فاجر.

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے یہ کہا: إنا أعطيناك الجماه، فخذ لنفسك وبادر، واحذر أن تحرص أو تكاثر. (المواہب اللدنیۃ ۱/۱۸۵)

اس طرح کے بے معنی احمقانہ کلام تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بے شمار مذکور ہیں یہاں ان کو ذکر کرنا مناسب نہیں، اس سلسلہ میں امام ذہبیؒ نے نہایت خوب صورت کلام کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مسیلمہ کا قرآن مضحکہ خیز ہے۔

شقراطسی نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک ادیبانہ کلام کہا جس میں انہوں نے مسیلمہ کذاب کی حماقت کی بھی نشاندھی کی، وہ فرماتے ہیں:

آپ نے زمانہ فصاحت و بلاغت میں وحی الہی کے ذریعہ ارباب بلاغت کو بے

بس کر دیا، اور تاویل و حیلہ کے تمام اُسالیب ختم ہو گئے۔

آپ نے ان سے قرآنی سورتوں کی طرح حکمتوں کی حامل صرف ایک سورت کا مطالبہ کیا، جب آپؐ نے قرآن کریم کی ایک سورت کی تلاوت کی تو وہ بے ساختہ ہو کر سجدہ میں گر گئے۔

ایک جھوٹے پلید نے بے بسی و سرکشی کے عالم میں اس قرآن کا مقابلہ کرنا چاہا، لیکن نہ وہ صحیح کلام کہہ سکا اور نہ مفصل بات۔

مسیلمہ معجزات وغیرہ میں آپؐ کی نقالی کرتا تھا

خائن دھوکہ باز نہار الرجال بن عنفوۃ مسیلمہ اور اس کے پیروکاروں کو اکسایا کرتا تھا، باطل و گمراہی کو مزین و ملمع کر کے ان کے سامنے پیش کرتا تھا، مسیلمہ کذاب اس کی ہر بات پر عمل کرتا تھا، مسیلمہ اکثر اسی سے مشورہ کرتا تھا آنحضرت ﷺ کے معجزات کا حال معلوم کرتا تھا، تاکہ ان کی مشابہت و نقالی کر سکے، لیکن مسیلمہ نے جب کبھی کسی معجزہ یا نشانی کے ذریعہ آپ ﷺ کا مقابلہ کرنا چاہا تو اس کا الٹا اثر ہوا۔

مسیلمہ کذاب کو لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک تکلیف زدہ بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ صحیح ہو گیا، ایک کنویں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تو اس کا پانی زیادہ ہو گیا، حضرت علیؓ کو آنکھ میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی آپ ﷺ نے اپنے لعاب مبارک کے ساتھ ان کی آنکھ کو مسح کیا تو ان کی آنکھ ٹھیک ہو گئی۔

ان معجزات کی نقالی کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب نے ایک کنویں میں تھوکا تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا، ایک شخص کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ اندھا ہو گیا، ایک بکری یا اونٹنی کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کا تھن خشک ہو گیا، اس سلسلہ میں شقراطسی نے کیا خوب کہا:

کنویں کا پانی کڑوا اور بدمزہ ہو گیا جب اس میں مسیلمہ نے تھوکا۔
بکری کا تھن خشک ہو گیا اس منحوس کی متعفن بو سے۔

مرہ بن ضابی نے بنی حنیفہ کو متوجہ کر کے کہا:

دھوکہ باز جادوگر نے نبوت کا مقابلہ کہانت سے کرنے کی کوشش کی۔
اے بنی حنیفہ اس کے متعلق سوچو، کیا ظاہراً اس جیسے کی اتباع ہونی چاہئے؟

کیا تمہارا اپنا بچہ بھی نابینا ہو گیا؟ اے افسوس بے سود دعا کرنے والے پر۔

جب اس نے کنویں میں تھوکا تو اس کا پانی بھی بدمزہ ہو گیا کڑوے پانی والے چشمہ کی طرح۔

آل عوف کی اونٹنی کو دعا دی اور اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا دودھ ہی ختم ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب نے اس جیسے بیہودہ افعال و حرکات پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اس نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر اپنی قوم بنی حنیفہ سے نماز ساقط کر دی، شراب نوشی اور زنا کو حلال قرار دیا، جبکہ اس وقت بھی وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا قائل تھا۔

اسکی ان حرکتوں کے باوجود بنی حنیفہ کے سمجھدار لوگ اسے برائی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اس کے جھوٹ کا پول کھولتے تھے، اس کا رد کرتے تھے، اس سلسلہ میں بعض حضرات کی کارکردگی بہت اچھی تھی خاص کر حضرت ثمامہ بن اُثال حنفیؓ کی جو مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں اور پیروکاروں کا تمسخر کرتے تھے جو فسق و فجور میں اس کے ساتھ تھے، حضرت ثمامہؓ نے مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعہ اس کی مذمت کی:

مسیلمہ نے ہمیں مسجع و مرصع کلام سنا کر دین و ہدایت ترک کرنے کو کہا۔

افسوس ایسی قوم پر جس نے خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی پیروی کی، نافرمانی بہت بری چیز ہے۔

مسیلمہ کا نکاح ایک جھوٹی مدعیہ نبوت سے

مسیلمہ کذاب کے فسق و فجور کا تسلسل جاری تھا، اس نے اپنے جیسی ایک مدعیہ نبوت عورت جس کا نام سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھا سے نکاح کر لیا، یہ عورت اپنی فوج کے ساتھ جزیرہ عرب سے یمامہ آئی، اس نے اپنی فوج سے سجع کے ساتھ کہا:

تم یمامہ چلو، اور کبوتر جیسا پھڑ پھڑاؤ، کیونکہ یہ اٹل جنگ ہے، اس کے بعد تمہاری ملامت نہیں ہو گی۔

مسیلمہ کذاب اپنے فریب اور چال بازی سے اس عورت پر غالب آ گیا اور اس سے شادی کر لی، پھر اس نے اپنی نبوت بھی مسیلمہ کے حوالہ کر دی، اپنا منصب

حکومت سب کچھ مسیلمہ کے حوالہ کر کے اس کا پیروکار بن گئی۔ اس موقعہ پر ایک شاعر نے کہا:

مقام یمامہ کا مسیلمہ بڑا چالباز اور جھوٹا تھا جب وہ سجاح کے پاس پہنچا تاکہ ابی رباح میں اپنی قوم کی مدح سرائی کرے۔

مسیلمہ جیت گیا اور وہ مقید بازؤوں کے ساتھ واپس کردی۔

اس مدعی نبوت عورت کے سجاح کا استہزاء کرتے ہوئے قیس بن عاصم کہتا ہے:

ایک عورت ہماری نبی بن گئی ہم کتنے برے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کے نبی مرد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اور قوم کی لعنت ہو اس سجاح پر جس نے ہمیں جھوٹ پر اکسایا۔

میری مراد مسیلمہ کذاب ہے اسے بارش کے پانی سے سیرابی حاصل نہ ہو جہاں کہیں وہ دونوں جائیں۔

مسیلمہ اور سجاح کے متعلق بوالعلاء العمری کہتے ہیں:

سجاح نے قیادت کی اور مسیلمہ نے اس کی خواہش پوری کی، پوری دنیا میں سب سے جھوٹا مرد اور عورت۔

گھناؤنا جرم

حضرت حبیب بن زید انصاریؓ ان نوجوان صحابہ میں سے تھے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شجاعت و جان بازی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور ان ستہ انصاری میں صحابہ کرام کے ساتھ بیعت عقبہ میں شریک تھے، ان کی والدہ ان دو خواتین میں سے ایک تھیں جو اس بیعت میں شریک تھیں، تاریخ کی کتابیں اس کی شاہد ہیں، ان کا نام نسیبہ بنت کعب انصاریہ تھا، بیعت عقبہ میں شریک ہونے والی دوسری خاتون کا نام اُسماء بنت عمرو انصاریہؓ تھا۔

حضرت زید ہی وہ انصاری صحابی ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے کے بعد اسکے پاس بھیجا تھا، جب یہ مسیلمہ کے پاس پہنچے تو اس نے سوال کیا:

کیا تم محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہو؟

حضرت حبیبؓ نے فرمایا: جی ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر مسیلمہ نے پوچھا: کیا میرے نبی ہونے کی شہادت دیتے ہو؟

حضرت حبیبؓ نے تمسخر کرتے، للکارتے اور ثابت قدم رہتے ہوئے جواب دیا: میں بہرہ ہوں مجھے تمہاری بات سنائی نہیں دے رہی ہے۔

مسیلمہ نے اس سوال کو بار بار دہرایا، اور حضرت حبیبؓ ثابت قدم رہے، انہوں نے ان لوگوں کا بھی استہزاء کرنا شروع کردیا جن کے دلوں پر جھوٹ کا اثر ہو گیا تھا، جن کے دلوں پر گمراہی کا پردہ پڑ گیا تھا، جو نہایت احمق و بے عقل ہو گئے تھے، حضرت حبیب کا یہ رد عمل مسیلمہ کذاب کو اچھا نہیں لگا، اس نے غصہ میں آکر اپنے جلاد سے کہا کہ حضرت حبیبؓ کے جسم کا ایک عضو کاٹ ڈالو، اس کے بعد مسیلمہ نے پھر وہی سوال دہرایا، حضرت حبیبؓ نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے دیا تھا یا اس سے ملتا جلتا جواب دیا۔

مسیلمہ ہر دفعہ وہی سوال دہراتا اور جسم کا ایک عضو کاٹنے کا حکم دیتا، یہاں تک کہ حضرت حبیبؓ شہید ہو گئے، ان کی روح اپنے پروردگار کے پاس اللہ کی نعمتوں اور وعدوں سے مطمئن ہو کر اور مسیلمہ کذاب کے جھوٹے بہتان و کذب کا انکار کر کے پرواز کر گئی۔

حضرت حبیبؓ کے اس بے رحمانہ مجرمانہ قتل پر مالک بن عمرو ثقفی طیش میں آگئے یمامہ والوں کے مرتد ہونے پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی، مسیلمہ کے عیوب کا تذکرہ کیا، اور حضرت حبیبؓ کے حق میں ایک مرثیہ کہا جن کو دشمن خدا مسیلمہ کذاب نے ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا تھا، انہوں نے کہا:

میرا دوست مجھ سے پہلے چلا گیا اور میں پیچھے رہ گیا، اب میں اپنے بقیہ اعضاء کے ساتھ کیا کروں؟

جھوٹے نے اس سے کہا: کیا تم میرے نبی ہونے کی شہادت دیتے ہو؟ انہوں نے اشارہ سے جواب دیا کہ میں تمہاری بات نہیں سن رہا ہوں۔

پھر اس نے پوچھا کیا تم محمد ﷺ کی نبوت کا شہادت دیتے ہو؟ اس پر انہوں نے

بلا جھجک کہا کہ ہاں۔

اس جواب پر مسیلمہ نے ان کے سر پر تلوار سے وار کردیا، مسیلمہ ملعون بڑا سرکش تھا دوسروں پر دست درازی اس کا شغف تھا۔

سرکش کا انجام اور خاتمہ

مسیلمہ کذاب شیطانی وافعال میں مصروف تھا ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کے منادی نے مدینہ میں آواز دی کہ کون ہے دشمن خدا جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ بن حبیب یمامہ کے خلاف جہاد کے لئے ہمارے ساتھ جانے کو تیار ہو؟

مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی، اور حضرت خالد بن ولید سیف اللہؓ کی قیادت میں روانہ ہوگئی حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد ہی کو جھوٹ کے سرغنہ کا خاتمہ کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

مقام یمامہ میں دونوں افواج کا مقابلہ ہوا، یہ دن نبوت وخلافت راشدہ کے ایک اہم ترین ایام میں سے تھا، فریقین کے درمیان سخت مقابلہ ہوا، شروع میں مسلمانوں کے اندر کچھ کمزوری محسوس ہوئی کیونکہ مرتدوں نے بڑا زوردار حملہ کیا تھا، اور مسیلمہ کذاب نے بھی ان کو خوب بھڑکایا تھا۔

مسلمان جذبہ شہادت سے سرشار ہوکر میدان جنگ میں کود چکے تھے، آنحضرت ﷺ کے کچھ صحابہ کرام کے دلوں میں دینی حمیت نے جوش مارا، انہوں نے مسیلمہ کی فوج کا سخت مقابلہ کرکے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔

مسیلمہ کذاب کی فوج مایوسی کا شکار ہوگئی، وہ اپنے وطن اور حسب ونسب کے لئے لڑرہے تھے، ایک بیمار عقیدہ کے لئے جس کی حسب ونسب اور وطن کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ شروع میں وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے، وطن کے ایک ایک چپہ کے دفاع کا خیال ان کے دلوں میں تھا، اور مسیلمہ کذاب کے دفاع کے لئے انہوں نے جان کی بازی لگادی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے لئے حالات کا جائزہ لینا شروع کردیا، اپنے لوگوں سے کہا: میرے پیچھے کوئی نہ آئے، انہوں نے ایمان کی حلاوت اور آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار ہوکر بلند

آواز سے کہا: یا محمداہ، اور مسیلمہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، مسیلمہ کو باہر نکالنے کے لئے دعوت مبارزت دینا شروع کر دیا، مسیلمہ کے محافظوں نے حضرت خالدؓ کا سامنا کیا، حضرت خالدؓ نے ان کو قتل کر دیا، جب مسیلمہ کذاب کو اندازہ ہوا کہ اب رسوائی اور ذلت کا سامنا ہوگا تو اس نے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے قوم سے کہا: تم اپنے حسب ونسب کا دفاع کرو۔

ایک شخص نے چیخ کر کہا: اے بنی حنیفہ باغ میں داخل ہو جاؤ، مسیلمہ کذاب کا ایک باغ تھا جسے حدیقۃ الرحمٰن کہا جاتا تھا، اس کی زمین بڑی وسیع اور دیواریں نہایت بلند تھیں، بالکل محفوظ قلعہ کی مانند، مسیلمہ اور اس کی قوم باغ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے اس قلعہ کو بھی جلیل القدر صحابی براء بن مالکؓ کے ہاتھوں کھول دیا، مسلمانوں نے باغ کی دیواروں پر چڑھ کر باغ میں حملہ کر دیا۔ مسیلمہ کی فوج کے ساتھ ایک بار پھر مقابلہ ہوا، خوب قتل عام ہوا، فریقین کے بہت سے افراد ہلاک ہوئے، مسیلمہ کے آدمی زیادہ قتل ہوئے۔

حضرت وحشیؓ حبشی غزوہ احد کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، جب کہ اس سے پہلے انہوں نے حالت کفر میں نبی کریم ﷺ کے چچا شیر خدا سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کر دیا تھا، جنگ یمامہ میں حاضر تھے، انہوں نے مسیلمہ کذاب کو دیکھ لیا، فوراً ہتھیار درست کیا، ٹھیک نشانہ لے کر تیر چھوڑا، جو سیدھا مسیلمہ کذاب کو لگا، ان کے ساتھ اس عمل میں ایک انصاری صحابی نے بھی شرکت کی، انہوں نے اپنی تلوار سے مسیلمہ پر وار کیا، حضرت وحشیؓ فرمانے لگے: پروردگار جانتے ہیں ہم میں سے کس نے مسیلمہ کو قتل کیا، اچانک ایک شخص نے چیخ کر کہا: مسیلمہ کو کالے غلام نے قتل کر دیا۔

بنی حنیفہ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا ہے تو ان کا حوصلہ پست ہو گیا، شکست کھا کر فرار ہونے لگے، مگر اللہ کے شیروں کی تلواروں سے کہاں بچ سکتے تھے، حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب اطلاع ملی کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا ہے تو وہ مقتولین میں مسیلمہ کذاب کو تلاش کرنے لگے، اچانک انہیں مسیلمہ نظر آ گیا، کسی نے ان سے کہا:

یہی ہے آپ کا مطلوبہ شخص آپ نے اس سے نجات حاصل کرلی، دیکھئے یہ کتنا حقیر خناس اور ذلیل نظر آرہا ہے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا: یہ ہے وہ شخص جس نے تمہارے ساتھ بہت برا معاملہ کیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کے قتل سے آنحضرت ﷺ کا خواب سچ ہو گیا، اس سے ایک عظیم فتنہ ختم ہو گیا۔ جنگ یمامہ میں مسلمانوں نے شجاعت و بہادری اور اللہ کے راستہ میں اپنے آپ کو قربان کرنے کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں، مرتدوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور وہ کفر کی حالت میں مرے، اس میں ان کا لیڈر بھی ہلاک ہوا، جو ان کا جہنمی قائد ثابت ہوا، دونوں فریق کے مقتولین اپنے اپنے رب کے پاس پہنچ گئے، ان میں سے ایک فریق جنت میں داخل ہوگا اور ایک فریق جہنم میں۔

آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللهِ كَذِبًا، أَوْ قَالَ أُوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ، وَ مَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللهُ، وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ، اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ سورہ انعام آیت ۹۳۔

یعنی: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کیا، یا اس نے یہ کہا ہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، جبکہ اس پر کسی شئی کی وحی نازل نہیں کی گئی، اور جس نے یہ کہا ہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام نازل کرونگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اگر آپ دیکھیں اے محمد ﷺ جب ظالم سکرات الموت کی حالت میں ہونگے فرشتے ہاتھ پھیلا کر کہیں گے لاؤ اپنی جانیں، تمہیں آج ذلت کا عذاب دیا جائے گا بسبب اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط بات کرتے تھے اور اللہ کی نشانیوں کو (ماننے) کے بجائے تکبر و غرور کا اظہار کیا کرتے تھے۔

ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ یمامہ کے مسیلمہ کذاب اور صنعاء کے اسود عنسی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ ان دونوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا

تھا، مسیلمہ کذاب کہتا تھا کہ محمد ﷺ قریش کے نبی ہیں اور میں بنی حنیفہ کا نبی ہوں۔

اللہ رب العزت نے نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والوں کے لئے بڑی وعید نازل فرمائی، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی پر جھوٹی افتراء کرنے والوں میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو رسالت و نبوت کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہر اس شخص کو جہنم کی بشارت سنائی ہے جس نے نبوت جیسے مقام کو از خود حاصل کرنے کی جرأت کی، اس نے وحی کی نسبت اپنی طرف کر کے نبی کریم ﷺ سے اس نسبت کی نفی کی، حقیقت یہ ہے کہ یہ بدترین جھوٹ ہے، کیونکہ اس کا مقصد غیر موجود کو ثابت کرنا اور موجود کا انکار کرنا ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات کذابوں سے جنگ کر رہی ہیں ان کے جھوٹ کا پول کھول کر انہیں سر عام رسوا کر رہی ہیں اور انہیں کافروں اور منافقین کی صف میں لا کھڑا کر رہی ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَايُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ (سورہ نحل آیت ۱۰۵)۔

یعنی: وہی لوگ اللہ تعالی پر جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہی جھوٹے ہیں۔

پتہ چلا کہ جھوٹ اور بہتان اہل کفر کا خاصہ ہے، مسیلمہ کذاب نے بھی اسی راستہ کو اختیار کیا، جس کی وجہ سے وہ جہنمی ٹھہرا، حضرت ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جھوٹ کو مبغوض قرار دیتے ہوئے فرمایا (سب سے بڑی افتراء یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو دیکھنے کا دعوی کرے جسے اس نے نہیں دیکھا ہو)۔ (تفسیر رازی ۹۶/۲۰)

امام رازیؒ فرماتے ہیں جس نے جھوٹی بات کہی وہ کفر میں داخل ہو گیا، اور کافر کا انجام جہنم ہے۔

مسیلمہ کذاب کے حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں جھوٹ بولتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ ذلیل و خوار ہوا، اور قیامت تک کے لئے ذلیل و رسوا ہو گیا، اللہ تعالی کے یہاں بھی مبغوض ہوا اور لوگوں کے یہاں بھی مبغوض ہوا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

آدمی جھوٹ ایسے وقت بولتا ہے جب وہ ذلیل ہو، یا بری عادت میں مبتلا ہو، یا

پرہیزگاری کازیادہ اہتمام نہ کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے لئے یہ بات برحق ہے کہ وہ جھوٹے کا درجہ بلند نہ کرے، اس کی حجت کو ثابت نہ کرے، مثل مشہور ہے: ہر گناہ چھوٹنے کی امید ہے توبہ یا رجوع الی اللہ کے ذریعہ سوائے جھوٹ کے، کیونکہ جھوٹا جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے اس کے جھوٹ میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

احادیث نبویہ میں اس بات کا واضح اشارہ موجود ہے کہ جھوٹ بدترین خصلتوں میں سے ہے، کیونکہ جھوٹا فسق وفجور کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے جو پھر آگے اسے جہنم میں لے جاتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے (صدق نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور نیکی جنت کا راستہ بتلاتی ہے، ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی کے یہاں اس کا نام صدیق لکھدیا جاتا ہے، جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے، ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالی کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے)۔

اس حدیث کے اندر صاحب بصیرت کے لئے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں۔

☆☆ تمت بالخیر ☆☆

عامر بن طفیل

☆ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

اے اللہ آپ عامر بن طفیل کو میری طرف سے اس کے انجام تک پہنچا دے۔

☆ عامر بن طفیل نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بچالیا۔

☆ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت حرام بن ملحانؓ اور دیگر ستر قاری صحابہ کو بئر معونہ کے حادثہ میں دھوکہ دے کر قتل کرایا تھا۔

عامر بن طفیل

مشرکین کی زندگی کی ایک جھلک

جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، اور آنحضرت ﷺ نے اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کی اس وقت شرک صرف بت پرستی میں منحصر نہیں تھا، عقل انسانی کے لئے شرم وحیاء بلکہ پوری انسانیت کے لئے یہ ذلت کی بات تھی کہ لوگ کچھ بے جان پتھروں کی عبادت کریں، تمام معاملات میں ان سے رجوع کریں، شرک درحقیقت اس زمانہ میں مختلف قسم کی روایات عادات اور طور طریقوں کا نام تھا جس میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا، بے تحاشا عورتوں سے شادی کرنا، وغیرہ وغیرہ شامل تھا، اس زمانہ میں بعض لوگ تیس تیس چالیس چالیس عورتوں سے شادی کیا کرتے تھے۔

سودی کاروبار بدترین شکل میں ہو رہا تھا، افسوس اس پر ہے کہ لوگ اس زمانہ میں ان تمام ظاہری و باطنی برائیوں کی نہ حوصلہ افزائی کرتے تھے بلکہ ان کا دفاع بھی کرتے تھے کہ یہی صراط مستقیم ہے، اس کے علاوہ سب چیزیں باطل، غلط اور بے بنیاد ہیں۔

ان تمام برائیوں کے باوجود زمانہ جاہلیت کے آخری ایام میں دینی اور روحانی بیداری شروع ہوئی تھی، یہ سب امور ایسے تھے کہ ان کو ایک جھٹکے کا انتظار تھا جس سے بت پرستی کے تمام ستون گر جاتے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو فوج در فوج اس میں داخل ہو گئے سوائے چند لوگوں کے جنہوں نے یا تو دولت کی خاطر دین حق کا معارضہ کیا یا سرداری و اعلیٰ منصب کی خاطر، جیسے ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف وغیرہ، ان لوگوں کا خاتمہ بھی بہت برا ہوا۔

جب دین اسلام پھیلنا شروع ہوا تو اکثر و بیشتر لوگ اس میں داخل ہو گئے سوائے

چند ایک کے جنہوں نے گناہ پر عزت کو ترجیح دی، شیطان نے ان کو دھوکہ میں رکھا، ان لوگوں سے عبرت حاصل نہیں کی جنہوں نے پہلے پہل اس دعوت کا معارضہ کیا تھا اور نتیجتاً ان کو دنیا و آخرت کی رسوائی و بربادی نصیب ہوئی، ان لوگوں میں عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری بھی تھا، اس نے اسلام کے سایہ تلے زندگی گزارنے سے انکار کیا، اور ایمان کی حلاوت و چاشنی سے خود کو مستفید نہیں کیا۔

ایک شاعر و گھڑ سوار

یہ فاسق و فاجر عامر بن طفیل ظہور اسلام سے پچپن سال قبل پیدا ہوا، زمانہ جاہلیت کے بہادروں اور گھڑ سواروں میں تھا، بڑا مشہور شاعر، معروف شہسوار، سرداروں کی طرح مال غنیمت کا ایک چوتھائی حصہ لینے والا سردار، عربوں میں آگے بڑھنے والا، سیاست میں لائق اطاعت، لشکروں کا قائد، دشمنوں کو سرنگوں کرنے والا، بھینگا اور بانجھ بے اولاد تھا، اس کے پسماندگان میں کوئی نہیں، عکاظ کے عظیم الشان بازار و میلہ میں اعلان کرواتا تھا کہ:

کیا کوئی شخص بغیر سواری کے ہے؟ ہم اسے سواری عطا کرینگے۔
کیا کوئی بھوکا ہے؟ ہم اسے کھانا کھلائیں گے۔
کیا کوئی خوفزدہ ہے؟ ہم اسے امن وامان فراہم کرینگے۔

ظہور اسلام کے وقت عامر بن طفیل بوڑھا ہو گیا تھا، لیکن اسے اسلام لانے کی توفیق نہیں ہوئی، بلکہ آنحضرت ﷺ کے دشمنوں میں سے تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ان برے اعمال کا مزا چکھایا، اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ بعد میں آنے والوں کے لئے سامان عبرت بن گیا۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عامر بن طفیل کو اپنی ذات پر بڑا ناز تھا، وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا کہ قبیلہ عامر نے اسے اپنا سردار اس لئے بنایا ہے کیونکہ وہ ان کے سردار کا بیٹا ہے وہ سیاست و قیادت کو موروثی شئی نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس کا کہنا تھا کہ اس نے جاہ و منصب بزور تلوار اور نیزے بازی، شجاعت و بہادری، شہسواری اور اپنے ذاتی کمالات سے حاصل کیا ہے، اس سلسلہ میں ایک قصیدہ میں وہ کہتا ہے:

عمری کی بیٹی مجھ سے کہتی ہے تجھے کیا ہوا اس سے پہلے میں تجھے صحیح سالم دیکھ چکی

ہوں۔

اسی قصیدہ میں ایک اور جگہ کہتا ہے:

اگرچہ میں قبیلہ عامر کے شہسوار کا بیٹا ہوں اور ہر موقعہ پر ان کا مشہور سردار ہوں۔

قبیلہ عامر نے مجھے مورثی سردار نہیں بنایا، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ میں ماں اور باپ کے توسط سے بلندی تک پہنچوں۔

مگر میں ان کے مقامات کی حفاظت کرتا ہوں، ان کی اذیتوں سے بچتا ہوں، اور جو ان پر حملہ کرے اس کا سینہ تان کر مقابلہ کرتا ہوں۔

عامر بن طفیل کی کنیت ابو علی تھی، امام جاحظ اپنی بیش قیمت کتاب (البیان و التبیین) میں لکھتے ہیں، عامر بن طفیل کی زمانہ جنگ میں جو کنیت تھی وہ زمانہ امن میں نہ تھی، جنگ میں اس کی کنیت ابو عقیل اور امن میں ابو علی تھی۔

علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں سوائے دو افراد کے کسی کی کنیت ابو علی نہیں تھی، ایک قیس بن عاصم دوسرا عامر بن طفیل۔

عربوں کا بہادر و شہسوار

عامر بن طفیل کے شہسوار ہونے کی شہادت ہر اس شخص نے دی جس نے اس کے متعلق کچھ بھی لکھا، جیسا کہ ابن درید نے (اشتقاق) میں، ابوالفرج نے (اغانی) میں، ابن حبیب نے (مجر) میں، ابو بکر انباری نے اپنی دیوان کی روایت میں، وغیرہ وغیرہ۔

العقد الفرید کے مصنف نے مشہور و معروف بہادر شہسوار عربوں کے تذکرہ میں عامر بن طفیل کا ذکر بھی کیا وہ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت کے عرب شہسواروں میں عنترہ الفوارس، عتیبہ بن حارث بن شہاب، ابو براء عامر بن مالک نیزوں کے ساتھ کھیلنے والا (عامر بن طفیل کا چچا) بسام بن قیس، زید الخیل (زید الخیر) احیمر سعدی، عامر بن طفیل، عمرو بن عبدو، اور عمرو بن معدی کرب وغیرہ شامل ہیں۔

عربوں کے بڑے شہسوار و شجاع عمرو بن معدی کرب نے عامر بن طفیل کے

جری و شہسوار ہونے اور جنگ میں خود اقدام کرنے کی شہادت دی، عمرو بن معدی کرب نے ایک موقعہ پر کہا:

مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میرا مقابلہ کس عرب شہسوار سے ہوتا ہے ہاں اگر ان کے دو آزاد اور دو غلاموں کے ساتھ ہو جائے تو اور بات ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر میں اکیلا کسی اونٹنی پر سوار ہو کر قبیلہ معد کے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہو جاؤں تب بھی مجھے مغلوب ہونے کا خوف نہیں ہوگا الّا یہ کہ ان کے دو آزاد اور دو غلاموں سے مقابلہ ہو جائے۔

دو آزاد تو عامر بن طفیل اور عتبہ بن حارث بن شہاب ہیں، اور دو غلام بنی عبس کا کالا عنترہ، اور سلیک بن سلکۃ، ان سب کے ساتھ میرا مقابلہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

عامر بن طفیل کے اندر خاص بات یہ تھی کہ وہ آواز کی سرعت پر نیزہ گھونپ سکتا تھا۔ عتیبہ بن حارث کے اندر خاص بات یہ تھی کہ وہ حملہ کرتے وقت لشکر کے آگے آگے ہوتا تھا، اور واپسی میں سب سے پیچھے ہوتا تھا، عنترہ میں خاص بات یہ تھی کہ وہ بہت کم منہ کے بل گرتا تھا جبکہ وہ دشمن کو نہایت شدت سے اپنی طرف کھینچ سکتا تھا۔ سلیک میں خاص بات یہ تھی کہ وہ حملہ کرنے کے بعد غضبناک شیر کی مانند ہوتا تھا۔

عرب شہسوار گھوڑے کا بڑا خیال کرتے تھے، بہت کم ایسے شعراء ہوں گے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اشعار میں گھوڑوں کا تذکرہ نہ کیا ہو، امرؤالقیس سے مروی ہے کہ:

جب تک چاند سورج طلوع و غروب ہوتے رہیں گے خیر و برکت گھوڑے کے ماتھے سے لگے رہیں گے۔

عربوں کی عادت یہ تھی کہ وہ صرف تین موقعوں پر مبارک باد دیا کرتے تھے:

کسی شخص کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوتا تو کہتے: تمہیں شہسوار مبارک ہو۔

کسی مقام پر جب کوئی شاعر ابھرتا تو کہتے: مبارک ہو یہ تمہاری عزت کا دفاع کرے گا۔

اور جب کسی کے یہاں گھوڑے کا بچہ پیدا ہوتا تو کہتے: مبارک ہو تم اس پر سوار ہو کر اپنے خون کا انتقام لو گے۔

امام جاحظ فرماتے ہیں: دنیا میں کوئی قوم عربوں سے زیادہ گھوڑوں کو پسند کرنے والی اور ان کے بارے میں معلومات رکھنے والی پیدا نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ گھوڑوں کی نسبت بھی انہیں کی طرف کی جاتی تھی، جیسے عربی گھوڑا، کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ یہ ہندی رومی یا فارسی گھوڑا ہے۔

شہسواری اور گھوڑے کے سلسلہ میں ایک واقعہ یہاں ذکر کرنا مناسب ہے، ایک مرتبہ حجاج کے سامنے کچھ گھوڑے اور کچھ لونڈیاں لائی گئیں وہاں ایک دیہاتی شخص موجود تھا حجاج نے اس سے کہا کہ تمہیں میں ایک گھوڑا دوں یا ایک لونڈی دوں؟ اس دیہاتی نے گھوڑے اور لونڈی کو ایک نظر دیکھا اس کے بعد یہ شعر کہا:

گھوڑے کی لگام کا ایک حصہ میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے اس سے کہ تم (اے لونڈی) مجھ سے نکاح کرو۔

مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم کسی برے حال میں پھنس گئے اور تیز سواری کا وقت آپہنچے تو تم مجھے نہ اٹھا سکو۔

عامر بن طفیل کے فخر کی ایک جھلک

عامر بن طفیل کی شجاعت فخر و کبر کا علم اسکے ان اشعار کے ذریعہ ہوتا ہے جو ہم تک پہنچے، وہ بے خوف و خطر جنگوں میں کود پڑتا تھا، بڑی بڑی جماعتوں کو چیرتا ہوا داخل ہو جاتا تھا، اس سلسلہ میں کہتا ہے:

بنی ہوازن کی علیا جانتی ہے کہ میں ہی در حقیقت جعفر کا محافظ شہسوار ہوں۔

مزنوق گھوڑا جانتا ہے کہ میں دشمنوں کی جماعت پر حملہ میں اقدام کرتا ہوں، مشہور ملیح گھوڑے جیسا۔

جب وہ ہتھیار کی ضرب کھا کر درد سے بلبلا اٹھتا ہے تو میں اسے ڈانٹتا ہوں اور کہتا ہوں آگے بڑھ پیچھے مت مڑ۔

میں اسے بتلاتا ہوں کہ فرار ذلت کی بات ہے البتہ اگر اس نے عظیم مصائب کا سامنا کیا ہو اس صورت میں قابل تسامح سمجھا جاتا ہے۔

شجاعت و فخر کے آثار عامر بن طفیل کے اشعار میں نمایاں ہیں خصوصاً جب وہ اپنے گھوڑے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

کیا تو نہیں دیکھتا ان کے نیزے کس طرح مجھ پر برس رہے ہیں، تو شریف النسل گھوڑا ہے پس صبر کر۔

میں نے چاہا کہ اللہ تعالی جان لیں کہ میں نے بڑے صبر سے کام لیا ہے مجھے یوم مشقر جیسے دن کا خدشہ ہے۔

عامر بن طفیل کے یہاں گھوڑے کا ایک خاص مقام ہے، اس کے اشعار میں گھوڑوں کو خاص اہمیت دی گئی ہے گھوڑوں کے لئے جان بھی قربان کی جاسکتی ہے، اپنی اولاد کو بھوکا رکھا جاسکتا ہے گھوڑوں کو نہیں، جنگوں میں گھوڑے محفوظ قلعہ کے مانند ہیں، وہ کہتا ہے:

گھوڑوں کا بھی ایک وقت ہے جوان کی خاطر صبر کرتا ہے گھوڑوں کی اہمیت کے زمانہ کو پہچانتا ہے تو خیر و برکت اس کے بعد شروع ہو جاتی ہیں۔

اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں وہ اپنی قوم قیس عیلان پر فخر کرتا ہے اور ان کی بہادری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

روئے زمین کے اصل حق دار قیس عیلان ہیں زمین کے ہموار نشیبی اور بلند حصے سب انہیں کے لئے ہیں۔

ہم آسمان کے افق کے مالک بن گئے شرافت کی بناء پر، اس کے آفاق و غیوم کا شفاف حصہ ہمارا ہے۔

عامر بن طفیل کے وہ بہترین اشعار جن میں اس نے فخر شجاعت اور محتاجوں کو کھانا کھلانے کا تذکرہ کیا ہے یہ ہیں:

جب لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے کہ جس میں بڑے بڑے عقل مند بے بس ہو جاتے ہیں۔

تو ہم آگے بڑھ کر اس کا رخ موڑتے ہیں ہم اس پر نیزوں سے حملے کرتے ہیں ہم نہیں تھمتے جب تک کہ وہ تھم نہ جائے۔

ہمارے ساتھ دشمنی کا اظہار کرنے والے بے شمار لوگوں نے چاہا کہ جب ہماری

ان سے مڈ بھیڑ ہوئی تو وہ اس عداوت کو چھپالیں جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے۔

ہم قحط سالی کے ایام میں لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور جنگ کے دوران خوب حملے کرتے ہیں ہمارے اوصاف اعلیٰ اور ہماری قسمیں پوری کی جاتی ہیں۔

عامر بن طفیل کی شجاعت و بہادری اور خود اقدام کرنے کے اچھے اوصاف بعض اوقات اس کا ساتھ نہیں دیتے تھے، بلکہ اس نے اس معاملہ میں خیانت بھی کی تھی، امام بیہقیؒ اپنی دلچسپ کتاب (المحاسن والمساوی ء) میں لکھتے ہیں:

ہمیں کوئی ایسا بہادر نہیں ملا جس نے اپنی زندگی میں کبھی راہ فرار اختیار نہ کی ہو، جیسا کہ عامر بن طفیل نے اپنے بھائی کی مدد کرنے سے راہ فرار اختیار کی تھی یوم الرقم کے معرکہ میں۔

عامر بن طفیل کے مذموم عادات واخلاق

باوجود اس کے کہ عامر بن طفیل بہترین شہسوار شاعر اور سردار تھا، مگر وہ پاک دامن نہیں تھا، اخلاقی اعتبار سے پستی میں تھا، اس پر فاسق و فاجر ہونے کا الزام لگایا جاتا رہا ہے (بہجۃ المجالس) کے مصنف لکھتے ہیں کہ: عامر بن طفیل سردار تھا اور ساتھ ساتھ بدکار بھی تھا، حالانکہ بدکاری کے ساتھ سرداری قائم نہیں رہتی۔ (بہجۃ المجالس ۱/۶۱۲)

زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں میں اخلاقی اقدار کی پاسداری کسی نہ کسی حد تک موجود تھی، لوگ نسبی شرف حسن سلوک اور حق پر ثابت قدم رہنے کو مستحسن سمجھتے تھے، اس کے علاوہ اکثر مرد اور عورتیں عفت و پاک دامنی کا خیال رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کسی کی عزت پر حملہ کرنے کے نتیجہ میں بڑی جنگ و آفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اگر کسی کی عزت پر کوئی شخص دست درازی کرے تو اسے غیرت آنی چاہئے، یہ ایک فطری بات ہے۔

پاک دامن ہونا سردار کے لئے ضروری ہے، جس طرح بہادری، کرم و سخاوت، مظلوم کی دادرسی وغیرہ امور کامل سیاست کے لئے شرط ہیں۔ بسطام بن قیس کو عامر بن طفیل اور عتیبہ بن حارث بن شہاب پر فوقیت حاصل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ شہسوار پاک دامن اور سخی تھا۔

عتیبہ شہسوار پاک دامن بخیل تھا۔

اور عامر شہسوار سخی بدکار تھا۔

بسطام کے اندر تین اچھی خصلتیں مجتمع ہونے کی وجہ سے اسے ان دونوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔

بدکاری کی عادت عامر بن طفیل کے اندر بڑی نمایاں اور ظاہر تھی، اور اس کی شخصیت کو داغ دار بناتی تھی، اس جیسے بہادر عفت وپاک دامنی پر ناز کرتے تھے تو اس پر زناکاری اور غلط حرکتیں کرنے کا الزام لگایا جاتا تھا، بڑا گندہ ذہن بھی تھا وہ ایسی فحش باتیں کرتا تھا کہ عام آدمی کے لئے ان کا محض تلفظ بھی دشوار ہوتا تھا، یہ عادت ایسی ہے کہ اس سے آدمی کا شمار صاحب فضل وعقل میں ہونے کے بجائے جاہلوں اور گندہ ذہن لوگوں میں ہوتا ہے۔

پاک دامنی کوئی کمزوری یا محرومی کی علامت نہیں ہے، بلکہ بہادروں کی علامت ہے، بڑے بڑے لوگ اس پر فخر کرتے ہیں، ہمیں اس سلسلہ میں عنترہ بن شداد کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے:

میں اپنے محلّہ کی دوشیزہ سے ملنے اس کے شوہر کے سامنے جاتا ہوں اور جب وہ لشکر کے ساتھ جنگ میں ہوتا ہے تو میں اس کی بیوی سے ملنے نہیں جاتا۔

میں اپنی نظریں جھکا لیتا ہوں جب کبھی پڑوسن پر میری نظر پڑتی ہے اور جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہوجائے میں نظر نہیں اٹھاتا ہوں۔

عامر بن طفیل کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک عزت کی کوئی اہمیت نہیں تھی، اس کا معاشقہ چل رہا تھا اسماء بنت قدامہ بن سکین فزاریہ سے، اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کرتا ہے تو بیہودہ باتوں کو ذکر کرنے سے شرماتا نہیں، اس سلسلہ میں اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

اسماء ننگے پاؤں اپنے ناصحین سے پوچھے گی کہ مجھے بھگا دیا گیا ہے یا نہیں؟

ناصحین نے اس سے کہا کہ ہم نے اس کے لوگوں کو وہاں سے بھگا دیا ہے گندے دانتوں والے جبکہ مجھے نہیں بھگایا گیا۔

یہ اشعار جب بنو غطفان تک پہنچے تو ان کے کچھ لوگوں نے اس کی ہجو کی، اس وقت نابغہ بنی ذبیان غسانی بادشاہوں کے پاس گیا ہوا تھا، یہ دراصل نعمان بن منذر

کے خوف سے بھاگ گیا تھا، جب نعمان نے اسے امن دیدی تو وہ وہاں سے واپس آیا، پھر لوگوں سے پوچھا کہ تم نے عامر بن طفیل کی ہجو (مذمت) میں کیا کہا تھا؟ اور اس نے تم سے کیا کہا تھا؟ لوگوں نے اسے سنایا کہ ہم نے یہ کہا تھا اور اس نے ہماری شان میں یہ کہا تھا، نابغہ نے کہا: تم نے فحش گوئی سے کام لیا ہے، عامر بن طفیل جیسے آدمی کی ہجو اس طرح نہیں کی جاتی، پھر اس نے عامر بن طفیل کو اس کے قبیلہ کی ایک عورت کے تذکرہ کے سلسلہ میں غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا، اور ان اشعار میں اس نے اس کی فسق وفجور اور فحش گوئی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

عامر نے اگر یہ باتیں لاعلمی کی بناء پر کہی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ابھی ناتجربہ کار جوان جیسا ہے۔

تم عنقریب سمجھ جاؤ گے یا ناز کرو گے جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے یا جب کوا بوڑھا ہو جائے گا۔

عامر بن طفیل نے جب یہ اشعار سنے تو نابغہ کا مقصد سمجھ گیا، کہنے لگا:

نابغہ کے ان اشعار سے پہلے کبھی میری ہجو نہیں کی گئی۔

پھر اس نے نابغہ کے جواب میں کچھ اشعار کہا، جو حسب ذیل تھے:

ہے کوئی میری طرف سے زیاد (نابغہ) کو خبر دینے والا جب نرم زمین پر تلوار سے ضربیں لگانے کا وقت آئے گا۔

ہر روز ہماری انصاف کی عدالت لگتی ہے جس میں ہم سچ کو واضح کرتے ہیں۔

پختہ ارادہ کے حامل شخص کا انصاف جس میں کوئی عیب نہ ہو اس وقت جب قوم شعلہ بیان سے مغلوب ہو جائے۔

بربادی کا مقام صبر ہے اور جہالت کا مقام جوانی ہے۔

جہالت کا تعلق عمر سے نہیں ہے مگر قابل عمل باتوں کو لے کر سواریاں روانہ ہو گئیں ہیں۔

میں پاک دامن ہوں وہ بدکار ہے

بنو عامر اور طفیل بن عامر کے اقرباء اس کی بدکاری پر چشم پوشی نہیں کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے اس کی شخصیت داغدار ہو گئی تھی، مفاخرت کا جو سلسلہ علقمہ بن

علاثہ اور اس کے چچازاد بھائی عامر بن طفیل کے درمیان چل پڑا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ علقمہ نے عامر سے کہا تھا: تو بھینگا بدکار ہے، جب کہ میں پاک دامن ہوں۔

امام شعبیؒ مفاخرت کے اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ اپنے اپنے مناقب بیان کرنے کے لئے حکیم عرب ہرم بن قطبہ بن سنان ذبیانی کے پاس گئے، انہوں نے علقمہ سے کہا کہ تم کس بناء پر عامر بن طفیل سے سرداری میں فوقیت رکھتے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ میری آنکھیں صحیح سالم ہیں جبکہ عامر بھینگا ہے۔

میں دس بچوں کا باپ ہوں اور وہ بانجھ ہے اس کی کوئی اولاد نہیں۔

میں پاک دامن ہوں وہ بدکار ہے۔ (اخبار النساء ص ۱۷۳)

ان حقائق کے سامنے عامر بن طفیل لاجواب ہو گیا اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا حقیقت یہ ہے کہ بدکاری کی بری عادت سے آدمی لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

سلمہ بن الخرشب انماری نے بھی عامر بن طفیل کی ہجو کی، اپنے ایک طویل قصیدہ میں عامر اور اس کے والد طفیل کی ذات پر حملہ کیا، اس قصیدہ میں وہ کہتا ہے:

اے عامر شکست خوردہ گھوڑے پر سواری کرنے والے کے بیٹے، تم فحش گوئی اور گھٹیا باتیں کرنے کے عادی ہو۔

سلمہ بن خرشب کی مراد یہ ہے کہ اے عامر تم اس شخص کے بیٹے ہو جس نے ذلت و بے حیائی کو اپنا لازم و ملزوم بنایا اور جو گھسان کی جنگ سے فرار اختیار کرتا ہے، تم بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلو گے، اور تم فحش گوئی اور غلیظ گفتگو کے عادی ہو، اور یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ جس طرح تمہارے والد گندہ ذہن فحش گو تھا اسی طرح تم ہو۔

عامر کے بھینگا پن کی وجہ

زمانہ جاہلیت میں ایک ایسا دن آیا جس میں اسے اپنی ایک آنکھ سے ہاتھ دھونا پڑا، اس دن کا نام (فیف الریح) تھا، یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں پر بنو عامر اور بنو حارث بن کعب کے درمیان جنگ ہوئی، فریقین کے درمیان تین دن تک شدید لڑائی ہوتی

رہی، اس دن عامر بن طفیل ہر شخص کو پکڑ کر تحقیق کرتا تھا اور اس سے کہتا تھا: اے فلاں تم نے آج جنگ میں کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا؟

تو وہ شخص جس نے جان کی بازی لگا کر جنگ کی تھی کہتا تھا: تم میری تلوار کی طرف دیکھو میرے نیزے اور سنگین کی طرف دیکھو ان پر کتنے نشان پڑے ہوئے ہیں۔

اس معرکہ میں بنو عامر نے بنو حارث کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا تھا، جس سے مسہر بن یزید بن عبد یغوث بن صلاء حارثی کو بڑا غصہ آیا، یہ دراصل شریف النفس شہسوار تھا، اپنی برادری میں کسی جنایت کا ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ اسے وہاں سے بھاگنا پڑا اور عامر کے پاس پناہ لی، پھر ان کا خلیف بن گیا، فیف الریح کی جنگ میں اس نے بھی حصہ لیا، لیکن اس پر بنی عامر کے ہاتھوں اپنی قوم بنی حارث کی ہلاکت گراں گزری، وہ عامر بن طفیل کے پاس آیا جب کہ عامر بن طفیل لوگوں کو چیک کر رہا تھا، اس نے عامر سے کہا:

اے علی کے ابا! دیکھوں آج میں نے دشمن کو کتنا نقصان پہنچایا ہے، میرے نیزہ کی طرف دیکھو، چنانچہ جب عامر بن طفیل اس کا نیزہ دیکھنے کے لئے اس کی طرف بڑھا تو مسہر نے اچانک اس کے چہرہ پر نیزہ سے حملہ کر دیا اس کی آنکھ پھوڑ دی، نیزے کو اس کی آنکھ میں چھوڑ کر گھوڑے پر بیٹھ کر اپنی قوم سے جا ملا، مسہر نے یہ حملہ اس لئے کیا تھا کیونکہ اس نے عامر بن طفیل کو دیکھا کہ وہ اس کی قوم کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے، اس نے اس وقت کہا تھا: یہ تو میری قوم کو ہلاک کر دیگا۔

مسہر نے اس سلسلہ میں یہ شعر کہا:

میں نے نیزہ کی نوک سے عامر کی آنکھ پر حملہ کیا، جس سے وہ بھینگا بد شکل شہسوار بن گیا۔

میرے سلسلہ میں اس کے نیزوں اور ہتھیاروں نے اس کے ساتھ وفا نہیں کی، اور وہ پسپا ہو گیا تباہی سے دوچار ہو کر جعفر کو مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

اس ضرب سے عامر بن طفیل کی موت واقع نہیں ہوئی، ان زخموں کا اس پر کوئی خاص اثر بھی نہیں ہوا، مسہر حارثی سے مار کھانے کے بعد اس نے یہ اشعار کہا:

میری عمر کی قسم، میری عمر میرے لئے آسان نہیں ہے۔ بلاشبہ مسہر کی ضرب

نے شریف کے چہرہ کو عیب دار بنادیا ہے۔
مسہر بہت براجوان ہے اگر میں بھینگا بانجھ بے اولاد اور بزدل ہوں تو ہر مصیبت کے وقت میرے پاس کیاعذر رہ جاتا ہے۔
میں ایسے نفس سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں جسے گنوایا نہیں جاتا ہے اے نفس! تم مزاح کم کرو کیونکہ میں نے کوتاہی نہیں کی۔
آنکھ ضائع ہونے کے اس حادثہ کے بعد عامر بن طفیل کا اعتماد لوگوں سے جاتا رہا، عام لوگوں کو وہ برا سمجھنے لگا، اس کی طبیعت میں سختی آگئی، جگر بے رحم ہو گیا، شیطانی چالوں کے آگے بے بس ہو گیا، اور عربوں کے مشہور ترین ظالموں میں اس کا شمار ہونے لگا، جنگلی بھیڑیے جیسی زندگی گزارنے لگا، لوگوں میں فخر کرنے لگا، اپنے عزیزوں سے بھی فخر و مباہاۃ میں مقابلہ کرنے لگا، چنانچہ اس نے اپنے عزیز علقمہ بن علاثہ سے مقابلہ کیا، اس کی شان میں گستاخی کی، اور پھر فیصلہ کے لئے ہرم بن قطبہ فزاری کے پاس گیا، مفاخرت کا یہ قصہ کتب تاریخ و ادب میں بہت معروف ہے۔ آنے والی سطور میں ہم اس قصہ مفاخرت کے متعلق تحریر کر رہے ہیں۔

مفاخرت

اہل جاہلیت مفاخرت سے خوب واقف تھے امام زبیدیؒ اپنی کتاب (تاج العروس) ابو عبید سے نقل کرتے ہیں کہ مفاخرت کے معنی یہ ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے پر فخر کریں پھر کسی تیسرے شخص کو اپنے درمیان منصف مقرر کریں، جیسا کہ علقمہ بن علاثہ اور عامر بن طفیل نے ایک دوسرے پر فخر کرنے کے بعد ہرم بن قطبہ فزاری کو اپنا منصف بنایا تھا۔ (تاج العروس ۱۴/۲۷۰)
کسی بھی چیز میں انسان دوسرے پر فخر کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ خود کو دوسرے پر بالاتر سمجھے مثلاً عزت و شرافت، جاہ و منصب وغیرہ وغیرہ میں۔ (تاریخ العرب قبل الاسلام ۴/۵۹۰)

ادب تاریخ انساب اور بعض شعراء کے دواوین میں مفاخرت کے بہت سے واقعات کا تذکرہ ملتا ہے ہم تک پہنچنے والے مشہور ترین واقعات یہ تھے:
علقمہ بن علاثہ اور عامر بن طفیل کے مابین واقع ہونے والی مفاخرت۔

ہلال اور بنی فزراہ کے مابین مفاخرت کا واقعہ۔

ہاشم بن عبد مناف امیہ بن عبد شمس وغیر ہم کے مابین واقع ہونے والے واقعات۔

مفاخرت کے اس طرح کے واقعات کا نتیجہ بعض اوقات بڑا بھیانک ہوتا ہے، بڑے بڑے مالی تاوان ادا کرنے ہوتے ہیں فریقین کے مابین جنگ چھڑنے کا خطرہ ہوتا ہے دونوں فریق خوف وہراس کا شکار ہوتے ہیں، یا جنگ وجدل کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

مفاخرت میں عام طور پر منصفین فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کرتے ہیں، نفسیاتی طور پر فریقین کا علاج کر کے دلوں میں بھڑکنے والی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں، آخر کار فریقین کو صلح پر آمادہ کر لیتے ہیں اور اپنے حکیمانہ فیصلہ کے ذریعہ حسد اور کینہ کو ختم کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ کے مابین پیش آنے والی مفاخرت کا واقعہ لکھتے ہیں۔

واقعہ مفاخرت

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ کے مابین مفاخرت کا واقعہ پیش آیا جب کہ یہ دونوں آپس میں عم زاد ہیں، عامر بن صعصعہ کی اولاد ہیں، عامر کی والدہ کا نام کبشہ بنت عروۃ الرحال بن عتبہ، اور علقمہ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی سفیان بن ہلال ہے۔

علقمہ نے جب عامر کی ہتک عزت کی تو یہ واقعہ پیش آیا۔

عامر نے کہا: اے علقمہ خدا کی قسم میں حسب نسب کے لحاظ سے تم سے برتر ہوں۔

میرا نسب تیرے نسب سے زیادہ ثابت ہے۔

میں تجھ سے زیادہ طویل القامت ہوں۔

علقمہ نے کہا: میں تجھ سے زیادہ افضل ہوں چاہے دن ہو یا رات۔

عامر نے کہا: تیری عورتیں اس بات کو زیادہ پسند کرتی ہیں کہ تیرے بجائے میں ان کے یہاں رات گزاروں۔

علقمہ نے جواباً کہا: تو مجھ سے کس چیز میں خود کو برتر سمجھتا ہے؟

عامر نے کہا: اس پر کہ میں تجھ سے زیادہ لوگوں کو کھانا کھلاتا ہوں۔

علقمہ نے کہا: تم لوگوں سے لڑتے رہتے ہو، اور مجھے لوگ بزدل سمجھتے ہیں، لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہو اس وقت میں تیرے آگے رہوں اور تو میرے پیچھے رہے یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم آگے رہو اور میں تیرے پیچھے رہوں۔

تو بڑا سخی ہے لوگوں کا گمان یہ ہے کہ میں بخیل ہوں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

میں اس پر فخر کرتا ہوں کہ لوگ میرے جانے کے بعد میری تعریف کرتے ہیں۔

میری نظر تجھ سے زیادہ تیز ہے۔

میری برادری تجھ سے زیادہ عزت دار ہے۔

تجھ سے زیادہ لوگ میرا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔

عامر نے کہا: بنی احوص کو تعداد کے لحاظ سے بنی مالک پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ میری نظر کمزور ہے اور تیری نظر درست ہے۔

میں اس پر فخر کرتا ہوں کہ میری جماعت تمہاری جماعت سے زیادہ بڑی اور پھیلی ہوئی ہے۔

میں تجھ سے زیادہ اونچا ہوں۔

میرے بالوں کا پٹہ تجھ سے زیادہ حسین ہے۔

میرے بال تجھ سے زیادہ گھنگریالے ہیں۔

میں تجھ سے زیادہ بلند ہمت والا ہوں۔

علقمہ نے اس کے جواب میں کہا: تو بڑا جسیم آدمی ہے میں ہلکا پھلکا ہوں، تو خوب صورت ہے میں بدصورت ہوں۔

لیکن میں اپنے آباء واعمام کے ذریعہ تم پر فخر کرتا ہوں۔

اس کے جواب میں عامر نے غصہ میں کہا: تیرے آباء میرے اعمام (چچا) ہیں، میں ان کے متعلق تم پر فخر نہیں کررہا ہوں، میں اس پر فخر کررہا ہوں کہ میں تجھ سے بہتر ہوں۔

قحط سالی کے زمانہ میں لوگوں کو تم سے زیادہ کھانا کھلاتا ہوں۔

علقمہ نے تھوڑی سی بددلی کے ساتھ جواب دیا: میں اس پر فخر کر رہا ہوں کہ میں تم سے بہتر ہوں۔

میں تجھ سے زیادہ نیک کاموں میں حصہ لیتا ہوں آج سے ہم نے لوگوں کے حالات کا جائزہ لینا شروع کر دیا ہے۔

عامر کی ماں کبشہ بنت عروۃ الرحال ان دونوں کی گفتگو کو نہایت توجہ سے سن رہی تھی، وہ نکلی جب کہ ان دونوں کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا ان کی باتیں سن رہے تھے۔

عامر کی ماں نے کہا: اے عامر اس پر فخر کرو کہ تم میں سے کون نیک کاموں میں زیادہ حصہ لیتا ہے۔

عامر نے جواباً کہا: خدا کی قسم میں قوم کے دفاع میں تم سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہوں۔

میں تم سے زیادہ قتل کرنے والا ہوں لوہے میں جکڑے ہوئے جنگجوؤں کو۔

غلام اور لونڈی کے ساتھ تم سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔

علقمہ نے اس کی عزت پر حملہ کرتے ہوئے ایک بار پھر کہا: خدا کی قسم میں ایک نیک آدمی ہوں اور تم ایک فاسق وفاجر آدمی ہو۔

میں وعدہ وفا کرتا ہوں جبکہ تم خائن ہو۔

پھر تم مجھ پر کس چیز میں اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہو؟

عامر نے غصہ سے بپھر کر جواب دیا: خدا کی قسم غریب وفقیر لوگ میرے یہاں تم سے زیادہ ٹھہرتے ہیں، اور میں تم سے زیادہ کم عمر اونٹنیوں کو ذبح کرتا ہو۔

میں بدحال لوگوں کو تم سے زیادہ کھانا کھلاتا ہوں۔

میں سرحدوں کے دفاع میں نیزہ سے زیادہ حملہ کرتا ہوں۔

علقمہ نے اس کے فسق وفجور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر کہا: خدا کی قسم تو صاحب بصیرت کے لئے وبال، تیری ایسی بصارت بے کار، اور اپنے جادو کے ذریعہ اپنی پڑوسنوں پر زیادہ حملہ کرنے والا ہے۔

اس مفاخرت کے بعد یہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس معاملہ کا فیصلہ کسی عقلمند سے کرائیں گے اور جیتنے والے کو ہارنے والا سو اونٹ دے گا۔

عامر اور علقمہ منصف کی خدمت میں

عامر اور علقمہ اپنی اپنی قوم کے ساتھ قریش کے پاس فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے، زمانہ جاہلیت میں عرب قریش کے پاس اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے آتے تھے، یہ دونوں ابوسفیان بن حرب اور ابو جہل بن ہشام کے پاس حاضر ہوئے، لیکن ان دونوں نے ان کی اور ان کی قوم کی بد اعمالیوں کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا، اور ان کو ہرم بن سنان بن عمرو فزاری کے پاس جانے کا مشورہ دیا، یہ دونوں ہرم کے پاس آئے، ہرم بن سنان نے یہ سوچ کر کہ کہیں ان دو قبیلوں کے درمیان جنگ نہ چھڑ جائے صلح کرانے پر رضامندی ظاہر کی، انہیں جنگ کے آثار واضح طور پر نظر آرہے تھے۔

فریقین نے ہرم کے کہنے پر کچھ دن وہاں قیام کیا، اس دوران ہرم نے عامر بن طفیل کو رات کے وقت خفیہ طور پر بلوایا، علقمہ کو اس کی خبر نہ تھی، ہرم نے اس سے کہا: اے عامر! تمہارے متعلق میری رائے یہ ہے کہ تم ایک اچھے آدمی ہو، تمہارے اندر بہت سی بھلائیاں موجود ہیں، میں نے تمہیں یہاں کئی دنوں تک اس لئے روکے رکھا تاکہ تم اپنے حریف کو چھوڑ دو، کیا ایک ایسے شخص کے ساتھ مقابلہ فخر کرو گے جس کے آباء واجداد پر تم اور تمہاری قوم فخر کرتی ہے؟ مجھے بتاؤ کہ تم اس سے کس چیز میں بہتر ہو؟

عامر بن طفیل نے عاجزانہ انداز میں کہا: میں آپ کو اللہ اور صلح رحمی کی دہائی دیتا ہوں کہ آپ اس کو مجھ پر فوقیت نہ دیں، خدا کی قسم اگر آپ نے ایسا کیا تو میں اس کے بعد کبھی فلاح نہیں پاؤنگا، یہ میرے پیشانی کے بال ہیں ان کو پکڑ کر کھینچیں (یعنی میں آپ کا مطیع ہوں) میرے مال میں اپنا حکم چلائیں اگر آپ واقعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو میرے اور اس کے درمیان برابری کریں۔

ہرم نے کہا: اب تم چلے جاؤ میں غور کرتا ہوں۔

عامر وہاں سے اس حالت میں واپس ہوا کہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اسے علقمہ پر

فوقیت دی جائے گی۔

پھر ہرم نے علقمہ کو خفیہ طور پر بلوایا عامر کو اس کا علم نہیں تھا علقمہ رات کے اندھیرے میں آیا، ہرم نے اس سے کہا: خدا کی قسم تم میری نظر میں ایک اچھے انسان ہو، تم ایک سمجھ دار آدمی ہو، میں نے تمہیں اس لئے روکے رکھا ہے تاکہ تم اپنے حریف کو چھوڑ دو، کیا تم ایسے شخص سے مفاخرت کرنا چاہتے ہو جو نسب میں تمہارے چچا کا لڑکا ہے، اس کا باپ تمہارا باپ ہے، اس کے علاوہ وہ تمہاری قوم کے مالدار لوگوں میں سے ہے، دشمن کے ساتھ جنگ میں قابل تعریف ہے پھر تم کس چیز میں اس سے بہتر ہو؟

علقمہ نے کہا: جب کہ وہ تھوڑا بہت شرمندہ تھا، میں آپ کو اللہ کی اور صلہ رحمی کی قسم دیتا ہوں آپ عامر کو مجھ پر فوقیت نہ دیں، میرے پیشانی کے بال سے کھینچئے، میرے مال میں اپنا حکم چلائیں، اگر آپ واقعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو میرے اور اس کے درمیان برابری کا معاملہ کریں۔

ہرم نے ان دونوں کی توثیق حاصل کرنے کے بعد کہا: اے علقمہ اب چلے جاؤ میں اس سلسلہ میں غور کرونگا۔

اس کے بعد ہرم نے اپنی اولاد اور پوتوں کو بلایا، ان سے کہا: میں کل ان دو آدمیوں کے مابین ایک تقریر کرونگا، جب میں تقریر شروع کروں تو تم میں سے کچھ لوگ دس اونٹ علقمہ کی طرف سے ذبح کریں اور کچھ لوگ دس اونٹ عامر کی طرف سے ذبح کریں، پھر لوگوں میں گوشت تقسیم کرو، ان کو اکھٹے نہ ہونے دو، ہرم بن سنان کی یہ ہدایت سن کر اس کی اولاد اور پوتے رات کے اندھیرے میں لوٹ گئے۔

صبح ہوئی تو ہرم بن سنان فیصلہ کرنے کے لئے اپنی نشست پر بیٹھ گیا، لوگ آنا شروع ہو گئے، علقمہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اور عامر اپنے آدمیوں کے ساتھ آیا، جب ہر شخص اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو ہرم نے اپنی نشست پر کھڑے ہو کر کہا: اے جعفر کی اولاد! تم دونوں میرے پاس فیصلہ کرانے آئے ہو، تم اونٹ کے دو گٹوں کی طرح ہو ایک ساتھ دونوں زمین پر گرتے ہو، تم میں سے ہر شخص کے پاس کچھ کچھ خوبیاں ہیں جو دوسرے میں نہیں ہیں، اور تم دونوں معزز سردار ہو۔

ہرم کی اولاد اور اس کے پوتے کھڑے ہو گئے اونٹوں کا رخ کیا، انہیں جہاں ذبح

کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہیں ذبح کیے، دس علقمہ کی طرف سے دس عامر کی طرف سے اور لوگوں میں گوشت تقسیم کر دیے، ہرم نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس سے ان میں دشمنی بڑھے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے جو ہو سکتا ہے قیامت تک جاری رہے۔

ہرم کی حکمت، حسن قضاء، وسعت نظری، اور دور اندیشی کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہوتا ہے جو اس کے اور امیر مؤمنین حضرت عمرؓ کے درمیان ہوا تھا، حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہرم بقید حیات تھا، جبکہ اس مفاخرت کے واقعہ کو پیش آئے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا، عرب زمانہ جاہلیت کو چھوڑ کر زمانہ اسلام میں آگئے تھے، حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: اے ہرم! اگر تم فوقیت دینا چاہتے تو ان دونوں میں سے کس کو فوقیت دیتے؟

ہرم نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین اگر میں وہ بتادوں تو دوبارہ وہی حالات پیش آجائیں گے جو اس وقت تھے اور اس جنگ کا شعلہ مقام ہجر تک پھیل جائیگا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم بہترین راز دار ہو، معاملات سلجھانے والے ہو، تم جیسوں کو قبیلہ کا سردار بنایا جانا چاہئے، اور تم جیسوں کو قوم اپنی حکومت سپرد کرے۔ (مختار الاغانی ۵/۲۴۶)

اس جیسے مفاخرات سے عامر بن طفیل کے نفس کی اصلاح کیسے ہو سکتی تھی جبکہ اس میں عناد، خیانت اور غداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ قبائلی تعصب کو اسلام پر ترجیح دی، شیطان کے دھوکہ اور فریب میں آگیا، شیطان نے اسے سرداری کا خواب دکھلایا اسے یہ بات پسند نہیں تھی کہ کسی قریشی جوان کے پیچھے پیچھے چلتا (جیسا کہ اس کا گمان تھا) بڑا بدبخت تھا، اس نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا، وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرضی عزت شرافت، شہسواری اور سرداری کو چھوڑے، کفر مبین پر قائم رہ کر اس نے خوب اپنی کبر و بڑائی کا اظہار کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ مَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَلَه قَرِيْنٌ﴾ سورہ زخرف آیت ۳۶۔

بحیثیت مشرکین کا سفیر خصومت

جب اسلام کا نور اطراف عالم میں پھیلنے لگا تو عامر بن طفیل نے اسکے ساتھ عناد و خصومت کا راستہ اختیار کیا، مشرکین کا آلہ کار تھا، اللہ کے رسول سے جھگڑتا تھا، مشرکین اسے آنحضرت ﷺ کے پاس جھگڑنے کے لئے بھیجتے تھے، مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین نے عامر بن طفیل کو اللہ کے رسول کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا، انہوں نے اس سے کہا:

تم محمد ﷺ سے کہو: آپ ﷺ نے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کیا، اپنے آباء واجداد کے دین کی مخالفت کی، اگر آپؐ غریب ہیں تو ہم آپ کو امیر بنادیں گے، اور اگر آپؐ پاگل ہیں تو آپ کا علاج کرائیں گے، اور اگر آپ کو کسی عورت سے محبت ہے تو ہم آپ کی شادی اس سے کرادیں گے؟

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: نہ میں غریب ہوں نہ پاگل ہوں، اور نہ مجھے کسی عورت سے محبت ہے، مجھے تمہاری طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، میں تمہیں اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم بتوں کی عبادت چھوڑ دو اور اللہ کی عبادت کرو۔

مشرکین نے اسے دوبارہ آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا:

محمد ﷺ سے کہو: تم ہمیں یہ بتاؤ کہ تمہارے خدا کی جنس کیا ہے؟ سونے کے بنے ہوئے ہیں یا چاندی کے؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اَللّٰهُ الْصَمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾ سورہ اخلاص۔

یعنی: اے محمدؐ آپ ان کو بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں بے نیاز ہیں، ان سے کوئی پیدا نہیں ہوا، اور نہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوئے، اور نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی برابر ہے۔

مشرکین نے اسے پھر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا:

محمد سے کہو: ہمارے پاس تین سو ساٹھ بت ہیں یہ سب ہماری ضرورتیں پوری نہیں کرتے ہیں تو ایک خدا کیسے تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو پوری کرے گا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ صافات نازل فرمائی: ﴿وَالصَّافَّاتِ صَفًّا، فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا، فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا، إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ سورہ صافات

آیت نمبر ا۔

یعنی: تمام ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے تمہارا صرف خدا ایک ہے۔

مشرکین نے پھر اسے بھیجا اور اس سے کہا:

محمد سے کہو: تمہارے رب کا کام کیا ہے؟

اللہ تعالی نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ﴾ سورہ یونس آیت نمبر ۳۔

یعنی۔ تمہارا پروردگار وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا۔

ان الٹے سیدھے سوالات سے عامر بن طفیل کی مکار و خبیث ذہنیت کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے، مشرکین کے ساتھ مل کر مختلف انداز سے آنحضرت ﷺ کے خلاف چال چلتا تھا، اس کی ہر ایک حرکت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ روئے زمین کا بہت بڑا متکبر ہے، اس کے مکر و فریب کا الٹا اثر اس پر ہوا، اور عام طور پر اللہ تعالی کی سنت یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر ان کے مکر و فریب کا الٹا اثر ہوتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الأَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّءِ وَلاَيَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلاَّ بِأَهْلِهِ﴾ سورہ فاطر آیت ۴۳۔

یعنی: زمین پر تکبر کرتے ہوئے اور برا مکر کرتے ہوئے، برا مکر نقصان نہیں پہنچاتا مگر اس کے کرنے والے کو۔

عامر بن طفیل کی غداری و بد عملی

غزوہ احد کے صرف چار مہینوں کے بعد مسلمانوں کو ایک سخت ترین سانحہ پیش آیا، جسے بئر معونہ کے حادثہ سے تعبیر کیا جاتا ہے نیز اسے سریۃ القراء بھی کہا جاتا ہے اس سانحہ میں ستر نیک بہترین صحابہ کرام کو شہید کر دیا گیا۔

غزوہ احد کے بعد یہ حادثہ مسلمانوں کے لئے نہایت غمناک اور المناک تھا، آنحضرت ﷺ کو اس سانحہ سے دلی صدمہ پہنچا، شہداء پر آپؐ بہت غمزدہ ہوئے، آپؐ نے ان صحابہ کرام کے قاتلوں کے لئے قنوت نازلہ پڑھ کر بد دعا فرمائی جنہوں نے غداری اور خباثت سے یہ کام کیا تھا۔

اس سانحہ کا سب سے بڑا مجرم، دشمن خدا، مغرور و متکبر عامر بن طفیل تھا، اس

نے غداری اور دھوکہ بازی سے ان صحابہ کرام کو قتل کیا تھا، ان صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے، عامر بن طفیل کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ضمری ہیں، ایک اور صحابی بھی زخمی حالت میں جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے، جن کا نام کعب بن زید انصاری تھا، اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے اور پھر شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔

ان صحابہ کرام کی شہادت کی اطلاع جب آپ ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ بہت غمزدہ ہوئے، کیونکہ یہ صحابہ اسلامی معاشرے کے آفتاب وماہتاب تھے تقوی، طہارت پاکدامنی، نیک سیرت کی وجہ سے ان کو قاری صاحبان کہا جاتا تھا۔

ذیل میں ہم اس سانحہ کا تذکرہ کر رہے ہیں عامر بن طفیل کی غدر و خیانت کی کہانی پڑھیے جو ظہور اسلام کے باوجود جاہلیت کے اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔

سانحہ بئر معونہ

سانحہ بئر معونہ کے بارے میں بکثرت روایات موجود ہیں ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو براء عامر بن مالک جو نیزہ باز کے لقب سے معروف تھا (عامر بن طفیل کا چچا) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا، آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے اسلام قبول نہیں کیا، اور نہ اسے بعید قرار دیا، بلکہ اس نے کہا:

یارسول اللہ اگر آپ اپنے صحابہ کو نجد والوں کی طرف بھیجیں آپ کے دین کی طرف دعوت دینے کے لئے تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعوت قبول کرلیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے صحابہ کے بارے میں اہل نجد سے خطرہ ہے۔

اس پر ابو براء نے کہا: میں ان کی حفاظت کرونگا آپ ان کو وہاں بھیجیں وہ لوگوں کو آپ کے دین کی طرف دعوت دیں گے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کے ساتھ چالیس صحابہ کرام کو روانہ فرمادیا، صحیح بخاری اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ستر افراد کو بھیجا، منذر بن عمرو انصاری خزرجی کو انکا امیر بنادیا، ان کا لقب (المعنق لیموت) ہے یہ صحابہ کرام نہایت بلند پایہ

کے اصحاب علم وفضل تھے۔

یہ قافلہ اپنے قائد حضرت منذر بن عمروؓ کی قیادت میں روانہ ہوا، جب مکہ اور عسفان کے درمیان قبیلہ ہذیل کے علاقوں میں پہنچا تو وہاں ایک پانی والے مقام پر پڑاؤ ڈالا جس کا نام (بئر معونہ) تھا یہاں سے انہوں نے ایک صحابی حرام بن ملحانؓ (حضرت انس بن مالک کے ماموں اور ان کی والدہ ام سلیم بنت ملحان انصاری کے بھائی) کو آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک دے کر دشمن خدا، فاسق و فاجر و غدار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا اس بدبخت کمینہ نے آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کی طرف نہیں دیکھا، بلکہ رسول خدا کے قاصد اور اسکے لئے پیغام اسلام لانے والے پر دھوکہ بازی و مکاری سے حملہ کر کے قتل کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا، جس نے سنگین لے کر پشت سے حملہ کر دیا جو آرپار ہو گیا، اس وقت حضرت حرام بن ملحان نے اللہ اکبر کہکر فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

پھر دشمن خدا اور دشمن رسول عامر بن طفیل نے اپنی قوم بنو عامر کو آواز دی کہ چلو محمد کے لوگوں پر حملہ کرتے ہیں انہوں نے اس کی بات نہیں مانی، بلکہ اسے سخت جواب دیا کہ ہم ابو براء کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان اور ضمانت کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

جب یہ ملعون اپنی برادری سے مایوس ہوا تو قبیلہ بنی سلیم کی شاخ رعل، ذکوان اور عصیہ کے پاس آیا، ان سے کہا کہ محمد ﷺ کے آدمیوں کی طرف نکلو، انہوں نے اس کی شقیانہ دعوت پر لبیک کہا، وہاں پہنچ کر انہوں نے نہایت مکاری، غداری خیانت اور فسق و فجور کے ساتھ ان کا محاصرہ کیا، تلواریں نکال کر حملہ کر دیا اور تمام صحابہ کرام کو شہید کر دیا، سوائے ایک صحابی کے جن کا نام کعب بن زید نجاری بدری تھا وہ شدید زخمی ہوئے، کفار نے مردہ سمجھ کر مقتولین میں ان کو چھوڑ دیا، زندگی کی رمق باقی تھی، اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے پھر غزوہ خندق میں شہید ہوئے، ایک دوسرے صحابی عمرو بن امیہ ضمری کسی کام سے منذر بن محمد بن عقبہ کے ساتھ گئے ہوئے تھے، جب واپس لوٹے تو دیکھا کہ وہاں مردار خور پرندے اڑ رہے ہیں، انہوں نے کہا: خدا کی قسم ان پرندوں کے اڑنے کی کوئی وجہ ہے۔

یہ دونوں اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ کرام خون میں لت پت ہیں، اور کفار کا لشکر جس نے ان کو شہید کیا تھا وہاں پر موجود ہے، ان دونوں صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے اپنے موقف کے سلسلہ میں مشورہ کیا، حضرت عمرو بن امیہ ضمری کی رائے یہ تھی کہ دونوں وہاں سے چلے جائیں اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع کر دیں، لیکن حضرت منذر نے اسے نہیں مانا، انہوں نے کہا:

مجھے اپنی جان بچا کر اس جگہ سے جانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے جس میں امیر قافلہ منذر بن عمرو شہید ہو گیا ہو، پھر مشرکین کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے، ان کی روح خوش و مسرور ہو کر اپنے پروردگار کے یہاں پرواز کر گئی تاکہ اس جنت میں داخل ہو جائے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ کیا ہے، جبکہ عمرو بن امیہ کو گرفتار کر لیا گیا، عامر بن طفیل نے کہا کہ تم اپنا نسب بیان کرو انہوں نے بتایا کہ میرا تعلق قبیلہ مضر سے ہے، عامر نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کے پیشانی کے بال کاٹ دیا اور یہ کہکر ان کو آزاد کر دیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا تھا۔

مجھے اسی کا خدشہ تھا

حضرت عمرو بن امیہ ضمری اس اندوھناک سانحہ کی خبر لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس میں عامر بن طفیل نے خیانت، غداری، عیاری اور مکاری سے ستر صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا۔

جب حضرت عمروؓ مدینہ کی طرف واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں ایک چشمہ جس کا نام (قرقرۃ الکدر) تھا کہ پاس ایک درخت کے سایہ تلے کچھ دیر آرام کے لئے بیٹھ گئے، اتنی دیر میں قبیلہ بنی عامر (عامر بن طفیل کا قبیلہ) کے دو آدمیوں نے بھی وہاں پڑاؤ ڈالا، اور پھر سو گئے، حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے ان دونوں کو قتل کر دیا، ان کا گمان یہ تھا کہ اس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کا تھوڑا بہت بدلہ لے لیا ہے جب کہ ان دونوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان تھا، لیکن حضرت عمرو کو اس کا احساس نہیں ہوا، جب حضرت عمروؓ مدینہ آئے تو آپ ﷺ کو ڈرتے اور خوفزدہ ہوتے ہوئے اس واقعہ کی اطلاع بھی دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے مدینہ واپس آتے ہوئے موقعہ پا کر ان دو عامریوں کو اس نیت سے قتل کردیا ہے کہ شاید اس سے ان مظلوم صحابہ کرام کے قتل کا کچھ نہ کچھ انتقام ہو ہی جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے دو آدمیوں کو قتل کردیا ہے میں تمہاری طرف سے ان کی دیت ادا کرونگا۔

اس سانحہ پر آپ ﷺ بہت افسردہ ہوئے، آپ ﷺ کو اتنی بڑی تعداد میں قاری صحابہ کے قتل پر بڑا غم ہوا، آپ ﷺ افسوس کیا کرتے تھے اور کہتے تھے (یہ ابوبراء کا کام ہے مجھے اسی کا خدشہ تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ ان صحابہ کو بھیجوں)۔

ابوبراء نے جب آنحضرت ﷺ کا یہ قول سنا تو غم کے مارے اس کی جان نکل گئی وہ مر گیا، اسے اپنے بھتیجے کے فعل پر بڑا دکھ ہوا تھا، عامر بن طفیل نے اپنے چچا کے عہد و پیمان کو قابل اعتناء نہیں سمجھا تھا، اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیے گئے وعدے اور ضمانت کا پاس نہیں کیا تھا، جس کی وجہ سے دیگر قبائل میں ان کا وقار مجروح ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ پر اس سانحہ کا بڑا اثر ہوا، آپ ﷺ نے قنوت نازلہ پڑھ کر ان فاجر و فاسق و خائن کفار کے حق میں بددعا کی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کر قبیلہ رعل، ذکوان، عصیہ اور لحیان کے لئے بددعا کی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تیس دنوں تک فجر کی نماز میں رعل، ذکوان، بنی لحیان اور عصیہ کے لئے بددعا کی۔

کیا میرے والد سے اس دھبہ کو دھوڈالے گا

عرب شعراء نے غدر وخیانت کے اس سانحہ کو اپنی کتابوں اور دیوانوں میں درج کیا، اور راویوں نے سینہ بسینہ اس کی روایت کی، حضرت حسان بن ثابت ؓ نے ربیعہ بن عامر (سنگین باز) کو مخاطب کر کے عامر بن طفیل کی بدعہدی وغدر وخیانت کے خلاف اکساتے ہوئے کہا:

ہے کوئی ربیعہ کو میرا پیغام پہنچانے والا کہ تم نے میرے بعد کم سنوں کے ساتھ کیا کیا؟

تیرا والد بڑا کام کا آدمی تھا اور تیرا ماموں حکم بن سعد ایک معزز شخص تھا۔

مادر مردان کے بیٹوں کیا اس نے تمہارا کوئی خیال نہیں کیا، جبکہ تم اہل نجد کے شیر ہو۔

عامر نے ابو براء کو رسوا کر دیا اس کے عہد کو توڑ کر، خطا عمد کی طرح نہیں ہوتی۔

کعب بن مالک نے عامر بن طفیل کی ان ذلت آمیز حرکتوں کا ذکر اپنے اشعار میں کیا ہے، چنانچہ عامر کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے:

ہر انسان کے چہرہ سے شعلے نمودار ہوئے ابو براء کے عہد کی خلاف ورزی پر۔

اے بداعمال عامر تم نے عقل مندی یا رفعتوں کو کیوں حاصل نہیں کیا۔

کیا تم نے نبی کے ساتھ بد عہدی کی، تو بداعمالیوں میں سبقت لے گیا کھلے میدان میں بھاگتا ہوا۔

تمہاری رسوائی ایک پرانا مرض ہے جان لو غداری کا علاج بڑا خطرناک ہے۔

ربیعہ بن ابی براء تک جب یہ اشعار پہنچے تو اس پر یہ اشعار نیزے کی ضرب، تلوار سے گردن مارنے، سنگینوں سے سینہ چھلنی کرنے سے زیادہ گراں گزرے، وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! اگر میں تلوار کی ضرب لگا کر، یا سنگین کے وار سے عامر بن طفیل کو قتل کر دوں تو میرے والد پر سے عار دھل جائے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

ربیعہ بن ابو براء وہاں سے واپس لوٹا اور عامر بن طفیل کو تلوار کی ضرب لگائی، لیکن اتفاق سے یہ فیصلہ کن وار نہ تھا، عامر کی برادری والوں نے ربیعہ کو پکڑ لیا، اور عامر سے کہا اس سے انتقام لو۔

عامر نے جواب دیا: میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عامر نے کہا:

اگر میں اس حملہ کے نتیجے میں مر جاؤں تو میرے خون کا انتقام لینا میرے چچا کے

ذمہ ہے مگر وہ انتقام نہیں لے گا، اور اگر میں زندہ بچ گیا تو مستقبل میں اس کے اقدام کے جواب کے بارے میں سوچوں گا، اس کے بعد عامر اس زخم سے صحت مند ہو گیا اور اپنے چچازاد بھائی کو معاف کر دیا، لیکن اس کا دل اب بھی مسلمانوں کے خلاف کینہ، بغض اور حسد سے بھرا ہوا تھا۔

شہداء اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں

عہد نبوت کے اکثر شعراء نے سانحہ بئر معونہ کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا ہے، اس طرح ان حضرات کا ذکر خیر تا قیامت جاری رہے گا، اس سلسلہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے حسب ذیل مرثیہ کہا:

بئر معونہ کے غم میں آنسو جاری ہو جاؤ مت رکو۔

رسول اللہ کے قافلہ نے موت کا سامنا کیا، قضاء و قدر یہی تھا۔

ان کی موت واقع ہوئی ایک ایسی قوم کے ہاتھوں خیانت جن کا شیوہ ہے۔

اے افسوس منذرؓ پر جب وہ گیا اور نہایت صبر کے ساتھ موت کو گلے لگایا۔

اس دن مارا گیا ایک سفید صاحب مجد آل عمرو کے شخص کو۔

منذر بن عمروؓ کی بہن نے ایک موثر قصیدہ کے ذریعہ اپنے بھائی اور دیگر شہداء کے لئے غم کا اظہار کیا اس قصیدہ میں انہوں نے عامر بن طفیل کی خیانت و غداری کا ذکر کیا، اور اس کی فحش حرکات کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا:

اے آنکھوں کیا میں خوب آنسو بہا کر نہ روؤں منذرؓ کی موت پر۔

ایسے جوانوں کی موت پر آنسو بہاؤ جو صبر کرنے والے تھے بڑے اچھے حسب و نسب والے تھے۔

حجاز کے بھیڑیوں نے ان پر حملہ کیا جو بھثہ اور جعفر کی اولاد تھی۔

ان کی قیادت بد بخت عامر کر رہا تھا جو بڑا اسفاک، غدار اور فحش حرکات کرنے والا ہے۔

اگر قوم خبیث کانے کی گروہ کے لئے کچھ تیاری کرتی۔

تو جنگ کے دوران ان خبیثوں کو معلوم ہوتا کہ یہ شیر ہیں، جبکہ قوم اب تک ان سے متنفر تھی۔

کیا میں اس جوان کی اتباع کروں؟

جب مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی قیادت میں تمام عرب قبائل کو مغلوب کرلیا، تو لوگ جان گئے کہ اب سوائے آپ ﷺ کی اتباع کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ مسلسل فتح و کامیابی سے ہمکنار ہو رہے ہیں، چنانچہ لوگوں نے اسی کو غنیمت سمجھا کہ فوج در فوج اللہ تعالی کے دین میں داخل ہو جائیں، لوگوں کے قافلے تمام اطراف جزیرہ سے آنا شروع ہو گئے، نہ کسی دن کی پرواہ، نہ وقت کی، سب امن وامان کے لئے آتے اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے۔

سنہ ۹ ہجری کو عام الوفود کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال بے تحاشہ وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی، مسلمان ہوئے اور امن و امان سے مستفید ہوئے۔

ان وفود میں بنی عامر کا وفد بھی آیا، ان میں اس قوم کے مجرمین و شیاطین عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی بھی تھے، عامر بن طفیل اور اربد بن قیس اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت عداوت و بغض رکھتے تھے، خصوصاً جب اکثر قبائل مسلمان ہوگئے اور رسول ہدیٰ کی اتباع کی، ان دونوں نے ایک سازش تیار کی، اور ارادہ کیا کہ رسول خدا کو قتل کردیں، ان کے ساتھ غداری و خیانت کریں، یہ دونوں اپنی قوم کے ساتھ اسی مقصد سے آئے تھے ارشاد باری تعالی ہے **﴿و مکروا مکرا و مکرنا مکرا وھم لایشعرون﴾** سورہ نمل آیت ۵۔

یعنی۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی مکر کیا مگر اس کا علم ان کو نہیں ہے۔

اس کی قوم نے اس سے کہا: اے عامر! لوگ مسلمان ہو رہے ہیں تم بھی مسلمان ہو جاؤ، فسق و فجور، غرور، بدبختی، خباثت، اور کفر کی وجہ سے وہ اس ایمان و ہدایت میں داخل ہونے پر تیار نہیں ہوا جس میں عام لوگ داخل ہو رہے تھے، اس فاجر و فاسق نے بہت بڑی قسم کھا کر کہا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مرونگا جب تک عرب قوم میری اتباع نہ کرے، کیا میں قریش کے اس جوان کی اتباع کروں؟

دیکھئے اس کم بخت نے یہ کہکر ابلیس کا وہ جملہ یاد دلایا ہے جس میں اس نے اپنے

آپ کو بڑا جانتے ہوئے، اتراتے ہوئے، اور سجدہ آدم کا حکم عدولی کرتے ہوئے کہا تھا: میں اس سے بہتر ہوں۔

تکبر و بڑائی کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ کچھ نہیں بلکہ الٹا اس کے لئے وبال بن جاتا ہے اور بربادی کا ذریعہ بنتا ہے، اگر عامر بن طفیل اس امت کے فرعون ابو جہل اور دیگر سرداران قریش جیسے امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ کی ہلاکت اور ان کے انجام کے بارے میں غور و فکر کرتا تو اس کے لئے ان میں طغیان و سرکشی سے اجتناب کرنے کے لئے سامان عبرت موجود تھا، اور دین خداوندی میں داخل ہونے کا سبب اور ذریعہ بنتا، ان بدبختوں کے حالات اس کی آنکھوں کے سامنے ہیں، غزوہ بدر اور احد میں ہلاک ہونے والوں کی خبروں سے پوری دنیا واقف ہے، یقیناً عامر کو بھی ان کی خبر پہنچی ہوگی، مگر کیا اس نے ان سے نصیحت و عبرت حاصل کی؟

اگر میں مسلمان ہو گیا تو مجھے آپ ﷺ کیا بنائیں گے؟

تفسیر سیرت تاریخ حدیث و طبقات وغیرہ کی کتابوں میں مذکور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آئے، ایک صحابی نے کہا: یارسول اللہ! یہ عامر بن طفیل آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو، اگر اللہ تعالی کو اس کی بھلائی منظور ہوئی تو اسے ہدایت دے دیگا۔

عامر اور اربد آکر آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ گئے، عامر بن طفیل نے نہایت سخت لہجہ میں اپنے آپ کو بڑا بلند مرتبہ والا سمجھتے ہوئے تکبر کے ساتھ کہا: اے محمد اگر میں مسلمان ہو گیا تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ بالکل ان لوگوں کی طرح سودے بازی کر رہا تھا جن کے دلوں میں اسلام کا نور نہیں پہنچا ہو، اس نے اسلام قبول کرنے میں بھی کسی فائدہ کے بغیر آمادگی کا اظہار نہ کیا جو گویا اس کے اسلام کا نعم البدل ہو۔

آنحضرت ﷺ نے اس سے کہا: تمہیں وہی ملے گا جو عام مسلمانوں کو حاصل ہے اور تم بھی ان چیزوں کے مکلف ہو گے جن کے عام مسلمان مکلف ہیں۔

عامر بن طفیل کو یہ اچھا نہیں لگا، اس نے ایک دوسری کوشش کی تاکہ سرداری، حاکمیت اور سلطنت وغیرہ مل جائے، اس نے کہا: اے محمد! کیا آپ کی وفات کے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنائیں گے اگر میں مسلمان ہو گیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ میرے اختیار میں نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے گا خلافت عطا فرمادیگا۔

عامر نے کہا: کیا آپ مجھے دیہاتوں کے حاکم بنائیں گے اور آپ شہروں کے حاکم رہیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

عامر نے کہا: پھر آپ مجھے کیا دیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے ہاتھ میں گھوڑے کا لگام دونگا تم ان پر بیٹھ کر اللہ کے راستہ میں جہاد کروگے۔

عامر نے نہایت غرور اور گھمنڈ سے کہا: کیا گھوڑے کا لگام اس وقت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر بن طفیل نے آنحضرت ﷺ کو تین چیزوں کا اختیار دیا، اس نے کہا: میں آپ کو تین چیزوں کا اختیار دیتا ہوں۔

شہروں پر آپ کی حکومت ہو دیہاتوں پر میری؟

یا میں آپ کا خلیفہ بنوں؟

یا میں قبیلہ غطفان کے کئی ہزار جنگجوؤں کے ساتھ آپ کے خلاف جنگ کروں؟

اے اللہ عامر کی شر سے تو میری حفاظت فرما

خبیث ترین فاسق مشرک عامر بن طفیل نے اپنے جیسے فاسق وفاجر کافر ساتھی اربد بن قیس کے ساتھ مل کر خیانت کا منصوبہ بنایا، عامر نے اربد کو ہدایت کی تھی کہ جب ہم اس آدمی (محمدؐ) کے پاس آئینگے تو میں ان کو باتوں باتوں میں تم سے غافل کردونگا، جب مجھے ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھو تو تم وہاں سے اٹھ کر ان کے پیچھے چلے جانا اور پھر تلوار سے وار کر کے ان کو قتل کر دینا، محمدؐ کے قتل ہونے کے بعد

زیادہ سے زیادہ ان کی دیت (مالی تاوان) کا مطالبہ ہوگا، جو ہم ان کو ادا کر دینگے۔

ابلیس کو اس دن یقین آگیا تھا کہ یہ سازش کامیاب ہو کر رہے گی یہ ملعون بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا کیونکہ بزعم اسکے آج حتمی فیصلہ ہو جائے گا، عامر نے حسب منصوبہ حضور ﷺ سے مخاصمت شروع کردی، اربد نے سازش کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری قبول کی، وہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے سے گیا، عامر اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ اربد کچھ کریگا، عامر نے اس کی طرف اشارہ کرنا شروع کر دیا، لیکن اربد حرکت کرنے پر قادر نہ ہوا، تلوار تھامے ہوئے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا، جب عامر نے اربد کی حرکتیں دیکھی تو کہا: اے محمد آپ مجھ سے انفرادی طور پر بات کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم نہیں یہاں تک کہ تو ایک خدا پر ایمان لائے جو واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

جب عامر اور اربد نے دیکھا کہ وہ دونوں اپنے مذموم مقصد میں ناکام، ذلیل و رسوا ہوئے ہیں، اور یہ کہ ان دونوں نے ایک مکر کیا جب کہ اللہ تعالی خیر الماکرین ہیں، اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ان دونوں کے شر سے محفوظ فرمالیا۔ دشمن خدا عامر نے اپنی کانی آنکھوں سے اپنے فسق و فجور کے ساتھی اربد کو دیکھ کر کہ کس طرح وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہوا، اللہ کے رسول کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم میں آپ سے جنگ کرنے کے لئے جوانوں اور شہسواروں پر مشتمل ایک لشکر جرار لے کر آؤنگا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ننگے پشت گھوڑے اور امرد جوان لے کر آؤنگا اور ہر ایک کھجور کے درخت کے ساتھ ایک گھوڑا باندھونگا۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں آپ سے دو ہزار چتکبرے گھوڑوں کے ساتھ جنگ کرونگا۔

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: رب العزت تمہارا راستہ روکے گا اور اوس و خزرج بھی۔

عامر وہاں سے نہایت غرور و تکبر کے ساتھ چلا گیا، آنحضرت ﷺ نے اللہ سے مدد طلب کی، اور سوال کیا کہ اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے، آپ

ﷺ نے فرمایا: (اے اللہ عامر کی شر سے میری حفاظت فرما)۔

عامر کی بدترین موت

بدبخت عامر اور اربد آنحضرت ﷺ کے یہاں سے نکلے تو عامر نے اربد سے کہا: تو برباد ہو جائے، میں نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ خدا کی قسم روئے زمین پر تو واحد شخص تھا جس سے میری جان کو خطرہ لاحق تھا، بخدا آج کے بعد میں تیری پرواہ نہیں کرونگا۔

اربد نے کہا: تو برباد ہو جائے، جلد بازی نہ کر، پہلے میری بات سن جب میں نے تیری بات پر عمل کرنا چاہا تو محمد اور میرے درمیان تو آگیا، کیا میں تجھے تلوار کا وار کر کے قتل کر دیتا؟۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے اپنے اور ان کے درمیان ایک آہنی دیوار دیکھی۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب میں نے تلوار کے دستہ پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ خشک ہو گیا، اس کے بعد میں اپنے ہاتھ کو نہیں چلا سکا۔ اس موقعہ پر عامر بن طفیل نے یہ اشعار کہے:

رسول نے وہ چیز بھیجی جسے تو نے مشاہدہ کیا، گویا کہ وہ گھوڑوں کی بڑی جماعت پر حملہ کرنے والی ہے۔

تحقیق یہ گھوڑے ہمیں لے کر مدینہ آئے اور اپنی بو سے انصار کو قتل کیا۔

پھر یہ دونوں اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے، راستہ میں عامر پر طاعون کا حملہ ہوا، اونٹ کے جسم میں نکلنے والے پھوڑے کی طرح ایک پھوڑا اس کے جسم میں نظر آیا، بنی سلول کی ایک عورت کے مکان میں اس نے پناہ لی، وہاں اس کی بدترین موت واقع ہوئی، اس موقعہ پر اپنے موت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

کیا ایک پھوڑا وہ بھی اونٹنی کے جسم میں نکلنے والا، موت آرہی ہے تو ایک سلولی عورت کے مکان میں؟ میرا گھوڑا لاؤ۔

پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، نیزہ ہاتھ میں لیا، اور کہنے لگا، اے میری موت

میرے سامنے آ، پھر گھوڑے پر بھاگنے لگا، اور کہنے لگا، لات اور عزی کی قسم اگر میں نے محمد اور ان کے ساتھی (یعنی ملک الموت) کو دیکھ لیا تو ان دونوں کو نیزہ مار کر ختم کر دونگا۔

اللہ تعالی نے ایک فرشتہ کو بھیجدیا، انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا جس سے اس کی جان نکل گئی، گھوڑے کے اوپر سے مردہ ہو کر گر پڑا، اور اس طرح اللہ نے اپنے رسول کی دعا قبول فرمائی، موت کے وقت عامر کی عمر اسی سال سے اوپر تھی، آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے ستر سال پہلے پیدا ہوا تھا۔

اربد بن قیس کی موت بھی تقریبا ایسی ہی واقع ہوئی، کیونکہ عامر کے ساتھ یہ بھی اس قبیح عمل میں شریک تھا، بڑی سرعت کے ساتھ اللہ تعالی نے ان سے انتقام لیا، یہ جب بنی عامر کے علاقے میں پہنچا تو لوگوں نے اس سے کہا: تمہارے پیچھے کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: خدا کی قسم کچھ نہیں، انہوں (محمدؐ) نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کی دعوت دی تھی، میرا جی چاہ رہا تھا کہ اگر وہ (محمدؐ) میرے پاس ہوتا تو اس کو نیزہ مار مار قتل کر دیتا۔

اس کے ایک یا دو دن بعد اربد گھر سے نکلا اس کے ساتھ اس کا اونٹ بھی تھا جو اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، اللہ تعالی نے آسمان سے اس پر اور اس کے اونٹ پر ایک بجلی گرادی، جس سے وہ دونوں ہلاک ہو گئے، ظالموں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کے متعلق اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْاَرْحَامُ﴾ تا ﴿وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ سورہ رعد آیت ۸۔ تا۔ ۱۳۔

عامر بن طفیل کا کفر اس کے لئے وبال جان بنا، اس سے صرف اس کی ذات کو نقصان پہنچا، رب العالمین کا انکار کرنے کی وجہ سے اسے ہلاکت، بربادی اور ضیاع عمر کا سامنا کرنا پڑا، اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَايَزِيْدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ اِلَّامَقْتًا وَلَايَزِيْدُ الْكَافِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّاخَسَارًا﴾ سورہ سبا۔ آیت ۳۹۔

یعنی: جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اس پر پڑے گا، کافروں کو اپنے کفر کی

وجہ سے ان کے رب کے یہاں غصہ کا سامنا ہوگا، اور کافروں کو اپنے کفر کی وجہ سے نقصان ہی ہوگا۔

علامہ ابو حیانؒ اپنی بہترین تفسیر (البحر المحیط) میں لکھتے ہیں۔

مقت دراصل بغض اور حقارت کی سخت ترین قسم ہے، اور خسارہ عمر بھر کا خسارہ ہے گویا عمر انسان کا سرمایہ ہے جس نے اسے اللہ تعالی کی اطاعت کے علاوہ کہیں اور لگایا تو اس کا خسارہ ہوا، فائدہ کے بجائے اسے اللہ تعالی کا غیظ و غضب ملا، اس طرح کہ اسے دائمی عذاب میں داخل ہونا پڑے گا۔

جہنم کے عذاب میں وہ ہمیشہ رہیں گے

پوری تاریخ میں عامر بن طفیل وہ واحد شخص ہے جسے غرور و تکبر نے بدترین جرم کا ارتکاب کرنے پر آمادہ کیا، اسی نے غدر و خیانت سے حضرت حرام بن ملحان اور دیگر ستر صحابہ کو شہید کر دیا تھا، اس پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ تکبر و گھمنڈ میں اس نے اللہ اور اسکے رسول کے خلاف جنگ کی، اس کی عقل سلب ہوگئی اسے نور نبوت نظر نہیں آیا، اس نے چاہا کہ اس نور کو بجھادے، لیکن اس کے اندر اس کی استطاعت کہاں تھی، اپنے کیئے کے سبب ہلاک ہوگیا، ان لوگوں میں شامل ہوگیا جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی کا سودا کیا تھا، جس کی وجہ سے ان کا کاروبار نفع بخش نہ ہوا، ارشاد باری تعالی ہے ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ، لَايُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ، وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظَّالِمِيْنَ﴾ سورہ زخرف آیت ۷۴، ۷۶۔

یعنی: مجرمین جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے، عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ اپنے اوپر خود ظلم کیا کرتے تھے۔

عامر بن طفیل۔ اللہ تعالی اسے رسوا کرے۔ راسخ جرم کفار میں سے تھا، جیسا کہ ہم نے اس کے حالات کے مطالعہ سے معلوم کیا، علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: مجرمین سے مراد کفار ہیں کیونکہ ان کو مؤمنین کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

عامر بن طفیل جہنم کی بشارت کا مستحق اس لئے ٹھہرا کیونکہ وہ بڑا فاسق و فاجر تھا اور اس نے اللہ اور رسول کے احکامات کی مخالفت کی تھی۔

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

جان لو! اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وعید نبیؐ کے تمام احکامات کی خلاف ورزی پر نازل ہوئی ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ سورہ توبہ ۶۳۔

اس میں ہر وہ شخص مورد انتباہ ہے فتنہ اور وعید کا جو آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرے۔ (احکام القرآن۔ ابن حزم۔ ۲۸۶/۱)

عامر بن طفیل۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں میں سر فہرست تھا، اس دعوت حق کا منکر تھا جس پر اگر ایمان لے آتا جنت میں داخل ہو جاتا، حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

میری امت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا: یا رسول اللہ کون ہے انکار کرنے والا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری ۷۲۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عامر بن طفیل آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں میں سے تھا۔

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو چھوڑنے کو جائز سمجھا اور اس نے نافرمانی کی، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہے، حق سے بہت دور ہے اور جہنم میں داخل ہونے کا اہل ہے، اور حسب حکم خداوندی ورسول خدا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ سورہ جن آیت ۲۲۔

یعنی: جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہینگے۔

اس سے بڑھ کر نافرمانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کہے: ایسا کرو، اس کے جواب میں بندہ کہے: میں نہیں کرونگا، ہاں البتہ اگر میرا دل چاہے، میرے لئے جائز

ہے کہ آپ نے جو حکم دیا اس پر عمل نہ کروں۔

ہمیں عامر بن طفیل کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس نے کفر، نافرمانی اور فسق و فجور کو پسند کیا، وہ اطاعت خداوندی کا قائل نہ تھا، اور نہ اطاعت رسول کا قائل تھا، بلکہ اس کی نافرمانی نے اسے آنخضرت ﷺ کو قتل کی دھمکی دینے پر اکسایا، جبکہ اس سے پہلے وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا، اور آپ ﷺ سے غداری بھی کر چکا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اس کی سازش کا انکشاف ہوا تو آنخضرت ﷺ نے کئی دنوں تک اس کے لئے بددعا فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا (اے اللہ میری طرف سے آپ اس کو کافی ہو جائے جس طرح آپ چاہیں یا کسی مہلک مرض کے ذریعہ اس کو ہلاک کر دیں)۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: (پروردگار! بنی عامر کو ہدایت دے، اور عامر بن طفیل کو کہیں اور لگا دے جیسا آپ چاہیں جہاں آپ کی مرضی ہو)۔

عامر کی بہت بری موت واقع ہوئی، مسلمانوں کو اس کے کفر اور شر سے نجات حاصل ہوئی، بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا، جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے، رب العزت نے اسے سامان عبرت بنا دیا عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے کہ اس کا کتنا برا انجام ہوا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عقاب و عذاب کتنا سخت ہے۔

قرآن کریم کے اندر دلوں کی بیماریوں اور شکوک و شبہات کا علاج موجود ہے اور اس میں یہ فیصلہ کن فرمان بھی موجود ہے کہ جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَنَّ لَهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ سورہ توبہ آیت ۶۳۔

یعنی۔ کیا ان (کفار) کو معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار) ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہی درحقیقت بڑی رسوائی ہے۔

اسی طریقہ سے یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ کے حدود کی پرواہ نہ کرے اور رسول کی نافرمانی کرے تو وہ جہنم کی آگ میں جلے گا، ارشاد خداوندی ہے ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَ

رَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ سورہ نساء آیت ۱۴۔

یعنی۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کے حدود سے تجاوز کرے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائیں گے، اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے توہین آمیز عذاب (تیار) ہے۔

اس کے بعد فرمایا ﴿أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ سورہ زمر آیت ۶۰۔

یعنی۔ کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟ (بے شک ہے)۔

☆☆☆

اُمِ جمیل بنت حرب

☆ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ﴾۔

☆ بڑی خبیث اور زبان دراز تھی، آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں اپنے شوہر ابولہب کے ساتھ تعاون کرتی تھی۔

☆ آپ ﷺ کے دروازے پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتی تھی، آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے اسے وہاں سے ہٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے (اے بنی عبد مناف! پڑوسی کے ساتھ یہ کیسا برتاؤ کر رہے ہو؟)۔

اُمِ جمیل بنت حرب

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں

بعثت سے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کی طرز زندگی نہایت شریفانہ و کریمانہ تھی، آپ ﷺ نے کبھی بیہودہ یا فضول بات نہیں کی نہ قصداً نہ خطاءً، اللہ تعالی کی حفاظت و نگرانی میں پروان چڑھے، زمانہ جاہلیت کی برائیوں سے اللہ تعالی آپؐ کی حفاظت فرماتے تھے، کیونکہ مستقبل میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرنا اور آپ ﷺ کو پیغمبر بنانا مقصود تھا، اپنی برادری میں سب سے زیادہ باوقار سب سے زیادہ بااخلاق، برائی سے اور بد اخلاقی سے میلوں دور رہنے والے تھے، ان اچھی صفات کی بدولت امین (یعنی امانت دار) کے لقب سے آپ ﷺ کو شہرت حاصل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ صلہ رحمی کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، فقیروں سے بہت شفقت سے پیش آتے تھے، مہمانوں کو کھانا کھلاتے تھے، کمزور کی مدد فرماتے تھے، ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے ہر شخص آپ سے محبت کرتا تھا۔

مذکورہ اوصاف حمیدہ اور عنایت الٰہی کے ساتھ آپ ﷺ کی پرورش ہوئی، جب آپ کی عمر چالیس سال ہو گئی تو آپؐ پر وحی نازل فرمائی گئی اور حکم دیا گیا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو اسلام کی دعوت دیں، حکم خداوندی کی بجا آوری کے لئے آپ ﷺ کمر بستہ ہوئے، پیغام الٰہی کو لوگوں تک پہنچایا، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جمع کرنے کے بعد ان سے فرمایا: (تم لوگوں کو میں دو ایسے کلمات کی دعوت دیتا ہوں جو زبان پر نہایت ہلکے اور ترازو اعمال پر نہایت بھاری ہیں، ان میں سے ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور دوسرا کلمہ محمد رسول اللہ ہے) سیرت حلبیہ ۱/۲۶۰ و ۲۶۱۔

پھر آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ میری دعوت قبول کرو، اور اس دعوت کو

دوسروں تک پہنچانے میں میرا تعاون کرو۔

اس درخواست کے جواب میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے نرم بات کہی، دیگر رشتہ داروں نے بھی ایسا ہی کیا، لیکن آپ کے چچا ابو لہب غصہ کے مارے بے قابو ہو گیا، اور بلند آواز سے کہنے لگا: اسے روکو قبل اس کے کہ دوسرے یہ کام انجام دیں۔

ابو طالب نے ابو لہب سے کہا: خدا کی قسم ہم ان کی حفاظت کرینگے۔

ابو لہب بے عزت اور بے آبرو ہو کر اس مجلس سے چلا گیا، جاتے ہوئے مکہ کے تمام بتوں کی قسم کھا کر کہا کہ میں اپنا مال و دولت محمد کے خلاف لڑائی کرنے میں قربان کر دوں گا جس نے قریش کے مذہب کو تبدیل کرنے اور ان کو ظلمات سے نور کی طرف لانے کا ارادہ کیا ہے۔

ابو لہب اندھی عداوت میں بہت آگے نکل گیا، صلہ رحمی کا بھی خیال نہیں کیا، شیطان کے فسق و فجور اور نافرمانی کے احکامات پر دل و جان سے عمل کیا، اس سلسلہ میں اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی، اس کا نام ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس امویہ تھا، یہ خاتون بھی نہایت بے رحمی کے ساتھ آپ ﷺ کی مخالفت کرتی تھی، گویا یہ خبیث عورت خبیث مرد کی خباثت میں تعاون کرنے کا ایک عملی نمونہ تھی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ﴾ سورہ نور آیت ۲۶۔

یعنی۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔

یہ خبیث عورت ام جمیل اپنے شوہر کے کفر، عناد اور نافرمانی میں تعاون کرتی تھی، دعوت اسلامی کی سب سے زیادہ مخالفت کرتی تھی، موقعہ کی تلاش میں رہتی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے درمیان تفرقہ، دشمنی اور فساد کو عام کروں، ان برے اعمال کے سبب اس عورت اور اس کے شوہر کو دنیا ہی میں جہنم کی بشارت دیدی گئی، اور ان دونوں کے متعلق ایک مکمل سورت نازل کی گئی جس میں ان دونوں کو دنیا و آخرت کی بربادی و ہلاکت سے خبردار کیا گیا۔

ام جمیل کی ایذار سانی و تحریض

حقیقت میں یہ بری عورت مشرکین کی عورتوں میں رسول خدا سے سب سے زیادہ دشمنی وعداوت رکھتی تھی اس نے صرف حقائق کو مسخ کرنے اور فتنہ انگیزی پر اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ عملاً اس کے لئے جدوجہد بھی کرتی تھی اور ایذار سانی اور فساد برپا کرنے کی عادی بن چکی تھی، چنانچہ بعض دفعہ آپ ﷺ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیتی تھی اور کبھی کبھار نرینہ اولاد زندہ نہ بچنے کا طعنہ دیتی تھی، آنحضرت ﷺ ان ساری باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ ان سے اعراض فرماتے تھے۔

جب آپ ﷺ ام جمیل کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تو اس کو بڑا غصہ آتا تھا، اور ایذار سانی کے مختلف انداز و طریقے کے بارے میں غور کرتی تھی چنانچہ وہ رات کے وقت آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا کر چلی جاتی تھی، امام بیہقی نے (دلائل) میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے ﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

ام جمیل آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تھی تا کہ اس سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو تکلیف پہنچے، ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ کہا جاتا ہے نقالة الحدیث کو۔ دلائل نبوت ار ۱۸۳۔

بظاہر ام جمیل کی آپ ﷺ سے شدید عداوت رکھنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کی برادری بنی ہاشم اور ام جمیل کی برادری بنی امیہ کے درمیان قریش میں سیادت و قیادت کے سلسلہ میں چپقلش پائی جاتی تھے شاید یہی عداوت کا سبب ہو، یا یہ کہ رشتہ داروں کے مابین جو حسد و کینہ پایا جاتا ہے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا شاید یہ وجہ ہو، بہر حال جو بھی ہو یہ عورت بالکل زہریلے سانپ کی مانند تھی جو اپنے شوہر کی دل میں بغض و کراہت کا زہر پھیلاتی تھی جس نے اپنے بھتیجے سے علی الاعلان عداوت قائم کر رکھی تھی۔

ایسا لگتا ہے کہ ابولہب اپنی بیوی کے آگے بے بس تھا کیونکہ ام جمیل کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ بہت جری، بیہودہ اور زبان دراز خاتون تھی، اس کے ارد گرد کے لوگوں پر اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے اس دین جدید اور

رسول خدا کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے مجلس شوری منعقدہ کیا تو سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، اور ہم سب متفقہ طور پر لوگوں سے یہ کہیں گے کہ محمد جادوگر ہیں۔

مذکورہ فیصلہ صادر کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مرحلہ آیا، اندازہ یہ ہے کہ اس سے ام جمیل کو خوشی ہوئی ہوگی، اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اس فیصلہ پر عملدر آمد کرو، آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ موسم حج میں لوگوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بازار عکاظ اور بازار مجنہ اور بازار ذی المجاز میں بھی تشریف لے جاتے تھے، وہاں ان کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے، ابولہب اس وقت آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا، لوگوں سے کہتا تھا:

تم لوگ اس کی اتباع نہ کرو یہ جھوٹا صابی ہے (یعنی اپنے آباء وجداد کے دین کا باغی ہے)۔ (مسند امام احمد ۳/ ۴۹۲)

ام جمیل عداوت ودشمنی کے تمام حدود کو تجاوز کر گئی، اس کا مکان آپ ﷺ کے مکان سے متصل تھا، ام جمیل گندگی اور کوڑا کرکٹ اٹھا کر آپؐ کے دروازے پر ڈال دیتی تھی، آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو ہٹادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ (اے بنی عبد مناف پڑوسی کے ساتھ یہ کیسا برتاؤ کر رہے ہو؟) لہذا اگر اللہ تعالی نے اس عورت کو بھڑکنے والی آگ سے خبردار کیا ہے تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے نیز اسی طرح اس کے شوہر کو بھی ایسے ہی عذاب سے ڈرائے جانے میں کسی کو تأمل نہیں ہونا چاہیے۔

چغلخوری اور فتنہ وفساد پھیلانے والی

جیسا کہ اس سے پہلے گزر گیا کہ آپ ﷺ اپنے چچا اور اس کی اہلیہ ام جمیل کے پڑوسی تھے، اس پر مزید یہ کہ آپ ﷺ اور اسکے درمیان مصاہرت کا رشتہ بھی موجود تھا، ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کا نکاح آپ ﷺ کی صاحبزادی رقیہ اور ام کلثوم کے ساتھ کر دیا تھا، بعد میں ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں کو نکاح توڑنے کا حکم دیا جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرما یا، اس اقدام کا مقصد آنحضرت ﷺ کو پریشان کرنا اور آپ ﷺ سے حسد، عناد اور

کفر کرتا تھا۔

ابولہب سے دگنا حسد ام جمیل کے دل میں تھا، اس کا کام افراتفری اور فتنہ پردازی تھا، چغلخوری کرتی تھی تاکہ لوگ آپ ﷺ سے بدظن ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے اسے نہایت برے وصف سے متصف فرمایا، اسے ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ کا نام دیا گیا، یہ ایسی عورت کی صفت ہے جو چغلخوری کرتی ہو اور فتنہ کی آگ بھڑکاتی ہو، جس آگ کے ذریعہ لوگوں کی رشتہ داری، محبت اور صلہ رحمی کو خاکستر کر دیتی ہو، اس عمل بد کے نتیجہ میں ام جمیل اسفل السافلین میں شے ہو گئی، اسے لکڑی جمع کرنے والی عورت کے ساتھ تشبیہ دینے کا مقصد اس کی کمینگی کی طرف اشارہ کرنا ہے کیونکہ لکڑی جمع کرنے والی قدم قدم پر لکڑی تلاش کرتی ہے، اس کی گردن میں ایک رسی ہوتی ہے جس سے جمع شدہ لکڑیوں کو باندھتی ہے۔

میں شاعرہ ہوں

ام جمیل قریش کی ان شاعرات میں سے تھی جن کے بعض اشعار تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، اس کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

وہ قبیلہ کا سرمایہ افتخار ہے چاہیں قبیلہ والے شہر میں ہوں یا دیہات میں
وہ ان کا سردار ہے مصیبتوں کا وقت ہو یا سفر کے دوران ہو یا حالت اقامت ہو۔
تمام اچھی خصلتوں کا مالک ہے اور تمام انسانوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔
اس کا دستر خوان بڑا وسیع ہے، وہ نہایت شریف الطبع ہے، لوگوں کو خوشی خوشی بہت زیادہ مال دیدیتا ہے۔

ام جمیل کو اپنی فصاحت و بلاغت اور معانی کلام کے ادراک پر ناز تھا، اس کا زعم تھا کہ وہ اسرار بلاغت سے واقف ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ الخ، اور ام جمیل کو اس کا علم ہوا جس میں اس کا اور اس کے شوہر کا تذکرہ تھا، تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، آپ ﷺ اس وقت خانہ کعبہ کے پاس تشریف فرما تھے، آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ بھی موجود تھے، جبکہ ام جمیل کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا، وہ جیسے ہی آپ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی ایکدم نابینا ہو گئی، اسے حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کوئی نظر نہیں آرہا تھا اس

نے پوچھا:

اے ابو بکر تیرا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے، خدا کی قسم اگر وہ مجھے کہیں مل گیا تو میں اس کے منہ پر یہ پتھر ماروں گی، سنو! میں شاعرہ ہوں جیسا کہ اس نے میری ہجو کی میں بھی اس کی ہجو کروں گی، پھر اس نے یہ شعر کہا:

مذموم کی ہم نے نافرمانی کی اس کے حکم کا ہم نے انکار کیا
اس کے دین کو ہم نے تسلیم نہیں کیا

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: اے ام جمیل خدا قسم آپ ﷺ نے تمہاری نہ ہجو کی اور نہ تیرے شوہر کی، اور نہ آپ ﷺ شعر کہتے ہیں اور نہ بکواس کرتے ہیں۔

ام جمیل نے کہا تم سچ کہہ رہے ہو، خدا کی قسم تم جھوٹے نہیں ہو، لوگ تمہارے بارے میں یہی کہتے ہیں۔

پھر وہاں سے جاتی ہوئی اس نے کہا: قریش کو معلوم ہے کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں، اس کے جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اس نے آپ کو دیکھ لیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس نے مجھے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس کی بصارت چھین لی تھی) ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں (میرے اور اس کے درمیان جبریل حائل ہو گئے تھے)۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۳۵۵)

علامہ بوصیری نے ہمزیہ نبویہ کو اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

حمالۃ الحطب نے پتھر ہاتھ میں اٹھایا اور ورقاء کی طرح آگے بڑھی۔
وہ غصہ میں آئی کہنے لگی مجھ جیسی عورت کی ہجو کی جاتی ہے؟
وہ واپس چلی گئی اس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا، سورج کو اندھی آنکھ کیسے دیکھ سکتی ہے؟

کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا

حمالۃ الحطب (ام جمیل) اور بہت سے کفار قریش انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ ﷺ کو بجائے محمدؐ (یعنی قابل تعریف) کہنے کہ مذمم (یعنی قابل مذمت) کہا کرتے تھے، اور کسی برے موقعہ پر آپ ﷺ کا تذکرہ آتا تو کہتے: اللہ تعالیٰ

مذمم کے ساتھ اس طرح کرے۔

حمالۃ الحطب (ام جمیل یا ام قبیح) کہیں ٹھوکر کھا کر گر پڑتی تو کہتی: برا ہو مذمم کا، اور جب آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں سے پوچھتی تھی تو کہتی تھی: مذمم کہاں ہے؟

مذمم نہ آپ کا نام ہے اور نہ آپ ﷺ اس سے مشہور تھے، لہذا جو لوگ آپ ﷺ کو مذمم کہہ کر کچھ کہتے تھے تو وہ آپ ﷺ کو نہیں کہتے تھے کیونکہ آپ ﷺ تو محمدؐ ہیں اور کہنے والے نے مذمم کو کچھ کہا ہے محمد کو نہیں۔ ام جمیل۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے۔ کہتی تھی: ہم نے مذمم کی نافرمانی کی ہے، مذمم کا برا ہو، مذمم کے بچے مر جائیں، مذمم فقیر ہو جائے، میں نے مذمم کی ہجو کی وغیرہ وغیرہ، اس جیسی بہت سی باتیں کہتی تھی، اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(کیا تمہیں حیرت نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی لعنت و گالی گلوچ کو مجھ سے کس طرح پھیر دیا ہے، وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں، مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں جبکہ میں محمدؐ ہوں)۔ فتح الباری ۶/۶۴۱

یہ رب کائنات کا اپنے رسول کے ساتھ انتہائی لطف و مہربانی کا معاملہ تھا کہ لوگوں کی گالیاں آپ ﷺ تک پہنچ نہیں پاتی تھیں، جیسے کفار کی ایذاؤں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرماتے تھے آپ کے اور کفار کے درمیان حجاب ڈال دیتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِينَ لَايُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ سورہ اسراء آیت ۴۵۔

یعنی: جب آپؐ قرآن کریم تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ ﷺ کے اور ان لوگوں کے درمیان پردہ ڈالتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔

کیا اس کی بدخواہی بار آور ہوئی؟

حمالۃ الحطب آپ ﷺ کے اعمال و افعال کی نگرانی کرتی تھی، اس کا گمان تھا کہ وحی دراصل شیطانی وساوس ہیں اور آپ ﷺ کی باتیں دراصل شیطان کی طرف سے القاء کردہ ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جندب بن سفیانؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ بیمار ہوئے اور دو تین دن تک (عبادت کے لئے) نہیں اٹھ سکے، ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور پوچھا: اے محمد! تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے کیا؟ مجھے دو تین دنوں سے وہ تمہارے پاس نظر نہیں آرہا ہے، اس پر اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی: ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى﴾ فتح الباری ۵۸۰/۸۔

یعنی: قسم کھاتا ہوں دن چڑھے کی یعنی چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ پوری طرح چھا جائے کہ آپ ﷺ کے پروردگار نے نہ تو آپ ﷺ کو چھوڑا اور نہ وہ آپ ﷺ سے ناخوش ہوا۔

اس سورت میں رب کائنات نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ عورت ام جمیل بنت حرب ابولہب کی بیوی تھی، چونکہ وہ کافرہ تھی اس لئے شیطان کا لفظ کہا، مقصد شماتت تھا۔

اللہ تعالی نے ام جمیل کا منہ بند کر دیا، اسے رسوا کر دیا، اس کی مکاری وعیاری کا الٹا اثر اس پر ہوا، وہ اس طرح کے اللہ تعالی نے نزول وحی کا سلسلہ دوبارہ جاری فرمادیا اور حکم دیا کہ اپنے رب کے حکم کی تبلیغ واشاعت کریں۔

في جيدها حبل من مسد

ام جمیل کی عداوت کا سلسلہ اس دن سے شروع ہو گیا تھا جس دن ام القری (مکہ مکرمہ) کو اسلام نے اپنے نور سے منور کیا، اور جس دن سے صبح ہدایت طلوع ہوئی حق وہدایت کو ساتھ لے کر نبی آخر الزمان کی قیادت میں لوگوں کو عبادات واخلاقیات میں رہنمائی ملی اس دن سے ام جمیل نے اسلام مسلمانوں اور نبی اسلام سے دشمنی اور عداوت اختیار کر رکھی۔

ام جمیل اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں بھی اسلام دشمنی پر قائم رہی، اس کا خاتمہ اسی پر ہوا، اپنا نام شقیوں اور بدبختوں کے ساتھ درج کرایا، بڑی بدبخت تھی اسی لئے ملامت وتحقیر کے غرض سے اسے حمالۃ الحطب کا لقب دیا گیا۔

صاحب کشافؒ نے فرماتے ہیں: ام جمیل کو برا کہنے والے کو محبوب رکھنے والے سے وسیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ام جمیل نے عداوت رسول میں بے تحاشا گناہ جمع کیا، اور گناہ لکڑی کی مانند ہے جو اس آگ میں ڈال دیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں ام جمیل اور اس کے شوہر کو جہنم کی بشارت دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ سورہ مسد آیت ۳ تا ۵۔

یعنی: وہ عنقریب ایک شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، وہ بھی اور اسکی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھا کر لاتی ہے، اسکی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ ام جمیل کا حال بالکل ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ وہ دنیا میں تھی کہ کانٹے دار درختوں کی گٹھڑی کندھے پر اٹھا کر لاتی تھی، جہنم میں ایسی ہی گٹھڑی اٹھاتی پھرتی ہے، وہ شجرہ زقوم یا ضریع کے لکڑیوں کی ہوگی، اس کی گردن میں جہنمی زنجیروں کی بنی ہوئی رسی ہوگی، اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ مجرم کو ویسی سزا دیتے ہیں جس طرح کا جرم اس نے کیا، اور ام جمیل کا قیامت کے دن کوئی زیور نہیں ہوگا سوائے اس رسی کے جو اس کی گردن میں ڈلی ہوئی ہوگی، ایک زنجیر جو آگ کی بنی ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ استہزاء ہے اس بد بخت خاتون کا، کیونکہ اس آیت میں اسکی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ جس سے اس کی انتہائی خساست و دنائت کا علم ہوتا ہے، شعراء اور عقلمند لوگوں نے اس استہزاء کو اپنے اشعار میں استعمال کیا، چنانچہ مشہور شاعر احوص انصاری نے حمالۃ الحطب کے ایک پوتے کو اس لقب سے عار دلاتے ہوئے کہا:

رسی والی کیا ہے کہ سب لوگ اسے دیکھ رہے ہیں جہنم کے وسط میں، کسی سے مخفی نہیں ہے۔

لوگوں کی رسیاں تو بالوں کی بنی ہوئی ہیں، مگر کیا بات ہے کہ ام جمیل کی رسی جہنمیوں کی وسط میں آگ کی بنی ہوئی ہے۔

ان اشعار کا فضل نے یوں جواب دیا:

تیرا مقصد کیا ہے مجھے گالی دینے اور میرے نقائص تلاش کرنے سے۔
کیا تمہیں عار نہیں محسوس ہوتی حمالۃ الحطب سے۔
وہ نہایت روشن ہے عزت وشرافت میں بڑی بلند ہے، اس کا تعلق اعلی نسب کے شیخ سے ہے۔

اس شریر خاتون کی ہلاکت کی تفصیل ہمیں کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوئی، البتہ اتنا معلوم ہے کہ وہ آپ کو مسلسل ایذاء پہنچاتی رہتی تھی، آپ ﷺ کے راستہ میں لکڑیاں اور کانٹے بچھاتی تھی، ایک دن وہ گٹھڑی لے کر جارہی تھی، پھر آرام کی غرض سے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، ایک فرشتہ آیا اور پیچھے سے اس کو کھینچا جس سے اس کو پھانسی لگ گئی اور مر گئی، جان چلی گئی مگر اسلام اور بنی اسلام کے خلاف اس کا حسد اور کینہ ختم نہیں ہوا۔

یہ تھا حمالۃ الحطب ام جمیل کا عبرتناک انجام، حسد وکینہ نے اس کا کام تمام کیا، جہنمیوں میں سے ہوگئی، اپنے شوہر کے ساتھ آگ میں جلتی رہے گی۔
تیرا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

☆☆☆

عبداللہ بن ابی ابن سلول

☆ منافقین کا سردار جس نے زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل میں کفر کو مخفی رکھا تھا۔
☆ صحابہ کرام کا بہت زیادہ مذاق اڑاتا تھا۔
☆ دشمنان اسلام سے ملاقات کر کے ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا کرتا تھا۔
☆ حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھنے والوں میں پیش پیش تھا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول

آنحضرت ﷺ سے دشمنی اور دھوکہ بازی کے اسباب

رسالت محمدی کا جب ظہور ہوا تو اس کا اثر صاف دل لوگوں پر ہوا، ایمان پاکیزہ نفوس کے اندر سرایت کر گیا، ایمان کی خوشبو اطراف عالم میں پھیل گئی اور سارا جہاں اس سے مہکنے لگا۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار اور مہاجرین کے دلوں میں محبت واخوت کا جذبہ بیدار ہوا، مدینہ اور خارج مدینہ میں ان کا رعب لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا، آنحضرت ﷺ کے احکامات پر حضراتِ صحابہ کرام دل وجان سے عمل فرماتے تھے، مہاجر اور انصار کا فرق بھی آہستہ آہستہ مٹنے لگا، گویا دینی و دنیاوی، سیاسی وسماجی امور کی باگ دوڑ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں آگئی، اس سے کچھ ایسے حضرات کے دل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف بغض وحسد پیدا ہونا شروع ہوا جو اس سے پہلے مدینہ میں سرداری کے منصب پر فائز تھے، مدینہ کے اطراف میں موجود یہودیوں کے دلوں میں بھی حسد اس لئے پیدا ہوا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ آخری زمانہ کا نبی ان میں مبعوث ہوگا۔

لوگوں کے ان دو گروہوں نے آنحضرت ﷺ اور اسلام دشمنی میں سازش تیار کی، ان کے لئے اپنی اسلام دشمنی کا برملا اظہار تو آسان نہیں تھا، اسی میں عافیت سمجھی کہ خفیہ طور پر اسلام کو نقصان پہنچائیں، چنانچہ یہ لوگ زبان سے اسلام کا اظہار کرتے تھے اور دل میں کفر، کینہ، حسد اور بغض رکھتے تھے، اسلام میں ایسے لوگوں کو منافقین

کہا جاتا ہے۔

ان لوگوں کا سرغنہ ایک عربی تھا، اس کی قوم اسے تاج پہنا کر بادشاہ بنانا چاہتی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد جب لوگ اسے چھوڑ چھاڑ کر آنحضرت ﷺ کے پاس آگئے، جن میں خود اس کی اپنی اولاد اور گھر والے بھی تھے تو اس کے دل میں حسد، کینہ، بغض، منافقت اور مخالفت پیدا ہوگئی، اس شخص کا نام عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی تھا، کنیت ابو حباب تھی، منافقین کا سرغنہ ولیڈر تھا۔

پرچم منافقت کے سایہ میں

منافقین نے کفر اور اسلام دشمنی کو مخفی رکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، اور اپنے انداز و حرکات سے اسلام سے سچی محبت رکھنے کا تاثر قائم کرنے کوشش کی، مصنوعی اخوت و محبت کا اظہار کیا، جب کہ ان کے دل اسلام دشمنی میں چھلنی ہو رہے تھے، ان کا زعم یہ تھا کہ وہ بھی مسلمانوں کی قوت و شوکت کی علامت ہیں حالانکہ وہ دلی طور پر کفار کے ساتھ تھے، صدق دل سے نہ انہوں نے اسلام کا اعلان کر کے انصار میں شمولیت اختیار کی، اور نہ صاف لفظوں میں کفر کا اعلان کیا کہ آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کرتے، تذبذب کا شکار تھے، نہ مسلمانوں کے ساتھ اور نہ کافروں کے ساتھ، اسی لئے یہ زیادہ مضر اور زیادہ نقصان دہ تھے۔

سارے منافقین کا سربراہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، اس زمانہ میں بہت سے لوگوں کے متعلق مشہور تھا کہ وہ منافق ہیں، یہ یہودیوں اور مشرکوں کے پاس جا کر ان کی باتیں سنتا تھا، اور پھر حتی المقدور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

اس زمانہ میں ابو عامر کے نام سے ایک منافق مشہور تھا، لوگ اسے راہب کہتے تھے، اس نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی، راہبوں جیسے کپڑے پہنتا تھا، اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے فرمایا (تم لوگ اسے راہب مت کہو، بلکہ فاسق کہو) اس کی موت ملک شام میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہوئی، جبکہ اس کے بیٹے حضرت حنظلہؓ مخلص مسلمانوں میں سے تھے، غزوہ احد میں شہادت کے عالی مقام پر فائز ہوئے، یہ وہ صحابی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

منافقین کے اعمال بد کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تھا، ہمیشہ اللہ تعالیٰ ان کی خباشتوں اور بری سازشوں کا پردہ چاک کر کے ان کو ذلیل ورسوا کرتے تھے، جب بھی وہ کوئی چال چلتے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں منہ کی کھانی پڑتی تھی، سورہ توبہ کی اکثر وبیشتر آیتوں میں منافقین کے برے عزائم اور خبیث افعال کی مذمت کی گئی ہے، ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ایذاء رسانیوں کا ذکر کیا، ایک آیت میں ان کی وعدہ خلافی کا ذکر کیا، وغیرہ وغیرہ۔

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد منافقین بڑے بے عزت وذلیل ہوئے، ایسی ہی متعدد آیتیں سورہ نساء، سورہ آل عمران، سورہ بقرہ، سورہ احزاب وغیرہ میں نازل کی گئیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق (منافقون) کے نام سے ایک باقاعدہ ایک سورت نازل فرمائی۔

منافقین کا انجام کفر وذلت، رسوائی وبربادی اور مخلص مؤمنین کا انجام عزت وسیادت، نصرت وقوت قرار پائے، منافقین کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول دونوں جہانوں میں خائب وخاسر ہوا۔

قدرت کا عجیب وغریب منشا ملاحظہ فرمائے کہ اس رئیس المنافقین کا ایک لڑکا حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول جلیل القدر صحابہ میں سے تھے، نیک مخلص مؤمن تھے، ایک دفعہ خود انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے والد کو قتل کر کے مسلمانوں کو اس کے شر سے نجات دلا دوں؟

آپ ﷺ راضی نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ جب تک وہ ہمارے درمیان میں ہے اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اخلاص کے ساتھ ایمان پر قائم رہے یہاں تک حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا، اس طرح انہوں نے اخلاص اور ثابت قدمی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

ابن سلول کی شخصیت وصفات

عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں آیا ہے کہ وہ بڑا قد آور تھا، گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے پاؤں کی انگلیاں زمین کو چھوتی تھیں۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں ابن سلول کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول جسیم ملیح خوب صورت آدمی تھا۔ (تفسیر رازیؒ ۳۰؍۱۴)

ہماری بات کی موافقت امام ذہبیؒ کی اس بات سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب (حضورؐ کے چچا) کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بہت قد آور، خوب صورت، روشن چہرہ، اور بلند آواز کے مالک تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: میں نے ابن سلول کی میت کو چارپائی پر دیکھا کہ اس کی ٹانگیں طوالت کی وجہ سے چارپائی سے باہر ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور ابن سلول نمایاں قد آوروں میں تھے۔

ابن سلول زمانہ جاہلیت میں بلند جاہ و منصب پر فائز تھا، بڑا مال دار تھا، مختلف جائز ناجائز طریقوں سے اس نے دولت جمع کر لی تھی، ضرورت مندوں کو سودی قرضے دے کر بھی مال جمع کرتا تھا، کاروبار بھی وسیع تھا، اپنی لونڈیوں کو فحاشی پر مجبور کر کے بھی پیسہ کماتا تھا، پھر ان سے جو اولاد پیدا ہوتیں ان کو غلام بنا کر ان سے خدمات لیتا تھا اور اپنی جاہ و حشمت میں اضافہ کا باعث سمجھتا تھا۔

اس کی لونڈیوں نے اسے اتنی دولت کما کر دی کہ اس کا شمار خزرج کے مشہور ترین مال داروں میں ہونے لگا۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابی منافق کی چھ لونڈیاں تھیں جن کے نام یہ تھے: معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، اروی، اور قیلہ تھا، ان سب کو حرام کمائی پر مجبور کرتا تھا، ان لونڈیوں پر اس نے ٹیکس لاگو کر دیا تھا، ان میں سے دو نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابن سلول کی شکایت کی، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.....﴾ (سورہ نور آیت ۳۲)۔

یعنی تم دنیاوی ساز و سامان کی حرص میں اپنی لونڈیوں کو حرام کمائی کرنے پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ بھی اس سے بچنا چاہ رہی ہوں۔ (ایسی صورت میں قباحت وشناعت اور بڑھ جاتی ہے)۔

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں یہ عام تھا کہ لوگ پیسہ کمانے اور غلام حاصل کرنے کی غرض سے لونڈیوں کو حرام کمائی کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ (تفسیر ماوردی ۳/۱۲۹)

ابن سلول کی عادت یہ تھی کہ جب کبھی کوئی مہمان اس کے یہاں ٹھہرتا اسے ایک باندی پیش کرتا تھا، جس کا ایک مقصد مہمان کی زیادہ عزت افزائی کر کے اس سے انعام کی زیادہ توقع رکھنا تھا، اسی طرح اپنے پیروکار کو اپنی طرف مائل کرنا بھی مقصود ہوتا تھا، کیونکہ یہ جاہ ومنصب اور عزت وشرف کا بہت زیادہ متمنی تھا۔

حسد اور منافقت کا آغاز

جب سے ابن سلول کو آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کا علم ہوا تو اس کے دل میں حسد اور منافقت کی آگ بھڑکنا شروع ہوئی، خاص کر اس وقت اس کے حسد اور کینہ میں اور اضافہ ہوا جب اس نے دیکھا کہ قافلہ نبویؐ کے ساتھ ساتھ مہاجرین وانصار کے شرفاء چل رہے ہیں، آپ ﷺ کے چاروں طرف اللہ کے جان بازوں کا لشکر بے کراں ہے، اس نے عظیم تکریم واجلال اور قوت کا مشاہدہ کیا، اپنی برادری کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی اونٹنی کا لگام تھامنے میں ایک دسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ابن سلول یہ دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا چلا گیا، اس نے دیکھا کہ قبیلہ خزرج کے سردار ہونے کے باوجود لوگ اس کی طرف مائل نہیں ہیں، سب اسے چھوڑ چھاڑ کر آنحضرت ﷺ کا استقبال کرنے چلے گئے ہیں، تو اس کے دل میں آپ ﷺ کے خلاف حسد پیدا ہوا اور منافقت اس کے قلب میں جاگزیں ہوگئی۔

جب آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ داخل ہو رہے تھے تو راستہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس سے گزر ہوا، وہ راستہ کے ایک طرف ایک مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ وہاں جا کر رکے اس ارادہ سے کہ شاید یہ

آپ ﷺ کو اپنے یہاں مہمان بننے کی دعوت دے گا، لیکن اس نے کہا: آپ ان لوگوں کی طرف دیکھئے جنھوں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے، ان کے پاس جائیں اور انکے مہمان بنیں۔

اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! آپ اس کی باتوں کو برانہ مانئے کیونکہ جب آپ یہاں تشریف لائے اس وقت قبیلہ خزرج اسے اپنا بادشاہ بنانا چاہ رہا تھا۔

علامہ محمد بن اسحاقؒ سیرت میں فرماتے ہیں:

جس وقت آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، اس کی قوم کے تمام لوگ اس کی شرافت ونجابت کے قائل تھے، اوس اور خزرج اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی شخص کی سرداری پر اس طرح متفق ہوئے تھے یہاں تک اسلام آپہنچا، اس کی قوم نے اس کی تاج پوشی کے انتظامات کرنا شروع کردیئے تھے، تاکہ اسے اپنا بادشاہ بنائیں، اچانک اللہ تعالی اپنے رسول ﷺ کو مدینہ لے آئے، جب اس کی قوم اسے چھوڑ گئی تو اس کے دل میں کینہ وحسد پیدا ہوا، اسے خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس سے سلطنت چھیننا چاہتے ہیں، جب اس کے قبیلہ کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو اس نے دل میں نفاق اور حسد رکھ کر زبان سے اسلام کا اقرار کرلیا۔

جب سے آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے ایک لمحہ کے لئے بھی ابن سلول آرام سے نہیں بیٹھا، حسد کی آگ میں جل رہا تھا، شیطان نے اسے دین حق کی دشمنی اختیار کرنے پر اکسایا، اس سے کہا کہ تم دین حق کی دعوت، امن سلامتی اور اسلام پر ایمان نہیں لانا، اور اس نے شیطان کا کہنا مان لیا۔

روایات میں آتا ہے کہ بعض حضرات نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ! اگر آپ تالیف قلب کی خاطر عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس تشریف لے جائیں تو ہوسکتا ہے اس سے کم از کم اس کی قوم کے وہ لوگ مسلمان ہوجائیں جنھوں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا، آنحضرت ﷺ تیار ہوگئے آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام بھی تھے، جب آپ ﷺ ابن سلول کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: یہاں سے ہٹ جایئے آپؐ کے

گدھے کی بدبو سے مجھے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔

اس پر ایک انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر نہایت باوقار انداز میں اس سے کہا: خدا کی قسم اللہ کے رسول کے گدھے کی بو بھی تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔

اس پر ابن سلول کے ایک آدمی کو غصہ آیا اس نے صحابی کو گالی دی، جس پر طرفین کے لوگ غصہ میں آگئے اگر آنحضرت ﷺ کی حکیمانہ ہدایت نہ ہوتی تو ہو سکتا ہے وہاں پر ایک عظیم فتنہ برپا ہوتا۔

ابن سلول کی حق سے روگردانی

منافقین کے سرغنہ فاجر و فاسق ابن سلول کے ساتھ کچھ ضعیف الایمان، مریض دل والے، کمزور شخصیت کے مالک افراد جنہیں منافقین جس طرح چاہتے استعمال کرتے تھے ساتھ ہوگئے، یہ لوگ ابن سلول کے ساتھ رہتے تھے، اس کی اطاعت کرتے تھے، اسلامی معاشرہ میں فتنے و فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے ان میں لڑائی جھگڑے کرانے کی کوشش کرتے تھے۔

قبیلہ خزرج کے سردار ابن سلول کو آنحضرت ﷺ کی آمد کی وجہ سے سرداری سے محروم رہنے کا غم رہتا تھا، اس کے دل سے کبھی بھی آپ ﷺ کے خلاف بغض و کینہ زائل نہیں ہوا، حبیب مصطفیٰ ﷺ سے انتہائی عداوت اور دشمنی رکھتا تھا، نیکی اور بھلائی کی دعوت کو ختم کرنا چاہتا تھا، اللہ کے رسول کے کلام کو کبھی توجہ سے نہیں سنتا تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند سے عروہ بن زبیر سے روایت نقل کی ہے کہ ان کو اسامہ بن زیدؓ نے بتلایا کہ:

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ گدھے پر مقام فدک کی بنی ہوئی چادر رکھ کر اس پر سوار ہوئے اور اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھالیا، اور حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کرنے بنی حارث بن خزرج میں تشریف لائے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کی بات ہے، آپ ﷺ کا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جن میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی موجود تھا، اس وقت تک ابن سلول نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا، ان

لوگوں میں مشرکین بت پرست یہودی اور مسلمان سبھی موجود تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی موجود تھے، جیسے ہی آپ ﷺ کی سواری کے چلنے سے دھول اور مٹی اڑ کر ان کو لگی تو فوراً ابن سلول نے اپنی ناک پر رومال رکھ لیا پھر کہا: ہمیں خاک آلود نہ کریں۔

آپ ﷺ نے اس کو سلام کیا، وہاں رک کر انہیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دی اور قرآن کریم پڑھ کر ان کو سنایا۔

اس پر ابن سلول نے کہا: اے شخص! اگر تمہاری بات سچی ہے تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو سکتی، لہٰذا ہماری مجلس میں آکر ہمیں تکلیف مت پہنچاؤ، یہاں سے واپس چلے جاؤ، جو وہاں خود حاضر ہو جائے اسے اپنی بات سنایا کرو۔

اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا: جی ہاں اے اللہ کے رسول، آپ ہماری مجلس میں تشریف لایا کریں، ہمیں اس سے خوشی محسوس ہوتی ہے۔

اس جواب پر مسلمانوں مشرکوں اور یہودیوں کے مابین تلخ کلامی شروع ہو گئی اگر آنحضرت ﷺ ان کو خاموش نہ کراتے تو جنگ کی نوبت آسکتی تھی۔

وہاں سے آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے، ان سے آپ ﷺ نے فرمایا:

اے سعد! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج ابو حباب (ابن سلول) نے کیا کچھ کہا؟ اس نے یہ اور یہ کہا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! آپ اسے معاف فرمادیں درگزر فرمائیں، میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کو آپ ﷺ پر نازل فرما کر اسے ظاہر کر دیا ہے جب کہ اس وقت مدینہ کے لوگ متفقہ طور پر اس کی تاج پوشی کرنے والے تھے، اسے اپنے سردار بنانے والے تھے، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دین حق سے نوازا تو یہ جل گیا، اسی لئے اس نے وہ سب کچھ کیا جو آپ ﷺ نے دیکھا، حضرت سعد کی یہ گفتگو سننے کے بعد آپ ﷺ نے ابن سلول کو معاف فرمادیا۔

ابن سلول صحابہ کرام کا مذاق اڑاتا تھا

کسی کا استہزاء کرنے اور مذاق اڑانے سے آدمی خود ذلیل ہو جاتا ہے، اس پر خدا

کا قہر نازل ہوتا ہے، استہزاء پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ وہ شخص ذلیل و حقیر ہو جاتا ہے، ابن سلول کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، اللہ تعالی نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو اس منافق کے احوال سے مطلع فرمادیا، اللہ تعالی نے اس کے اسرار اور اسکی حقیقت سے بھی پردہ ہٹادیا جنہیں خفیہ رکھنے کے لئے ابن سلول دھوکہ بازی اور مکرو فریب سے کام لیتا تھا۔

منافقین کا سرغنہ ابن سلول صحابہ کا بڑا مذاق اڑاتا تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ ان کو دھوکہ دے رہا ہے اور ان کو اس کی دھوکہ بازی کا علم نہیں ہے، لیکن ارشاد باری تعالی ہے ﴿يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ سورہ نساء آیت ۱۴۲۔

یعنی وہ اللہ تعالی کو دھوکہ دیتے ہیں جب کہ اللہ تعالی ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ابن سلول جب منافقین کے درمیان ہوتا تو اس پر فخر کرتا تھا کہ میں جب مسلمانوں سے ملتا ہوں ان کو کس طرح دھوکہ دیتا ہوں، ان کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہوں، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت اس کے اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل فرمائی: ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا﴾ سورہ بقرہ آیت ۱۴۔

یعنی جب یہ لوگ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ یہ لوگ نکلے تو راستہ میں چند صحابہ کرامؓ نے ان کا استقبال کیا، عبداللہ ابن ابی بن سلول نے اپنے ساتھیوں سے کہا: دیکھو میں کیسے ان بے وقوفوں کو تم لوگوں سے باز رکھتا ہوں، چنانچہ یہ گیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔

اے صدیق! بنو تیم کے سردار مبارک ہو، تم شیخ الاسلام ہو، تم آنحضرت ﷺ کے یار غار ہو، تم نے اپنی جان و مال اللہ کے رسول کے لئے قربان کردیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پھر اس نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: مبارک ہو بنی عدی بن کعب کے سردار، تم فاروق اور دین میں قوی ہو، تم نے اپنا جان و مال اللہ کے رسول کے لئے قربان کردیا ہے۔

پھر اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: مبارک ہو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپؐ کے داماد، حضور ﷺ کے بعد بنی ہاشم کے سردار۔

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور منافقت نہ کر، کیونکہ منافقین اللہ تعالیٰ کے بدترین مخلوق ہیں۔

ابن سلول نے جواب دیا: ذرا صبر کریں اے حسن کے ابا! آپ مجھ سے یہ فرما رہے ہیں؟ خدا کی قسم ہمارا ایمان تمہارے ایمان جیسا ہے، ہماری تصدیق تمہاری تصدیق جیسی ہے، پھر وہ دونوں وہاں سے علیحدہ ہو گئے۔

ابن سلول نے واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آکر کہا: میرا کام تمہیں کیسا لگا؟ نہایت غرور اور شیطانی انداز میں کہا، اگر تم ان کو دیکھو تو تم بھی اسی طرح کیا کرو، اس پر منافقین نے اس کی خوب تعریف کی۔

مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے ان کے جھوٹ کا پول کھول دیا اور انہیں رسوا کر دیا ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ سورہ بقرہ آیت ۱۴۔

ابن سلول کی یہودیوں کے لئے سفارش

منافقت خبیث ترین اسلحہ ہے، اسے یہودیوں نے اپنی مجرمانہ صنعتوں میں اس لئے تیار کروایا ہے تاکہ اس سے مسلمانوں سے اپنے آپ کو بچا سکیں، ان منافقوں کو استعمال کر کے اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کی گرفت سے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

ابن سلول اور اس کے ساتھی دیگر منافقین یہودیوں کے آلہ کار تھے البتہ یہ منافقین مغلوب و مقہور تھے، اندھیروں اور پستیوں میں رہتے تھے، جھوٹ ان کی علامت تھی، اور غداری و خیانت ان کا اسلحہ تھا ﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ﴾ سورہ نساء آیت ۱۰۸۔

یعنی منافقین لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے۔

اس طرح ابتداء ہی سے منافقین یہودیوں کے چیلے بنے رہے ان کا اپنا ذاتی کوئی

تشخص ابھر کر سامنے نہیں آیا، لیکن ان کے افعال و اعمال جو وہ یہودیوں کے اشاروں پر کیا کرتے تھے وہ ان کی اپنی شخصیت سے زیادہ نمایاں تھے، منافقین اور یہود درحقیقت ایک ہی تصویر کے دو رخ تھے اور یہودیوں جیسی خباثت و خیانت ان کے اندر بھی موجود تھی، یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے یہودی قبیلہ بنی قینقاع کو مسلمانوں کے ساتھ غداری کے جرم میں جب مدینہ سے نکال دیا تو یہ ابن سلول پر بڑا گراں گزرا۔

دراصل مسلمان مدینہ میں یہودیوں کا مقابلہ کر رہے تھے، اور منافقین یہودیوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے تاکہ اسلام کو نقصان پہنچا سکیں، مسلمانوں کی شوکت کو توڑ سکیں، جن طریقوں سے انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ان میں ایک یہ کہ دعوت اسلامی اور اللہ کے رسول کی ذات میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں، منافقین کے ساتھ قربت پیدا کیجائے، مشرکین سے محبت کی پینگیں بڑھائی جائے، ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے منصوبہ سازی کیجائے، ان سب حرکتوں کے باوجود مسلمانوں نے انکو کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ ان کے مابین معاہدہ موجود تھا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہودیوں نے عہد شکنی کی ہے، بغاوت اور حسد و کینہ پردازی کا مظاہرہ کیا ہے، یہ غزوہ بدر کے بعد کی بات ہے، آپ ﷺ ان سے فرمایا:

اس عقوبت سے ڈرو جو قریش پر نازل ہوئی ہے اور مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں اللہ تعالی کا پیغمبر ہوں۔

یہودیوں نے اس فرمان کا ناعاقبت اندیشانہ جواب دیا یہ جواب دھمکی آمیز وعید و استہزاء پر مشتمل تھا، انہوں نے کہا: اے محمدؐ! آپ کو دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ نے ایک فنون حرب سے ناواقف قوم کا مقابلہ کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔

یہ یہودیوں کی پہلی جماعت تھی جس نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی، ایک مسلم خاتون کا مذاق بھی اڑایا، ایک مسلمان مرد کو قتل کیا، جس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ان پر حملہ کر دیا، پندرہ دن تک ان کا محاصرہ جاری رہا، پھر انہوں نے آپ

ﷺ کے فرمان کے تحت ہتھیار ڈال دئے۔

یہاں سے منافقوں کے سرغنہ ابن سلول نے حرکت شروع کر دی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہودیوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ سے بات کی، اس نے کہا:

اے محمد! میرے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کریں (یہودی بنی خزرج کے حلیف تھے) آپ ﷺ نے اس کی طرف التفات نہیں فرمایا، ابن سلول نے آنحضرت ﷺ کے گریبان میں ہاتھ داخل کر دیا جس پر آپ ﷺ کو بڑا غصہ آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے بدبخت مجھے چھوڑ دے، ابن سلول نے کہا: میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے موالی کے ساتھ حسن سلوک نہ کریں، چار سو پیادہ، اور تین سو درعوں میں انہوں نے مجھے سرخ وسیاہ اونٹوں سے روکے رکھا، کیا آپ ﷺ ان سب کو ایک ہی وقت میں قتل کر دینا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم مجھے مصائب وایام قادمہ کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سب تمہارے ہیں، ان سب کو چھوڑ دو خدا کی لعنت ہو ان پر اور اس پر بھی لعنت ہو۔ (طبقات ابن سعد ۲/۲۹)

یہ سب یہودی شام کی طرف نکل گئے کچھ ہی عرصہ بعد سب ہلاک ہو گئے۔

غزوہ احد کے موقعہ پر ابن سلول کی پسپائی

جب غزوہ بدر میں قریش کو شکست فاش ہوئی اس وقت سے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں، شکست کی یاد آتی تو انہیں اور تکلیف ہوتی، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے نئے سرے سے تیاری شروع کر دی، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اور ان لوگوں کو جو خود کو مسلمان (منافقین) کہتے تھے جمع کیا، اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے طریقہ کے بارے میں ان سے مشورہ طلب کیا۔

آنحضرت ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مسلمان مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کریں اور قریش مدینہ سے باہر ہوں، جب وہ مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو مسلمان صحیح معنوں میں اپنا دفاع کر سکیں گے اور مشرکین پر غالب آجائیں گے۔

منافقین کے سرغنہ ابن سلول کی رائے بھی یہی تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑائی کی جائے، کیونکہ وہ مدینہ سے واقف تھا اور اس لئے بھی کہ مدینہ قدرتی طور پر بند قلعہ کی مانند ہے، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینہ میں قیام فرمایئے مدینہ سے باہر مت نکلیں، خدا کی قسم جب بھی ہم نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا شکست کھائی، اور جب بھی دشمن نے مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی شکست کھائی، لہذا آپ ان کو چھوڑیں، اگر وہاں رکے رہتے ہیں تو یہ ان کے لئے ایک برا مقام ہوگا، اور اگر مدینہ میں داخل ہونا چاہیں گے تو مرد حضرات ان کا سامنا کریں گے جبکہ عورتیں ان پر تیر برسائیں گی اور بچے ان پر پتھر پھینکیں گے، اب اگر وہ واپس ہو جائیں گے تو بڑے ذلیل ورسوا ہو کر جائیں گے۔

اکثر صحابہ کرام اور عام حضرات کی رائے آنحضرت ﷺ کی رائے کے موافق تھی، لیکن بعض جوانوں اور کچھ مہاجرین وانصار کی رائے یہ تھی کہ دشمن سے مدینہ کے باہر مقابلہ کیا جائے، اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ ہمیں خدشہ ہے کہ شاید دشمن اسے ہماری کمزوری سمجھے کہ ہم نے باہر نکل کر ان کا مقابلہ نہیں کیا، اس سے ان کا حوصلہ بلند ہو جائے گا۔

مشورہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنا درع زیب تن فرمایا پھر گھر سے نکلے، جن لوگوں کی رائے مدینہ سے نہ نکلنے کی تھی وہ شرمندہ ہوئے، انہوں نے کہا: ہم نے آنحضرت ﷺ سے اپنی بات منوانی چاہی جب کہ ہمیں اس کا اختیار نہیں تھا، ہم کون ہوتے ہیں اللہ کے نبی کو مشورہ دینے والے ان پر تو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لئے مناسب نہیں ہے جب وہ درع پہن لیں تو لڑائی کئے بغیر اسے اتار دیں۔

آنحضرت ﷺ ایک ہزار کا لشکر لے کر نکلے، ان میں تین سو افراد کا تعلق منافقین کے سربراہ ابن سلول سے تھا، یہ قافلہ روانہ ہوا یہاں تک مقام شوط پہنچ گیا، وہاں آپ ﷺ نے اپنے لشکر میں کچھ ایسے لوگ دیکھے جن کو اس سے پہلے دیکھا نہیں تھا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ یہودی ہیں اور ابن سلول کے حلیف ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے کہو کہ یہ واپس چلے جائیں ہم مشرکین کے خلاف

جنگ میں مشرکین سے تعاون نہیں لیتے، ابن سعد کی ایک روایت میں ہے: تم لوگ مشرکوں سے مشرکوں کے خلاف مدد مت طلب کرو۔

یہ سارے یہودی وہاں سے واپس مدینہ روانہ ہو گئے، جب صبح ہوئی تو ابن سلول آنحضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر واپس جانے لگا، جس کی جھوٹی وجہ بیان کرتے ہوئے اس نے کہا: رسول ﷺ نے میری نافرمانی کی اور لڑکوں کی اطاعت کی جبکہ یہ اصحاب رائے نہیں ہیں، پھر ہم اپنے آپ کو کیوں قتل کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ نے ان کا تعاقب کیا، ان کو ان کے منافق ہونے کا علم نہیں تھا، ان سے کہا: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں تم اللہ کے نبی اور اپنی قوم کو چھوڑ کر مت جاؤ، جب کہ تم میدان میں حاضر ہو گئے ہو۔

انہوں نے جھوٹی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے جواب دیا: اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ تم لوگ واقعی جنگ کرو گے تو ہم تمہیں چھوڑ کر ہرگز نہیں آتے ہمارا خیال یہ ہے کہ تم لوگ لڑائی نہیں کرو گے۔

منافقین وہاں سے ذلیل ورسوا ہو کر واپس چلے گئے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے مایوس ہو کر ان سے فرمایا: اے دشمنان خدا! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور فرمادیں گے اور اپنے نبی کو تم سے مستغنی فرمادیں گے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ (واللہ اعلم) ابن سلول اور دیگر منافقین کا میدان چھوڑ کر بھاگنا دراصل اس سے قبل یہودیوں اور منافقوں کے درمیان طے شدہ منصوبہ کا نتیجہ تھا، جس کا مقصد حضور ﷺ اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا، مسلمانوں کی صفوں میں اختلافات اور بے چینی پھیلانا تھا، ابن سلول اور دیگر منافقین کا اس طرح واپس جانا اس منصوبہ پر واضح دلیل ہے جو ان کے اور یہودیوں کے مابین طے پایا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو اندازہ تھا کہ چونکہ یہ اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں لہذا جیسے ہی ان کو موقعہ ملے گا میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں گے مسلمانوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو ان کے صفوں میں فتنہ وفساد اور اختلافات کو ہوا دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کی جو جماعت آپ ﷺ کا ساتھ دینے کے لئے آئی تھی اسے واپس کر دیا۔

اب مسلمانوں کے لشکر میں سات سو افراد تھے، یہی مخلص مجاہدین و موحدین تھے، یہ مجاہدین احد کی طرف روانہ ہوئے، مقدر میں جو لکھا تھا وہی ہوا۔

امام محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں: احد کا دن دراصل آزمائش وامتحان کا دن تھا، اس میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور منافقین کا (جو صرف زبان سے ایمان کا اظہار کیا کرتے تھے) امتحان لیا، اس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے اولیاء کو شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز کیا۔

غزوہ احد کے بعد جب آنحضرت ﷺ مقام حمراء الاسد کی طرف روانہ ہوئے تو ابن سلول کو اپنے ساتھ جانے سے منع کر دیا کیونکہ اس نے غزوہ احد میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

ابن سلول کا آنحضرت ﷺ کا استغفار قبول نہ کرنا

عبداللہ بن ابی بن سلول کا مکر وفریب اور دغابازی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جب سے اس نے زبانی اسلام کا اظہار کیا اس وقت سے ہر جمعہ کو ایک مقام پر کھڑا ہوتا جسے اپنے لئے باعث عزت سمجھتا تھا، جب آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے تشریف رکھتے تو ابن سلول کھڑا ہوتا اور کہتا: اے لوگو! تمہارے درمیان یہ اللہ کے رسول موجود ہیں، تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی بدولت عزت وشرف سے نوازا، لہذا تم ان کی مدد کرو ان کی بات کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو، پھر بیٹھ جاتا، غزوہ احد کے موقعہ پر اس نے جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے تھا، حسب عادت اس نے جمعہ کے دن وہی کرنا چاہا جو اس سے پہلے کرتا تھا، مسلمانوں نے اسے چاروں طرف سے پکڑ کر کہا: بیٹھ جااے دشمن خدا، تو اس کا اہل نہیں ہے تو نے غزوہ احد میں جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے ہے۔

ابن سلول وہاں سے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نکل گیا، کہہ رہا تھا: خدا کی قسم ایسا لگتا ہے جیسے میں نے کوئی بڑی بات کہدی، میں تو ان کی مدد کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا، مسجد کے دروازہ پر ایک انصاری صحابی نے اسے دیکھ کر پوچھا: تیرا ستیاناس جائے تجھے کیا ہوا؟

ابن سلول نے کہا: میں آپ ﷺ کی مدد کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا مجھے سختی کے ساتھ کھینچنے لگے گویا میں نے کوئی بڑی بات کہدی ہے۔

اس انصاری نے فرمایا: تیرا برا ہو، واپس لوٹ اللہ کے رسولؐ تیرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

ابن سلول نے کہا: خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ آپ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

اس سخت اور خشک انداز سے ابن سلول نے آنحضرت ﷺ کی دعائے مغفرت کو قبول کرنے سے انکار کیا، ایمان کو اس کے دل تک رسائی حاصل کرنے نہیں دی، نور ایمانی کو اپنے پاس آنے نہیں دیا، جاہل کافروں کی طرح ایمان سے منہ موڑا، کبر، تکبر اور گھمنڈ نے اسے حق سے روکا جس کی وجہ سے دنیا میں جہنم کی بشارت پانے والوں میں سے ہو گیا۔

ابن سلول کا یہودیوں کو اکسانا

جب قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا، بنو نضیر کچھ دنوں تک نکلنے کی تیاری میں مصروف رہے، اچانک ابن سلول کا خط انہیں موصول ہوا جس میں وہ یہودیوں کو حوصلہ دے رہا تھا، خط کے الفاظ یہ تھے:

تم اپنے گھربار چھوڑ کر مدینہ سے مت نکلو، اپنے قلعوں میں مقیم ہو جاؤ، میرے ساتھ میری قوم اور دیگر عرب کے دو ہزار جنگجو ہیں، یہ بھی تمہارے ساتھ قلعہ بند ہو جائیں گے جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے محمدؐ کے لوگ تم تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

اس خط کے بعد یہودیوں نے آپس میں مشورہ کیا پھر آنحضرت ﷺ کی مخالفت کا فیصلہ کر لیا، ان کے فاسق و فاجر سردار حیی بن اخطب نے کہا: ہم ہرگز نہیں نکلیں گے، بلکہ میں محمدؐ کے پاس پیغام بھیجتا ہوں کہ ہم نہیں نکلیں گے، لہٰذا آپؐ جو کر سکتے ہیں کریں۔

اس کے بعد مسلمانوں نے کئی روز تک یہودیوں کا محاصرہ کیا، ابن سلول اور دیگر عربوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا، بنی نضیر نے ابن سلول یا دیگر عربوں کی مدد کا بڑا انتظار کیا لیکن کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچا، اللہ تعالی نے ان کے مکر و فریب کو انہی پر لوٹا دیا، ان پر مایوسی چھا گئی، مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا، تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، آنحضرت ﷺ نے انکو خیبر جلا وطن کر دیا، ان کے ہمراہ ان کا سردار حیی بن اخطب بھی موجود تھا۔

یہ حال تھا منافقین کے سرغنہ ابن سلول کا جو دشمنان اسلام سے ملاقات کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتا، آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرتا، اس جدید دن کے خلاف ان کے دلوں میں جذبات کو بھڑکاتا، ہر معاون و محب اسلام کے خلاف حسد و بغض و کینہ کو ہوا دیتا۔

ابن سلول کے یہ اعمال بد گمراہی و ضلالت تھے، وہ چاہتا تھا کہ اس سے یہودیوں کی شان و شوکت میں اضافہ ہو، اللہ تعالی کو ان سب کے لئے رسوائی اور ذلت منظور تھی، چنانچہ یہ آیت نازل فرما کر منافقین اور یہودیوں کے اسالیب خبیثہ سے پردہ اٹھایا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا، وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ، لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُم، وَلَئِنْ نَصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ سورہ حشر ۱۱ و ۱۲۔

یعنی کیا آپ ﷺ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے منافقت کی، وہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تمہیں نکال دیا گیا تو ہم بھی نکل جائیں گے تمہارے خلاف ہم کسی کی بات نہیں مانیں گے اگر تمہارے خلاف جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اللہ تعالی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں اگر ان (یہودیوں) کو نکال دیا گیا تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکل جائیں گے اور اگر ان یہودیوں کے خلاف جنگ کی گئی تو وہ (منافقین) ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر مدد کی تو (لڑائی کے دوران) بھاگ جائیں گے اور ان کی مدد نہیں کریں گے۔

ابن سلول نے شر انگیزی میں اس حد تک کفایت نہیں کی، بلکہ غزوہ احزاب میں خوف وہراس اور بے چینی پھیلائی اور کوشش کی کہ مؤمنوں کے دلوں میں کفار کا رعب اور دہشت میں بٹھادے، اس کا بیان اللہ تعالی نے یوں فرمایا ہے﴿إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُولُهُ إِلاَّ غُرُوْراً﴾ سے لے کر﴿وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَا قَاتَلُوا إِلاَّ قَلِيلاً﴾ سورہ احزاب آیت ۱۲۔

یعنی جب منافقین اور مریض دل لوگ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ تو دھوکہ ہے۔ پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ: یہ لوگ اگر تمہارے ساتھ ہوتے تب بھی لڑائی میں کم حصہ لیتے۔

غزوہ بنی مصطلق میں فتنہ پردازی

شعبان سنہ ٦ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق پیش آیا، اس غزوہ میں بے چینی اور افراتفری کے چند ایک واقعات پیش آئے جن کے نتیجہ میں منافقین کو ایسی رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا کہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ہر قسم کی سازش اور فتنہ انگیزی بے سود اور بے معنی ہو کر رہ گئی۔

جیسا کہ اس سے پہلے معلوم ہوا کہ ابن سلول کو اسلام اور مسلمانوں سے بغض تھا، خصوصا حضور ﷺ سے بہت زیادہ بغض رکھتا تھا، اس کا ظہور ہجرت کی ابتداء سے ہوا تھا، اس کے اظہار اسلام سے قبل اور بعد بھی، ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہی رہا، وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اسلامی معاشرہ میں منافرت پیدا کرے اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرے، اس نے دشمنان اسلام سے تعلقات استوار کر لیئے تھے، اور افراتفری بے چینی اور لاقانونیت پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔

مسلمان ابن سلول اور اس کی جماعت کی شر انگیزی سے ہمیشہ خود کو بچانے کی کوشش کیا کرتے تھے، کیونکہ یکے بعد دیگرے مسلسل بے آبرو ہونے کی وجہ سے ان کی اصلیت مسلمانوں پر عیاں ہو چکی تھی، جب غزوہ بنی مطلق پیش آیا تو ابن سلول کو فتنہ پردازی اور شر انگیزی کا ایک بہانہ مل گیا، جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مسلمانوں کی صفوں میں سخت کشیدگی پیدا کی، اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بنی

مصطلق سے فراغت کے بعد ایک انصاری اور ایک مہاجر کی ایک کنویں پر گرما گرمی ہوئی، پانی کے سلسلہ میں ان دونوں میں لڑائی ہو گئی، عام طور پر اکثر کنوؤں پر ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، چنانچہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے مدد کے لئے اپنی اپنی برادری کے لوگوں کو آواز دی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری موجودگی میں تم لوگ زمانہ جاہلیت والی دعوت دے رہے ہو؟ اس دعوت کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سخت متعفن ہے۔

اس کی اطلاع جب نفاق کے سرغنہ ابن سلول کو پہنچی تو غصہ میں آگیا، اس موقعہ کو اس نے ایسے ہی گنوانا مناسب نہیں سمجھا بلکہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور خلفشار پیدا کرنے کا نہایت مناسب موقعہ سمجھ کر اسے اور زیادہ اہمیت دیتے ہوئے کہا: کیا انہوں نے ایسا کیا؟ کیا انہوں نے ہمیں ہمارے اپنے علاقہ کو بے وقعت و کمتر سمجھا ہے؟ خدا کی قسم ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: اپنے کتے کو خوب کھلا کر موٹا کرو گے تو وہ تمہیں کھا جائیگا، خدا کی قسم اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو معزز لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

پھر یہ اپنی قوم کے حاضرین کی طرف متوجہ ہوا جن میں حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے اس وقت وہ کم عمر جوان تھے، ابن سلول نے کہا:

یہ سب کچھ تم لوگوں نے اپنے ساتھ خود کیا ہے، ان لوگوں کو تم نے اپنے یہاں ٹھہرایا، اپنا مال دولت اپنے اور ان کے مابین تقسیم کیا، خدا کی قسم اگر تم نے اپنے مال و دولت میں سے ان کو کچھ نہ دیئے تو یہ کسی اور علاقہ میں چلے جائیں گے۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے یہ ساری باتیں اپنے چچا کو جا کر بتادی، انہوں نے یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتادی، اس وقت حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ ﷺ عباد بن بشر کو حکم فرمائیں کہ وہ اس کو قتل کر دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا (بتاؤ اے عمر! اگر لوگ یہ کہیں کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں تو تم کیا جواب دو گے؟ نہیں ہم اسے قتل نہیں کریں گے، لیکن تم لوگوں میں منادی کرادو کہ اب یہاں سے کوچ کر جائیں) چنانچہ لوگ وہاں سے کوچ کر گئے۔

دوسری طرف ابن سلول بھاگتا ہوا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا، بڑی بڑی قسمیں کھانے لگا کہ اس نے اس طرح ایک لفظ بھی نہیں کہا، اور نہ اس سلسلہ میں بات کی۔

بعض انصار نے کہا: یارسول اللہ! ممکن ہے کہ اس لڑکے کو وہم ہو گیا ہو، یا اس کی بات صحیح معنوں میں یاد نہیں رکھ سکا ہو، اس پر آپ ﷺ نے ابن سلول کی بات کو تسلیم کر لیا۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی اس وقت جو کیفیت ہو گئی تھی اس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت ایسا شدید غم لاحق ہوا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا، میں گھر جا کر بیٹھ گیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِذَا جَائَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ تا ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لاَ تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوْا...... ﴾ تا ﴿لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الأَذَلَّ﴾ سورہ منافقون آیت ۱ تا ۸۔

آنحضرت ﷺ نے مجھے بلوایا اور ان آیتوں کو پڑھ کر سنایا پھر فرمایا (بیشک اللہ تعالی نے تمہاری تصدیق کی ہے)۔

اس ابن سلول کا لڑکا عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول نیک اچھے صحابہ میں سے تھے، انہوں نے اپنے والد کے افعال واعمال سے برائت کا اعلان کیا، جب مسلمان غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو یہ مدینہ منورہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، اپنی تلوار نکال لی، جب والد ابن سلول آیا تو اس کا راستہ روک لیا، اور اس سے کہا:

خدا کی قسم تم یہاں سے نہیں گزر سکتا جب تک اللہ کے رسولؐ تمہیں اس کی اجازت نہ دیں، کیونکہ رسول خدا باعزت ہیں اور تم ذلیل ہو۔

جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو اس کو جانے کی اجازت دیدی، اس کے صاحبزادے نے کہا: چونکہ اللہ کے رسول نے تمہیں یہاں سے گزرنے کی اجازت دیدی ہے لہذا گزر جا۔

یہ جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے اگر واقعی آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو آپ مجھے حکم فرمائیں، میں ان کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا (ہم اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ اس کے ساتھ نرمی سے

پیش آئیں گے اور حسن سلوک کریں گے جب تک یہ ہمارے درمیان رہے گا) یہاں سے حضرت عبداللہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے واپس ہوئے:

میں نے کہا: یارسول اللہ اگر آپ واقعی اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو میں اس ذمہ داری کو پلک جھپکتے ہی پوری کردوں گا۔

اس سلسلہ میں میرا ہاتھ اور میرا سخی نفس اور آزمائش کے موقعہ پر پتھر سے زیادہ سخت میرا دل میرا تعاون کریں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! آدمی اپنے والد کو رضاکارانہ طور پر قتل نہیں کرتا، جب کہ مضر اسے اڑا کر لے جانے والا تھا۔ (تاریخ طبری ۲/ ۱۱۰)

ابن سلول اور واقعہ افک

ابی ابن سلول کا کھڑا کردہ فتنہ غزوہ بنی مصطلق میں ختم ہونے نہیں پایا تھا کہ اس نے اپنے کارخانہ میں ایک اور جھوٹ کو تیار کرلیا جو قرآن وحدیث میں واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے، یہ جھوٹ اور الزام تراشی اس نے مسلمانوں کی ماں اور صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مقدس ذات کے سلسلہ میں کی تھی۔

واقعہ افک کا سارا کرتا دھرتا رئیس المنافقین ابن سلول تھا، جس نے امت محمدیہ کی عظیم ترین خاتون عالمہ وفاضلہ کی شان میں جھوٹی بات گڑھ لی تھی، اسی طرح ایک نیک سیرت پاک دامن صحابی پر جھوٹا الزام لگایا تھا، جن کا نام صفوان بن معطلؓ تھا۔

واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق سے آنحضرت ﷺ کی واپسی کے بعد پیش آیا، اس غزوہ میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو بنی مصطلق پر عظیم کامیابی وکامرانی نصیب فرمایا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی فتوحات وکامیابیاں دیکھ کر حسد وبغض کے مارے منافقین کی حرکت قلب بند ہونے کو تھی، ان کی سانسیں رک رک کر آرہی تھیں، اب اگر تھوڑی بہت حرکت اور سازش کرتے بھی تو درپردہ، ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنی اسلام دشمنی کا کھلے عام اظہار کرتے، ویسے بھی شجاعت وبہادری نام کی کوئی چیز ان میں نہیں تھی۔

یہ واقعہ جھوٹ کذاب، افتراء اور باطل پر مبنی تھا جسے فسق و فجور کے ماہرین نے تیار کیا تھا، جس کا مقصد سب سے عظیم پاک دامن خاتون کی عزت کی چادر کو تار تار کرنا تھا، اللہ تعالی نے اپنی کتاب حکیم میں اس کو واقعہ افک یعنی جھوٹا الزام کا نام دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (ام المومنین حضرت عائشہؓ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قافلہ میں تھیں، قافلہ نے ایک جگہ پڑاو ڈالا، وہاں ام المومنین قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئیں) جہاں ان کے گلے کا ہار گم ہو گیا، انہوں نے تلاش کرنا شروع کر دیا جس میں کافی دیر ہو گئی (عورتیں اس زمانہ میں اونٹ کے اوپر ہودج میں بیٹھتی تھیں، لوگ چونکہ زیادہ آسودہ حال نہیں تھے اس لئے عورتیں نہایت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں) ہودج اٹھانے والوں نے یہ سمجھ کر کہ ام المؤمنین اس میں موجود ہوں گی ہودج کو اونٹ پر رکھ دیا، اور وہاں سے قافلہ روانہ ہو گیا، ادھر حضرت عائشہؓ کو ہار مل گیا، وہ واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے، وہاں انہیں کوئی نظر نہیں آیا، چنانچہ وہ وہاں بیٹھ گئیں اس خیال سے کہ وہ لوگ مجھے وہاں تلاش کرینگے نہ ملنے کی صورت میں ڈھونڈنے کے لئے یہاں آئیں گے، اتنے میں ان کی آنکھ لگ گئی اور سو گئیں، اچانک حضرت صفوان بن مطعلؓ کی آواز آئی: ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن﴾ سرور کونین کی اہلیہ؟ اس پر ان کی آنکھ کھل گئی، انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور ام المؤمنین اس میں سوار ہو گئی، انہوں نے ان کے ساتھ اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں کہا، (حضرت صفوانؓ کو قافلہ کے پیچھے پیچھے چلنے پر مامور کیا گیا تھا تاکہ اگر کوئی شخص قافلہ سے کٹ جائے تو اس کی رہنمائی کر سکیں) ظہر کے وقت یہ حضرات قافلہ سے مل گئے۔

ابھی ابن سلول اپنی پہلی والی سازش سے فارغ نہیں ہوا تھا جس نے اسلامی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا تھا کہ یہ واقعہ پیش آ گیا، اسے اس واقعہ میں مختلف قسم کے قیل و قال کا موقعہ ملا۔

دشمن خدا خبیث ابن سلول نے یہاں بھی فتنہ پردازی شروع کر دی، اس واقعہ کی ملمع سازی کی، اسے مزین و مرصع کیا، پھر اس کی نشر و اشاعت شروع کر دی، کبھی اس کے تفاصیل بیان کرتا کبھی اجمال سے کام لیتا، اور کبھی اپنے مخصوص پیرایہ میں

اسکو بیان کرتا، اس جھوٹ کے پلندہ کو زرخیز زمین بھی میسر آگئی، اسلام سے کینہ رکھنے والوں نے اس کے ذریعہ خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی، ابن سلول کے یار و دوست اس واقعہ کے بعد اس کے اور نزدیک آتے گئے، کچھ مریض دل لوگوں نے بھی ان کے ہاں میں ہاں ملانا شروع کردیا، کچھ شیطان کے فریب خوردہ لوگوں نے بھی ان کی ہمنوائی کی، یہ واقعہ ان کے دل میں ایمان کی جگہ پر براجمان ہو گیا، اور ان کے ایمان کو گمراہیوں اور وساوس نے مغلوب کردیا۔

جب قافلہ مدینہ پہنچا تو اہل افک نے اسے اور بڑھا چڑھا کر بیان کیا، جبکہ رسول خدا ﷺ خاموش رہے آپؐ نے کچھ نہ فرمایا، یہ واقعی ایک بہت بڑا فتنہ تھا، اس سے مسلم معاشرہ کی بنیادیں ہل گئیں، اس کی بناء پر اوس اور خزرج جنگ کے قریب پہنچ گئے مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو خاموش کرادیا۔

حضرت عائشہؓ کے لئے یہ بڑی آزمائش اور امتحان کی گھڑی تھی، اس طرح ان کے برگزیدہ والد اور والدہ کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی، جب انہیں اس جھوٹے الزام کی خبر ملی تو ان کی نیند حرام ہوگئی، وہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر اسے کہنے لگی ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ سورہ یوسف آیت ۱۸۔

اللہ تعالی نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (زوجہ رسولؐ) کی پاک دامنی اور جھوٹے الزام سے برائت کا اعلان کردیا، اس خدائی تصدیق کے بعد یہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صاف ہو گیا، ساتھ ہی اللہ تعالی نے ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب کا اعلان کیا جو اس الزام تراشی میں شریک تھے، ان لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا وعدہ کیا جنہوں نے اس قصہ کو مزین اور مرصع کر کے خوب اچھالا تھا، اس سلسلہ اللہ تعالی یہ آیت نازل فرمائی ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ تا ﴿وَأَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ﴾ سورہ نور آیت ۱۱ تا ۲۰۔

ان آیات کی تفسیر و تشریح کی سلسلہ میں امام بلاغت علامہ ابوالقاسم زمخشری نے بہت خوب صورت کلام کیا ہے، انہوں نے اپنی مشہور تفسیر (کشاف میں) یہاں نہایت دل نشین تقریر کی، انہوں نے اپنی بلاغت و فصاحت اور بدیع و معانی میں

مہارت کا نہایت بہترین انداز میں اظہار فرمایا، ان کا کلام انصاف وعدل کے اعتبار سے انسانی بلاغت و بیان کے اعلی وارفع مراتب کو پہنچ گیا، ملاحظہ فرمایئے ان کے اپنے الفاظ میں، آپ واقعی ہماری تصدیق کریں گے۔

علامہ ابوالقاسم زمخشریؒ اپنی تفسیر (کشاف) میں فرماتے ہیں:

اگر آپ پورے قران کریم میں یہ تلاش کریں کہ اللہ تعالی نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کو کس طرح کے عذاب سے ڈرایا ہے تو آپ کو واقعہ افک کے مجرمین کے سلسلہ میں ذکر کیا جانے والا جیسا سخت عذاب کہیں نہیں ملے گا، اور نہ ہی ایسی شدید وعید، بلیغ عتاب، سخت ڈانٹ ڈپٹ، اس شر انگیزی کے نتائج کی تباہی وہولناکی کی اہمیت، اس خبیث عمل کا اقدام، وغیرہ امور کو جن مختلف طریقوں اور اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ جن میں سے ہر ایک اپنے باب میں جامع شافی وکافی ہیں، ایسا آپ کو کسی اور واقعہ کے بارے میں نہیں ملے گا۔

اگر اللہ تعالی نے صرف یہ تین آیتیں نازل فرمائی ہوتیں تب بھی مزید کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ان آیتوں میں جھوٹا الزام تراشی کرنے والوں کو دونوں جہانوں میں ملعون قرار دیا ہے، اور ان کے لئے آخرت میں عذب الیم کا وعدہ کیا ہے، نیز یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، پھر اللہ تعالی ان کو ان کے جرم کے مطابق پورا پورا بدلہ دیں گے، تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ واقعی اللہ تعالی ہی حق مبین ہیں۔

اللہ تعالی نے اس کے بیان میں مختصر مگر جامع کلام ذکر کیا، کہیں کہیں تفصیل بھی بیان کی اور کہیں اجمالاً ذکر کیا، تاکید بھی بیان کی، ایک بات کو کئی دفعہ دہرایا بھی، اور ان جھوٹے الزام تراشی کرنے والوں کے لئے ایسی سخت اور شدید وعیدیں بیان فرمائیں کہ ان جیسی وعیدیں مشرکین اور بت پرستوں کے لئے بھی نہیں بیان فرمائیں۔

اللہ تعالی نے اپنے چار بندوں کو چار مختلف الزامات سے یوں بری فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو شہادت دینے والے کے ذریعہ بری فرمایا، ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا﴾۔

حضرت موسی علیہ السلام کی ذات پر جب یہودیوں نے الزام تراشی کی تو اللہ

تعالیٰ نے ایک پتھر کے ذریعہ ان کو بری قرار دیا جوان کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام پر لگائے جانے والے الزام سے ان کو بری قرار دینے کے لئے اس بچہ سے کہلوایا جوان کی گود میں تھا اس نے کہا ﴿إِنِّي عَبْدُ اللهِ﴾۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگائے جانے والے الزامات سے انکو بری قرار دینے کیلئے اپنی معجز، تاقیامت پڑھی جانے والی کتاب میں ان عظیم آیتوں کو نازل فرمایا، اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود نہایت مبالغہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس الزام سے برائت کا اعلان فرمایا۔

غور فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس الزام سے برائت کا اعلان کس طرح فرمایا اور ان برگزیدہ انبیاء کرام کی برائت کا کس طرح اعلان فرمایا، اگر سوچا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا مقصد سرور کونین ﷺ کے علو مرتبت کا اظہار ہے، اور اس بات کی طرف تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سید اولاد آدم اور خیر الاولین والآخرین اور حجۃ اللہ علی العالمین کی نسبت نہایت پاکیزہ ہے۔

اگر کسی کو یہ معلوم کرنا ہو کہ آپ ﷺ کی شان کتنی عظیم ہے، اور آپ ﷺ ان حضرات کے مقابلہ میں کیا مقام رکھتے ہیں تو اسے چاہئے کہ وہ واقعہ افک سے متعلق ان آیتوں کا مطالعہ کرے، اور سوچے کہ رب کائنات نے آپ ﷺ کے تقدس وحرمت کی پامالی کرنے کی جرأت کرنے والوں پر کس قسم کے غصہ کا اظہار فرمایا، اور اس جھوٹے الزام کو رد کرنے کے سلسلہ میں کس طرح مبالغہ سے کام لیا۔ (تفسیر کشاف ۵۶/۳، ۵۷)

ابن سلول کی موت

عبد اللہ بن ابی بن سلول سنہ ۷ ہجری تک زندہ رہا، غزوہ تبوک کے دو مہینے بعد وہ بیس دن تک بیمار رہا اور اسی دوران اس کا انتقال ہو گیا، باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد سے حسد اسکے دل کو اندر ہی اندر سے کھا رہا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے اس کو ترجیح دی کہ مسلمان اسے کوئی سزا نہ دیں، چنانچہ جیسے ہی آپ ﷺ کو اسکی نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت ملی آپ ﷺ نے فوراً جا کر اسکی نماز پڑھا دی، صحیح بخاری میں اس سلسلہ میں ایک روایت میں آیا ہے کہ:

جب ابن سلول کا انتقال ہوا تو اس کا صاحبزادہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ یارسول اللہ آپ اپنی قمیص مبارک مجھے عنایت فرمایئے میں اس میں اپنے والد کو کفن دینا چاہتا ہوں، آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھایئے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمایئے، آنحضرت ﷺ نے اپنی قمیص مبارک ان کو دیدی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی نماز پڑھانے کی اجازت دو، صاحبزادہ نے کہا: میں نے اجازت دیدی، جب آپ ﷺ اسکی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دو میں سے کسی ایک کا اختیار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَاتَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ سورہ توبہ آیت ۸۰۔

یعنی: آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا) اگر آپ نے ان کے لئے ستر مرتبہ بھی دعاء کی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَلَاتُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ سورہ توبہ آیت ۸۴۔

یعنی آپ ان میں سے کسی منافق کی نماز جنازہ تا قیامت مت پڑھایئے (صحیح بخاری، فتح الباری ۳/۵۶ و ۱۶۵)

ابن سلول کی موت سے نفاق کی اساس اور بنیاد گر گئی، اس طرح بقیہ آثار نفاق بھی گر گئے، اسلامی معاشرہ نفاق سے پاک ہو گیا، وہ اس طرح کہ ابن سلول کے دیگر ساتھیوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی۔

ابن سلول جہنم کے نچلے طبقے میں

قرآن کریم میں ایسی متعدد سورتیں ہیں، جن میں منافقوں کو جہنم اور دردناک عذاب کی بشارت دی گئی ہے، اس کی وجوہات میں ان کے بے ہودہ افعال، گھٹیا اقوال، یہودیوں سے دوستی، یہودی اور منافقین کا آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنا کہ محمد کا

مشن پورا نہیں ہوگا، وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونگے، نیز یہودیوں کا یہ قول کہ عزت وقوت آخرکار منافقوں کی ہوگی، شامل ہیں۔

منافقین اور یہودی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اللہ تعالی کی آیتوں، نبی اور مؤمنوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، لہذا یہ دونوں فریق قیامت کے دن جہنم میں اکھٹے داخل ہونگے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ سورہ نساء آیت ۱۴۰۔

یعنی: اللہ تعالی منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھے کریں گے۔

اسلامی معاشرہ میں افراتفری اور فتنہ وفساد کی ترویج رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول ہی کرتا تھا، جبکہ فتنہ قتل سے زیادہ خطرناک ہے، لہذا وہ جہنمیوں میں سے ہوا، اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں اس کی اور عام منافقین کی بہت زیادہ مذمت کی ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں: کفار کے طریقہ کار اور انکے اعمال اگرچہ برے ہیں مگر منافقین کے ان سے زیادہ برے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے کفار کی مذمت سورہ بقرہ میں شروع کی دو آیتوں میں کی، جبکہ منافقین کی مذمت بیسیوں آیتوں میں کی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منافقین کا طرز عمل کفار سے کہیں زیادہ گھناؤنا ہے، رب العزت نے انکی مذمت اس بات پر نہیں کی کہ انہوں ترک کفر کیا ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ کفر کو چھوڑ کر ایک ایسی چیز کی طرف منتقل ہوگئے ہیں جو کفر سے زیادہ بدتر ہے۔

منافقین کا ٹھکانہ جہنم کی تہہ اور سب سے نچلے حصہ میں ہوگا، یہی اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ سورہ نساء آیت ۱۴۵۔

ابن سلول زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے کفر ونفاق پر قائم تھا، جبریل علیہ السلام نے نازل ہوکر آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ ابن سلول کی کفر اور نفاق کی حالت میں موت واقع ہوگئی ہے، اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ﴿إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ سورہ توبہ آیت ۸۴۔

یعنی انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو نہیں مانا اور فسق کی حالت میں مرگئے۔

کافر جہنم میں جائے گا لیکن منافق کافر سے بدتر ہے، کیونکہ اس میں جھوٹ،

نفاق، دھوکہ بازی، مکاری، عیاری سب جمع ہیں، اور یہ چیزیں تمام مذاہب میں مذموم ہیں، یہی وجہ ہے کہ منافقین کو کافر کہنے کے بعد فاسق بھی کہا گیا جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافقانہ طرز عمل تمام ادیان میں قابل مذمت ہے۔

ابن سلول بھی اسی لئے مذموم ہے کیونکہ اس نے دھوکہ بازی اور مکاری کو اپنا شیوہ بنایا، دیکھئے اس نے غزوہ احد میں کیا کیا؟ غزوہ بنی مصطلق میں کیا کیا؟ واقعہ افک اپنی طرف سے گھڑ کر اسے عام لوگوں میں پھیلایا، اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں زبان درازی کی، اور نور الٰہی کو لوگوں سے روکنے کے لئے کس طرح کی غلط حرکتیں کیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ سورہ منافقون آیات ۷۔

یعنی: لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

ابن سلول کو اس بات کا وہم تھا کہ وہ اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے کامیابی حاصل کرلے گا اور مسلمان بے عزت ہو جائیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ سورہ منافقین آیت ۷۔

یعنی: لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہوا، اور تا قیامت ذلیل و رسوا ہوا۔

☆☆☆

نضر بن حارث

☆ شیطانہائے فسق وفجور وحسد وکینہ میں سے ایک شیطان تھا۔

☆ رسول خدا کا کٹر دشمن اور قریش کی طرف سے یہودیوں کی طرف بھیجے گئے دو سفیروں میں سے ایک تھا۔

☆ غزوہ بدر میں اسے گرفتار کرلیا گیا اور آنحضرت ﷺ کے حکم پر اسے قتل کردیا گیا۔

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نضر بن حارث کے متعلق آٹھ آیتیں نازل فرمائی ہے۔

نضر بن حارث

فسق وفجور کا سرغنہ

نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ عبدری خبیث ترین دشمنان رسولؐ میں سے تھا، دعوت خداوندی کا بدترین مخالف تھا، قریش کے انتہاء درجہ کے سرکشوں میں سے تھا جو ہدایت ونور کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالا کرتا تھا، جس ہدایت ونور کا مقصد دنیا کو توحید کی اساس پر ڈالنا اور شرک وکفر کی عمارت کو ڈھادینا تھا۔

آنحضرت ﷺ قریش کی اذیتوں اور سختیوں پر صبر کرتے تھے، قریش میں جو حضرات مہذب اور شائستہ طبع کے ہوتے تھے ان کا احترام کرتے تھے، ان کو ان کا صحیح مقام دیتے تھے، اگرچہ یہ لوگ اسلام نہ لاتے ہوں، مقصد یہ تھا کہ اخلاق کریمانہ کا معاملہ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ہونا چاہیے۔

قریش کا چھوٹا بڑا ہر شخص نضر بن حارث کی خباثت وشر انگیزی، رسول خدا سے اس کی عداوت ودشمنی اور توحید ودعوت کی راہ میں اسکی خلل اندازیوں سے واقف تھا، اسلام دشمنی میں اس نے عام کفار اور ان کے لیڈروں جیسے ولید بن مغیرہ ابوجہل اور عاص بن وائل سہمی وغیرہ کے راستہ سے ہٹ کر اپنا ایک خبیث ترین راستہ اختیار کیا تھا۔

اگر ولید بن مغیرہ کا کام شر انگیزی فتنہ وفساد برپا کرنا تھا، اور ابوجہل کا کام بدترین جرم، اشتعال انگیزی اور ظالمانہ حملے کرنا تھا تو یہ ملعون نضر بن حارث ان دونوں سے ایک قدم آگے بڑھ گیا تھا، خاص کر ولید بن مغیرہ سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا تھا جسے سرداری، لیڈری اور بڑا بننے کا شوق بہت زیادہ تھا، چنانچہ یہ بھی حسد، عناد، سرکشی، حق اور اہل حق سے دشمنی میں اس کے برابر تھا تاکہ دونوں اللہ تعالی کے لعنت کے مساوی حقدار ٹھہریں۔

انہی اسباب کی بناء پر نضر بن حارث کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اس طرح کی حرکتیں کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، خصوصاً سرداروں اور لیڈروں کو تاکہ عام بے وقوف اور تماشائی اس کے ساتھ ہو جائیں۔

تم پر ایک بڑی مصیبت آ پہنچی ہے

ایک مرتبہ نہایت عیاری اور مکاری سے نضر بن حارث لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے، مریض و خالی قلوب پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے حاسد و کینہ پرور بت پرستوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر کہنے لگا:

اے قریش! خدا کی قسم تمہارے اوپر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی ہے، لیکن تم نے اب تک اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا، محمدؐ تم میں سے ایک نوجوان تھا تم اس سے خوش تھے، سچی باتیں کرتا تھا، امانت دار تھا، لیکن جب اس کے بال سفید ہونا شروع ہوئے اور تمہارے پاس ایک نئی چیز لے کر آیا تو تم نے کہا کہ یہ جادوگر ہے۔

نہیں خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے، ہم نے جادوگروں اور ان کے کرتب وغیرہ بہت دیکھے ہیں۔

پھر تم نے کہا کہ وہ کاہن ہے، نہیں خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے، کیونکہ ہم نے بہت سے کاہن اور ان کی دھوکہ بازیاں اور ان کی مزین و مرصع باتیں سنی ہیں۔

تم نے کہا: وہ شاعر ہے۔ نہیں خدا کی قسم وہ شاعر نہیں ہے، ہم نے خود لوگوں سے شعر سنا اور انکو سنایا، ہم نے ہر قسم کا شعر سنا، رجزیہ اشعار ہوں یا مد و جزر والے ہوں یا کسی کے کلام کے سرقے ہوں۔

تم نے کہا: وہ پاگل ہے۔ نہیں خدا کی قسم وہ پاگل نہیں ہے، ہم نے جنون دیکھا ہے، یہ نہ تو حق ہے، نہ وسوسہ ہے، اور نہ اسمیں اس کی آمیزش ہے۔

اے قریش! لہذا تم اس سلسلہ میں سنجیدگی سے غور کرو، خدا کی قسم تم پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی ہے۔

نضر بن حارث قریش کے اجتماع میں اپنے بیان سے فارغ ہوا، اس میں اس نے یہ بھی کہا محمد ﷺ نے تمہارے درمیان پرورش پائی، جوان ہوا، اس وقت اس کے

اخلاق بڑے اچھے تھے، سب کافر بھی اسے جانتے تھے، لیکن جب آپ ﷺ زیادہ عمر کے ہوئے اور پھر ان کے پاس ہدایت اور دین حق لے کر آئے تو انہوں نے ایسی باتیں کرنی شروع کر دی جن پر ان کے پاس کوئی خدائی دلیل وحجت نہیں تھی۔

نضر بن حارث نے یہ باتیں نہایت مکاری اور عیاری سے کہیں، وہ جانتا تھا کہ محمدؐ کریمانہ اخلاق اور صدق و پاکیزگی کے حامل ہیں، نیز آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان قرابت داری بھی موجود ہے وہ اس طرح کے نضر آپ ﷺ کی خالہ کا بیٹا، اسی لئے وہ آپ ﷺ کو قریب سے پہچانتا ہے جیسے عام رشتہ دار ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں جانتے ہیں، لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس کے دل میں حسد پیدا ہوا، نفسانی ہوس و خواہش پر اس پر غالب آگئی، جاہلانہ عقائد پر برقرار رہا اور آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچائی۔

کیا محمد ﷺ کی باتیں بھلی ہیں؟

نضر بن حارث کچھ علوم و معارف سے واقف تھا شاید اسی لئے اس نے آپ ﷺ سے دشمنی مول لی تھی، روایات میں آتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے گھوڑے کی آواز پر عود بجائی تھی، نیز کسی قدر تاریخ عرب سے واقف تھا اور اس کا اس نے مطالعہ بھی کیا تھا، لہذا شیطان نے اسکی پیٹھ تھپکی تو وہ اور پھول گیا، اور اسے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ قرآن کریم کا مقابلہ کرنے پر قادر ہے، اور پہلے زمانہ کے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے ذریعہ نبوی بیان وبلاغت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

علامہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ اپنی میں سیرت میں لکھتے ہیں:

نضر بن حارث قریش کے شیطانوں میں سے تھا، آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا، آپ ﷺ سے سخت عداوت رکھتا تھا، اس سے پہلے وہ مقام حیرہ جاچکا تھا، جہاں اس نے ملک فارس کے بادشاہوں اور رستم واسفندیار کی کہانی پڑھی تھی، چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کسی مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کو اللہ کی یاد دلاتے اور اپنی قوم کو ان عذاب سے ڈراتے جو اس سے پہلی اقوام پر نازل ہوئے تھے تو آپ ﷺ کی روانگی کے بعد یہ وہاں کھڑا ہو جاتا اور کہتا:

اے قریشوں! خدا کی قسم میں محمدؐ سے زیادہ اچھی بات کرتا ہوں، میرے یہاں

آؤ، میں تمہیں ان سے بہتر بات سناؤنگا، پھر فارس، رستم اور اسفندیار کی کہانی سناتا اور کہتا: اب بتاؤ محمد کی باتیں مجھ سے کس اعتبار سے اچھی ہیں؟

نضر کی بد بختی

علامہ ابن ابی اصیعہؒ اپنی خوب صورت کتاب "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" میں لکھتے ہیں:

نضر نے مختلف شہروں کا سفر کیا تھا اور مکہ وغیرہ میں بہت سے علماء اور فضلاء سے ملاقات کی تھی، کاہنوں اور راہبوں کے ساتھ بھی وقت گزارا تھا، علوم قدیمہ کا قابل قدر حصہ بھی اس نے پڑھا تھا، فلسفہ اور علم حکمت کے کچھ اجزاء کا مطالعہ بھی کیا تھا، نیز اپنے والد سے جو طب کے عالم تھے کچھ علم طب بھی حاصل کیا تھا۔

نضر آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ حسد کرتا تھا اور آپ ﷺ کو بہت زیادہ ایذ پہنچاتا تھا، آپ ﷺ کی شان میں طرح طرح کی باتیں کرتا تھا تاکہ اہل مکہ کی نظر میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت کم ہو جائے، اس بد بخت کو معلوم نہیں تھا کہ نبوت اس سے بڑھ کر ہے، اور نیک بختی بد بختی سے زیادہ قدر کے لائق ہے، فضل الٰہی زیادہ محترم ہے، امور مقدرہ زیادہ لازوال ہوتے ہیں، اس کا زعم تھا کہ وہ فضائل کی معلومات اور حکیمانہ باتوں سے نبوت کا مقابلہ کر سکے گا۔

میرا خیال ہے کہ نضر بن حارث کو کچھ بے ہنگم قسم کے جاہلی علوم طب، اس زمانہ کے طب سے ملحق خرافات، جیسے قیافہ شناسی، فراست، کہانت، عرافہ، زجر، تنجیم، سحر، طلسم، اسرار علم حروف، وغیرہ وغیرہ میں دسترس حاصل تھا، قریش کے نکتہ ضعف سے واقف تھا، چنانچہ ان پر ان وہمی و خیالی چیزوں سے اثر انداز ہو جاتا تھا کیونکہ ان پر ان اشیاء کا جادو مؤثر تھا۔

خرافات واباطیل

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربوں کو ناقص تجربات پر مبنی کچھ علوم طب پر عبور حاصل تھا، بعض پرانے زمانہ کے بوڑھوں کی باتیں بھی محفوظ تھیں، لوہے کی سلاخ کو گرم کر کے مریض کے جسم کو لگانا پیچیدہ امراض کا واحد علاج سمجھا جاتا تھا،

یہاں تک کہ یہ مقولہ مشہور تھا کہ: (آخری علاج گرم سلاخ ہے)۔

اس زمانہ میں لوگوں کے افکار محدود ہونے کی وجہ سے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ امراض کی اصل وجہ بدروحیں ہیں ان سے بچانا اور شفا دینا کاہنوں، قیافہ شناسوں، صاحب فراست لوگوں، عرافوں، پرندوں سے فال نکالنے والوں، اور جادوگروں و شعبدہ بازوں کا کام ہے۔

عربوں نے یہ علوم و معارف عجمیوں سے حاصل کئے تھے جیسے روم اور فارس جن کے ساتھ ان کے مختلف قسم کے روابط تھے، شیطان قریش نضر بن حارث بھی انہیں لوگوں میں سے تھا جن کے عجم، یہود اور ان کے راہبوں سے تعلقات تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ فارس اور عجم کے بادشاہوں کی جھوٹی موٹی باتیں لوگوں کو بتاتا تھا، کچھ شعبدہ بازیاں بھی کرتا تھا جن سے اس کے آس پاس کے لوگ ناواقف تھے، ان ساری چیزوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا تھا تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔

یہ بدبخت شیطان ملعون اپنی خرافات اور میٹھی میٹھی باتوں کے ذریعہ بے وقوف سادہ لوح قریشیوں کی فہم و عقل پر حاوی ہو گیا تھا، لوگ سمجھتے تھے کہ یہ بھی علم و معارف کا حامل ہے، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ساری بداعمالیاں اس کے سپرد کردی تھیں، یہودی علماء کے پاس اسے سفیر بنا کر بھیجتے تھے اس مقصد سے کہ یہ وہاں سے کچھ نئی معلومات حاصل کر کے آئے گا، نیز یہ کہ محمدؐ کے متعلق ان کی معلومات کہاں تک ہیں، سوال یہ ہے کہ یہ فاجر اپنی سفارتی سرگرمیوں میں کامیاب ہوا یا نہیں؟ ہم ذیل کی عبارت میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

نامراد فاسقانہ سفارت

قریش کو یہ معلوم تھا کہ نضر بن حارث آنحضرت ﷺ کا کٹر دشمن ہے، یہ ملعون قرآن کریم سے غافل کرنے کے لئے ان کو جو باتیں بتاتا تھا لوگ اسے غور سے سنتے تھے، نضر ان سے کہتا تھا: کیا یہ باتیں محمدؐ کی باتوں سے زیادہ بہتر نہیں ہیں؟

اس زمانہ میں کفار قریش کی حماقت کا یہ عالم تھا کہ اکثر لوگ اس کی باتوں کی طرف دھیان دیتے تھے، بڑے بڑے فاسقوں اور فاجروں جیسے ولید بن مغیرہ، ابو جہل

بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ وغیرہ نے لوگوں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ تم لوگ نضر کی باتوں کو جھٹلایا مت کرو، سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ اسے سفیر بنا کر مدینہ بھیجا جائے تاکہ وہ آنحضرت ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کی دعوت و رسالت کے بارے میں یہودی علماء سے پوچھے، اس کے ساتھ اس جیسا ایک فاسق و فاجر عقبہ بن ابی معیط لعنت اللہ علیہ کو کر دیئے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس سفارتی کاروائی کی خبر یوں بیان فرمائی ہے:

قریشِ مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ کے علماءِ یہود کی طرف بھیجا ان دونوں سے یہ کہا:

تم دونوں علماء یہود سے محمد ﷺ کی ذات کے بارے میں پوچھو، آپ ﷺ کی باتیں اور آپ ﷺ کے اوصاف ان کو بیان کرو، کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں، اور انبیاء کی خبر ان کے پاس ہے ہم اس سے ناواقف ہے۔

چنانچہ یہ دونوں مدینہ آئے اور یہودی علماء سے ملاقات کر کے آپ ﷺ کے متعلق پوچھا، آپ ﷺ کے اوصاف ان کو بتائے اور آپ ﷺ کی کچھ باتیں بھی ان کو سنائیں، ان سے کہا کہ آپ لوگ اہل تورات ہیں اسی لئے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں لہذا ہمیں ہمارے اس آدمی کے متعلق بتایئے۔

علماء یہود نے ان دونوں سے کہا: تم ان سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرو، اگر ان کے جواب صحیح دیدیئے تو واقعی وہ اللہ تعالی کے طرف سے بھیجے گئے نبی ہیں، اور اگر ان کا جواب نہیں دے سکے تو وہ خود ساختہ نبی ہیں پھر تمہیں جو مرضی ہو کرو۔

نمبر ا۔ ان سے پہلا سوال یہ کرو کہ پرانے زمانہ کے ان چند نوجوانوں کا کیا ہوا جو پراسرار طور پر کہیں غائب ہوگئے تھے، کیونکہ ان کا قصہ بڑا عجیب تھا۔

نمبر ۲۔ دوسرا سوال یہ پوچھو کہ اس آدمی کے متعلق تم کیا جانتے ہو جو روئے زمین کے مشرق سے مغرب تک پہنچ گئے تھے۔

نمبر ۳۔ تیسرا سوال روح کے متعلق کرو کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟

اگر ان سوالات کے جوابات دیدیں تو ان کی اتباع کرو کیونکہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط مکہ مکرمہ واپس آگئے اور نہایت غرور اور گھمنڈ کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اے قریش! ہم تمہارے اور محمدؐ کے معاملہ میں فیصلہ کن چیز لے کر آگئے ہیں، یہودی علماء نے ہم سے کہا ہے کہ تم چند چیزوں کے متعلق ان سے سوال کرو، اگر ان کے جوابات صحیح دیدیتے ہیں تو وہ نبی مرسل ہیں، اور اگر جواب نہ دے سکیں تو وہ خود ساختہ نبی ہیں پھر تمہاری مرضی تم جو چاہو ان کے ساتھ کرو۔

قریش اپنے بڑوں اور سرکشوں کے ساتھ نہایت غرور اور تکبر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، ان بدبختوں میں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط سب سے آگے تھے۔

انہوں نے کہا: اے محمد! ہمیں ان سوالات کا جواب دو، پھر انہوں نے علماء یہود کے سوالات آپ ﷺ کے سامنے رکھدیے، جن کے جواب میں اللہ تعالی نے سورہ کہف نازل فرمائی، جس میں ان نوجوانوں کا ذکر ہے جو پراسرار طور پر کہیں غائب ہوگئے تھے، اور اس آدمی کا بھی ذکر ہے جس نے روئے زمین کی سیر کی تھی یعنی ذوالقرنین، ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ سورہ اسراء آیت ۸۵۔

یعنی یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ بتادیجئے کہ روح کا معاملہ میرے پروردگار کے ہاتھ میں ہے تمہیں تو بہت کم علم دیا گیا ہے۔

قریش نامراد ہوئے انہوں نے غور و فکر و تدبر کر کے سازشیں تیار کرنا شروع کردیں، انہیں اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا جس میں انہیں ان کے دو سفیروں نے ڈال دیا تھا، ان کے لئے واحد سبیل یہ تھی کہ آپ ﷺ کی تکذیب وافتراء کرنے میں پہلے سے زیادہ سرکشی پر اتر آئیں، سب سے زیادہ ذلت ورسوائی کا سامنا نضر بن حارث کو ہوا تھا جسے اس سفارتی مشن سے کچھ حاصل نہیں ہوا سوائے اسکے اسے اللہ اور اس کے رسول اور عام مؤمنین سے لعنتیں ملیں۔

یہاں یہ بات ملاحظہ کرنی چاہئے کہ بدبخت نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کی سفارتی سرگرمیوں میں یہودیوں نے بھی کسی نہ کسی شکل میں آنحضرت ﷺ کو چیلنج کیا، نیز یہودیوں نے وہ سوالات بتلائے جو اندازے اور تخیل سے حل نہیں کئے

جا سکتے ہیں، ان کا جواب صرف اور صرف آسمانی وحی سے ہی ممکن تھا، سوالات جس طرح عناد پر اور فریقین کے آپ ﷺ کے خلاف اتفاق واتحاد پر مبنی تھے رب کائنات کی طرف سے جوابات اس طرح نہیں تھے بلکہ نہایت اعلیٰ وارفع اسلوب وانداز میں چیلنج کے ہر معیار سے بلند۔ مثال کے طور پر ذوالقرنین کے متعلق ان کے سوال کا جواب کس انداز سے دیا ملاحظہ فرمایئے ﴿قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ سورہ کہف آیت ۸۳۔

یعنی آپ ان کو بتایئے کہ ذوالقرنین کے متعلق میں تمہارے سامنے ایک ذکر کی تلاوت کرونگا۔

گویا جواب صرف خبر کا نام نہیں تھا بلکہ ایک ذکر اور عظیم واقعہ تھا آنے والی نسلیں اس کا تذکرہ کریں گی اور عبرت حاصل کریں گی، اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال بھی کیا جائے گا۔

نضر بن حارث کی رسول خدا کوایذارسانی

نضر بن حارث اپنے مکہ میں قیام کے دوران اسلام کے خلاف شر انگیزی کرتا تھا، رسول ﷺ کو برابر اذیتیں پہنچاتا تھا، شر وفساد کی اشاعت کرتا تھا، آنحضرت ﷺ جہاں کہیں جاتے یہ آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا تاکہ قریش کو راہ ہدایت سے روک سکے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس جیسے فاسقوں فاجروں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرتے تھے۔

علامہ ابن اسحاقؒ سیرت میں روایت کرتے ہیں:

ایک دن آنحضرت ﷺ مسجد میں ولید بن مغیرہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، نضر بن حارث بھی وہاں پہنچ گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اس مجلس میں قریش کے دیگر افراد بھی موجود تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ بات شروع کی تو نضر بن حارث بیچ میں بول پڑا، آپ ﷺ نے اس کو خاموش کردیا، پھر سب کے سامنے یہ آیت پڑھی ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ، لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَا وَرَدُوْهَا وَ كُلٌّ فِيْهَا خَالِدُوْنَ، لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ سورہ انبیاء آیت ۹۸و۱۰۰۔

یعنی: تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ وہ سب جہنم کے پتھر ہیں تم سب اس میں داخل ہو جاؤ گے، یہ اگر خدا ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، ان کی اس میں آوازیں ہوں گی وہ اس میں کچھ نہیں سنیں گے۔

نضر بن حارث وہاں سے چلا گیا، خدا کی لعنتیں ان کی دائیں طرف بائیں طرف اوپر اور پیچھے اور ہر جگہ سے پیچھا کر رہی تھیں۔

نضر بن حارث ان ذلتوں کا سامنا کرنے کے باوجود باز نہیں آیا، بلکہ وہ تو دنیا کا نظام درہم برہم کرنے پر تلا ہوا تھا، اس کے شیطان نے اس سے کہا کہ تم رسول خدا کو قتل کر دو، چنانچہ وہ موقعہ کی تلاش میں لگ گیا، ایک دفعہ اس نے آپ ﷺ کو مکہ میں ثنیۃ الحجون کے پاس اکیلا دیکھ لیا، اس نے اپنے دل میں کہا: مجھے اس جیسا سنہری موقع کبھی میسر نہیں آئے گا۔

پھر آپ ﷺ کے قریب پہنچا تاکہ آپ ﷺ کو قتل کر دے، اچانک اسے ایک کالا سانپ نظر آیا جو اپنی دم زمین پر مار رہا تھا اور منہ کھلا ہوا تھا، یہ الٹے پاؤں ڈرتا، خوف کھاتا اور ذلیل ہوتا ہوا واپس ہو گیا، راستہ میں ابو جہل سے ملاقات ہو گئی، اس نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟

نضر نے اسے اپنے خبیث ارادے اور رسول خدا کو قتل کرنے کی سازش کے بارے میں بتایا۔

ابو جہل نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: یہ بھی ان کا جادو ہے۔ (سیرت حلبیہ ۱/۵۱۸)

نضر بن حارث کی خباثت و مکاری کی ایک جھلک

مذکورہ بالا طریقوں کو استعمال کر کے جب نضر بن حارث کو کوئی فائدہ نہیں ہوا تو اس نے راہ خدا سے لوگوں کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا، اس نے مشرکین کے لیڈروں اور سرداروں میں آپ ﷺ کے خلاف زہر افشانی شروع کر دی، تاکہ وہ اپنی عداوت پر باقی رہیں، ان لیڈروں میں ابو احیحہ سعید بن عاص اموی بھی تھا۔

شروع شروع میں ابو احیحہ نبی کریم ﷺ کو ایذا نہیں پہنچاتا تھا، بلکہ وہ کہتا تھا: محمد کو

چھوڑ دو ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو، اگر وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہیں تو ہمارے درمیان ہوں گے دیگر قریش میں نہیں، اور اگر ان کی باتیں درست نہیں ہیں تو قریش ان کی اصلاح کرے گا تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب آنحضرت ﷺ اس کے یہاں سے گزرتے تو یہ کہتا: یہ تو آسمانی باتیں کرتے ہیں۔

نضر بن حارث کو خیال ہوا کہ ابواحیحہ تو صلح پسندوں میں ہے، اسے خدشہ ہوا کہ کہیں مسلمان نہ ہو جائے، یا قریش اس کی اتباع نہ کرے، کیونکہ قریش اس کی عزت و احترام کرتا تھا، نضر اس کے پاس آیا اور اپنے مخصوص انداز میں اس کے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیا، جس میں استہزاء، تعریف اور جذبات کو بڑھانا وغیرہ نمایاں تھے، اے ابواحیحہ !! مجھے معلوم ہوا کہ تم محمدؐ کے بارے میں شیریں زبان ہو، مجھے تم سمجھ دار آدمی لگتے ہو پھر کیسے تم ان کی تعریف کرتے ہو جبکہ وہ تو لات، منات، عزیٰ، ہبل اور دیگر تمام خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں، وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد اور ان کے طریقے پر چلنے والے سارے لوگ جہنمی ہیں، نیز یہ کہ جو لوگ ان کی اتباع نہیں کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی دھمکی بھی دیتے ہیں۔

ابواحیحہ نے نضر کی بات تسلیم کر لی، اور نبی کریم ﷺ سے اظہار عداوت شروع کر دی، آپ ﷺ کے دین پر الزام لگانا اور اس کی مذمت کرنا شروع کر دیا، بت پرستوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا تھا: ہم نے اس طرح کی باتیں نہ یہودی مذہب میں سنیں اور نہ نصرانی مذہب میں۔

نضر کو ان سے اپنی برباد شدہ عزت بحال ہوتی ہوئی محسوس ہوئی، قریش کو بھی ابواحیحہ کی باتوں سے تھوڑا بہت حوصلہ ملا، اس کی محمدؐ کے بارے میں سابقہ رائے سے رجوع کرنے پر ان کے دلوں کو تقویت ملی، اس کے پاس نضر بن حارث نہایت مکاری و عیاری سے حاضر ہوا اور اس کی آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا۔

بدبخت نضر قریش میں ابواحیحہ کی قدر و منزلت سے واقف تھا، ابواحیحہ مکہ میں ایک معزز آدمی تھا، جب وہ پگڑی باندھتا تو مکہ میں کوئی اس کی ہم رنگ پگڑی نہیں باندھتا تھا یہ اس کا غایت درجہ احترام کا اظہار تھا، اس کا لقب (تاجدار) تھا، اس کے متعلق شاعر ابو قیس بن السلت کہتا ہے:

تم جانتے ہو کہ مکہ میں ابواحیحہ غیروں کے حقوق ہضم نہیں کرتا لوگ اس کی مذمت نہیں کرتے تھے۔

جب کبھی پگڑی باندھتا اور مجلس یا خصومت کرنے والوں کی طرف جاتا تو اس دن مکہ میں آنے جانے والوں کے لئے وہ پگڑی ممنوع ہو جاتی تھی الا یہ کہ کوئی مریض ہو۔

قریش میں آپ کا نسب بڑا اعلی ہے، نہایت باوقار ہے زمانہ قدیم وجدید میں۔

ان کے دونوں طرف کے بال لٹک رہے ہیں تم ان کے مضبوط شاخوں کے مغز ہو۔

بڑا کریم ہے بنی لوی کے سرداروں میں سے ہے رات کو بالکل چاند کی طرح چمکتا ہوا تمام ستاروں سے بلند ہے۔

سنہ ۲ ہجری کو ابواحیحہ کا انتقال طائف میں ہوا، اس وقت اس کی عمر ۹۰ سال تھی۔

ابواحیحہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نضر بن حارث نہایت شریر انسان تھا مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا تھا، غزوہ بدر کے بعد اس کی ہلاکت مسلمانوں کے ہاتھوں واقع ہوئی۔

خدا کی قسم محمدؐ مجھے قتل کر دیں گے

نضر بن حارث کی عداوت راز ربوبیت کے امین سرکار دوعالم ﷺ کے خلاف جاری تھی، اس نے ایک دن بھی اظہار عداوت سے توقف نہیں کیا، یہاں تک جب آنحضرت ﷺ ہجرت کی نیت سے اپنے گھر سے نکل کر جا رہے تھے تو یہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جو آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، مگر اللہ تعالی نے اس کے اور اس کا طرز عمل اختیار کرنے والے دیگر کفار کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

جب لوگ اسلام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہ بھی نہایت گھمنڈ اور تکبر کے ساتھ ان کے ہمراہ روانہ ہوا، کفار کے پاس اس وقت تین پرچم تھے، ایک بدبخت نضر بن حارث کے ہاتھ میں تھا، ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں، تیسرا پرچم ابو عزیز بن عمیر کے پاس تھا، اس کے علاوہ یہ بدر

میں شرکت کے لئے اونٹ ذبح کرتا اور کفار کو کھلاتا تھا، بدر میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو نصرت عطا فرمائی، چنانچہ وہ بعض کافروں کو قتل کر رہے تھے اور بعض کو قید کر رہے تھے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قریش کے دونوں سفیر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط گرفتار ہوگئے، ان دونوں کو بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ دیا گیا، ان کی گرفتاری پر مسلمان خوش ہوئے، نضر بن حارث کو گرفتار کرنے والے صحابی حضرت مقداد بن اسودؓ تھے۔

آنحضرت ﷺ جب بدر سے واپس ہوئے تو راستہ میں مقام اثیل میں تمام قیدیوں کو آپؐ کے سامنے لایا گیا، آپ ﷺ نے نضر بن حارث کی طرف دیکھا تو وہ ایک دم کانپ گیا، اسے موت نظر آئی، اس نے اپنے برابر میں ایک آدمی سے کہا: خدا کی قسم محمدؐ مجھے قتل کر دیں گے کیونکہ انہوں نے میری طرف دو ایسی آنکھوں سے دیکھا ہے جن میں مجھے موت نظر آئی۔

اس کے برابر والے آدمی نے کہا: خدا کی قسم یہ تو صرف ان کا رعب ہے۔

نضر نے مڑ کر دیکھا تو اس کے قریب حضرت معصب بن عمیرؓ تھے، ان سے کہا: اے معصبؓ تم یہاں موجود لوگوں میں میرے سب سے زیادہ قریب ہو، تم محمدؐ سے بات کرو کہ میرے ساتھ بھی میرے ساتھیوں جیسا معاملہ کریں، اگر تم نے ان سے بات نہیں کی تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

حضرت معصبؓ نے جواب دیا: تم میرے بارے میں بہت کچھ کہتے تھے، اور نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی تم زبان درازی کرتے تھے، تم کافروں اور بدمعاشوں کو آپ ﷺ کے خلاف ورغلایا کرتے تھے۔

نضر نے نہایت بے آبرو ہو کر کہا: اے معصبؓ! تم ان سے یہ کہو کہ میرے ساتھ میرے ساتھیوں جیسا معاملہ کریں، اگر ان سب کو قتل کر دیا جاتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دیا جائے، اور اگر ان سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو مجھے بھی چھوڑ دیا جائے۔

حضرت معصبؓ نے جواب دیا: تم بھول گئے ہو کہ تم آپ ﷺ کے صحابہ کو ایذاء پہنچاتے تھے، اور ان کے خلاف کفار کو ورغلاتے تھے؟ نضر نے حضرت معصبؓ کو آمادہ کرنے اور انکی ہمت افزائی کرنے کی نیت سے کہا: سنو خدا کی قسم اگر تمہیں قریش گرفتار کر لے تو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی قتل نہیں کر سکے گا، کوئی شخص

تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت معصبؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم اس دفعہ تمہاری بات مجھے صحیح لگ رہی ہے، میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مسلمان ہونے کی وجہ سے اب تیرے اور میرے درمیان کوئی عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔

نضر کا قتل

نضر کو حضرت مقداد بن اسودؓ نے گرفتار کیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ اس کے فدیہ میں کثیر مال حاصل کریں، نضر کو جب قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو مقداد نے چیخ کر کہا: یہ تو میرا اسیر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر قلم کردو۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت مقداد کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! مقداد کو محض اپنے فضل و کرم سے (اس فدیہ سے بے نیاز کردے) حضرت علیؓ آگے بڑھے اور تلوار کا وار کر کے نضر کی گردن اڑادی، اس جگہ کا نام اثیل ہے جہاں نضر کو قتل کیا گیا، نضر بھی بڑے بڑے سرداران کفر و شرک کے ساتھ مر گیا جن کو بدر میں دوران جنگ ہلاک کیا گیا تھا، اور یہ سب اکٹھے جہنم میں داخل ہوں گے، جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ قریش کے دونوں خبیث سفیر نضر بن حارث اور عقبہ بن ولید کو گرفتار کرلیا گیا، اور مدینہ میں منصورین و فاتحین کی طرح داخل ہونے سے پہلے ان دونوں کا سر قلم کردیا گیا۔

مسلمانوں کو ان دونوں فاجروں و فاسقوں کے قتل پر خوشی ہوئی، اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان دونوں اور ان جیسے دیگر شرپسندوں کے ضرر سے محفوظ فرمالیا جو اسلام دشمنی میں حد سے تجاوز کر گئے تھے، اور نبی ﷺ و عام مؤمنین کی ایذاء رسانی میں تھکتے نہیں تھے۔

جنگی نقطۂ نظر سے ان دونوں شیطانوں و سرکشوں کا قتل واجب تھا، کیونکہ وہ صرف جنگی قیدی ہی نہیں تھے بلکہ جنگی جرائم کے بھی مرتکب ہوئے تھے، ان کا کام زمین میں فساد و تباہی پھیلانا تھا۔

کیا نضر کے قتل پر آپ ﷺ کو صدمہ ہوا؟

مختلف علمی مراجع و مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نضر کو قتل کیا گیا تو اس کی بیٹی قتیلہ بنت نضر (بعض روایات میں اس کی بہن قتیلہ بنت حارث) نے ایک مرثیہ کہا، اس مرثیہ قصیدہ کی بڑی تاثیر تھی، اس قصیدہ میں اس نے عتاب اور امید کا اکھٹے ذکر کیا تھا جس نے بھی یہ ذکر سنا اس کے دل میں غم اور شفقت کے ملے جلے جذبات پیدا ہوئے، ذیل میں ہم اس قصیدہ کو ذکر کرتے ہیں:

اے مسافر سن میری بات مقام اثیل پر صبح غارتگری ہونے کا اندیشہ ہے تو سلامت رہے۔

وہاں پر مرنے والے سے کہہ دے کہ تم سلامت رہو جبتک وہاں مسافروں کا آنا جانا ہے، میری طرف سے اسے پہنچا دے۔

خون میں لت پت اپنی جان کے ساتھ سخاوت کرنے والے کو۔

نضر کو میری بات سنی چاہئے بشرطیکہ مردے سنتے اور بولتے ہوں۔

اس کی برادری کے لوگوں کی تلواریں اسے مارتی رہیں، خدا کی قسم وہاں رحم و قرابت داری کے پردہ کو چاک کیا گیا۔

زبردستی اسے موت کی طرف کھینچ کر لایا گیا، وہ تھکا ہوا تھا، بیڑی میں جکڑا ہوا تھا، بندھی ہوئے حالت میں وہ مشقت محسوس کر رہا تھا۔

محمدؐ اور تم اپنی قوم کی شریف عورتوں کے بیٹے ہو، وہ جوان بھی ہے تو بڑا اعلیٰ نسب کا۔

آپ ﷺ کا کیا نقصان ہوتا اگر آپؐ اس پر احسان کرتے، بعض اوقات کسی جوان کے بداعمال ہونے کے باوجود اس پر احسان کیا جاتا ہے۔

جتنے لوگوں کو آپ ﷺ نے گرفتار کیا نضر ان میں سب سے زیادہ قریبی تھا آپؐ کا، اور آزادی کا زیادہ حق دار تھا اگر ان کو آزاد ہی کیا جاتا۔

اگر آپ ﷺ فدیہ قبول کرتے تو میں سب سے عزیز شیٔ فدیہ میں دیدیتی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو جب ان اشعار کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا (اگر یہ اشعار اس سے پہلے مجھ تک پہنچتے تو میں اس پر احسان کرتے

ہوئے اسے چھوڑ دیتا)۔

اس کے ایک عرصہ بعد قتیلہ مسلمان ہوگئیں، اپنے ایک قصیدہ میں آنحضرت ﷺ کی تعریف بھی کی، اس نے کہا:

ایک ہزار دینے والا اس کا بدلہ نہیں چاہتا سوائے اللہ تعالی کی رضامندی کے اور ایک عمل خیر کے۔

علامہ ابوالفرج اصبہانی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ قتیلہ کے اشعار بہترین، پاکیزہ، اور حکیمانہ اشعار تھے۔

یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قتیلہ کے اشعار میں شاعرانہ رنگ موجود ہے، میرے دل میں اس سلسلہ میں شکوک وشبہات ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اشعار اس کی طرف منسوب ہوں اسکے اپنے نہ ہوں، حصری نے اپنی کتاب (زہر الآداب) میں زبیر بن بکار کا قول نقل کیا ہے کہ:

میں نے بعض اہل علم کو ان ابیات پر تنقید کرتے ہوئے سنا، ان کا کہنا تھا کہ یہ ابیات مصنوعی ہیں۔

علامہ ابن منیر ان ابیات کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی طرف منسوب بات پر نہایت مناسب کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کے اس کلام (اگر ان اشعار کا مجھے اس سے پہلے معلوم ہوتا تو میں اس پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا) کا مقصد اظہار افسوس وندامت نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا کوئی بھی فعل یا عمل حق کے خلاف نہیں ہوتا، اور حق پر ندامت نہیں ہوتی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قتیلہ ان اشعار کے ذریعہ اس سے پہلے سفارش کرتی تو میں ضرور اس کی سفارش قبول کرتا، تو اس سے گویا سفارش وعاجزی کے قابل غور ہونے کی طرف تنبیہ فرمائی ہے، خصوصا اس پر کہ اگر کوئی اشعار کے ذریعہ سفارش کرتا ہے، کیونکہ مکارم اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ شاعر کی بات سنی جائے، اسے اپنی بات کہنے کا حق ہے۔

سب کو جہنم میں جمع کیا جائے گا

نضر بن حارث غلاظت وکفر کے رؤساء میں سے ایک رئیس تھا، بہت بڑا زندیق

تھا، ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالی کی ذات پر جھوٹ کا افتراء کیا تھا، نبی کریم ﷺ کو جھٹلاتا تھا، اس کا خیال تھا کہ قرآن مجید پہلے زمانہ کے لوگوں کی کہانی ہے ان کی جھوٹی خرافات اور قصے ہیں، قرآن نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

﴿وَقَالُوْا أَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اِكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا﴾ سورہ فرقان آیت ۵۔

یعنی: اور کافر قرآن کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ محض اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں جن کو اس نے کسی سے لکھوالیا ہے پھر وہی کہانیاں اسکو صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

ان باتوں کو دراصل شیطان مردود اور ملعون کافر نضر بن حارث کہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا:

اللہ تعالی نے نضر کے متعلق آٹھ آیتیں نازل فرمائی، جیسا کہ یہ آیت ﴿وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ﴾ سورہ مطففین آیت ۱۳۔

اور ہر وہ آیت جس میں پرانے زمانے کی کہانیوں کا تذکرہ ہے وہ نضر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس خبیث کے متعلق قرآن کریم میں ۳۲ بتیس آیتیں نازل کی گئیں ہیں۔

ان تمام برے افعال و اعمال کی وجہ سے نضر کو دنیا و آخرت میں رسوائی کا سامنا ہوا، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اسے کافر کہا ہے اور اس کا ذکر ان لوگوں کے ساتھ کیا، وہ اپنا مال اسلام دشمنی میں خرچ کیا کرتے تھے، اور بتایا کہ ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾ سورہ انفال آیت ۳۶۔

یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنا مال خرچ کرتے ہیں لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے یہ لوگ اپنا مال خرچ کرڈالیں گے پھر اس پر ان کو ندامت ہوگی پھر ان پر غلبہ پالیا جائے گا، اور جنہوں نے کفر کیا ان سب کو جہنم میں جمع کیا جائے گا۔

قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں نضر بن حارث کے کافر ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور اس کا شمار فاسق و فاجر کفار میں کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿سأل سائل بعذاب واقع، للكافرين ليس له دافع﴾ سورہ معارج آیت ا و ۲۔

یعنی ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا اس عذاب کے متعلق جو واقع ہو کر رہے گا، اس عذاب کو کافروں سے روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اس آیت کی تشریح میں علمائے تفسیر فرماتے ہیں: سائل سے مراد نضر بن حارث ہے، اس نے استہزاء کرتے ہوئے، مذاق اڑاتے ہوئے اس عذاب کے بارے میں پوچھا تھا جو کافروں پر واقع ہوگا، اس نے کہا تھا ﴿اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ سورہ انفال آیت ۳۲۔

یعنی اے پروردگار! اگر یہی حق ہے اور آپ ہی کی طرف سے ہے تو آپ ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے یا ہمارے اوپر ایک دردناک عذاب لے آئیے۔

اس نے جو مانگا تھا وہ اس پر واقع ہوا، بدر میں اطمینان کے ساتھ قتل ہوا، یہ تو دنیاوی عذاب اور رسوائی تھی، آخرت میں بھی اس پر عذاب واقع ہوگا کوئی اس عذاب کو اس سے دور نہیں کر سکے گا، یہ عذاب نار جہنم ہوگا۔

☆☆☆

حُیی بن اخطب

☆ یہودیوں میں سب سے زیادہ حیی بن اخطب نبی کریم ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھنے والا تھا۔

☆ غزوہ احزاب میں مشرکین اور یہودیوں کے مشترکہ حملہ کا اصل محرک یہی تھا۔

☆ یہود بنی قریضہ کو آپ ﷺ کے ساتھ کیئے گئے عہد و پیمان کو توڑنے پر اسی نے اکسایا تھا۔

☆ اس کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے بازار میں اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔

☆ اس کے بارے میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں جن میں اس کی مکاری و عیاری، حسد و کینہ اور خباثت سے پردہ ہٹایا گیا۔

حیی بن اخطب

حسد و کینہ کا گڑھ

نبی کریم ﷺ کی مدینہ آمد پر اہل مدینہ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی، مدینہ کا ہر شخص چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، لڑکے ہوں یا لڑکیاں، بچے ہوں یا بچیاں، پردہ والی ہوں یا کنواری ہر ایک خوش نظر آرہا تھا۔

اہل مدینہ نے نہایت محبت، اخلاص، توقیر و اجلال اور گرمجوشی کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا، یہ منظر انتہائی روح پرور تھا، اس جیسا احترام، قربانی و فداء، اظہار قوت کی نظیر کسی اور استقبال میں نہیں ملتی، سارا مدینہ نور و ہدایت سے جگمگا رہا تھا۔

اس عظیم الشان استقبال سے سب سے زیادہ یہودی بیزار تھے مدینہ میں اس وقت یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے۔ جن کے نام قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ تھے، اس ولولہ انگیز استقبال سے ان سب کی سانسیں رک رک کر آرہی تھیں، کیونکہ آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے یہودیوں کی حیثیت متاثر ہو رہی تھی جس کے سبب گھٹیا ترین بغض اور حسد و کینہ ان کے دلوں میں پیدا ہوا۔

یہودیوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا شروع کر دی، حسد و کینہ میں انسانیت کی تمام حدود پھلانگ کر خساست و کمینگی کے گڑھے میں جاگرنے لگے، اپنے دلوں میں حسد و کینہ کا متعفن و فاسد بیج بونا شروع کر دیا، حیاء و شرم اور مروت و اخلاق کے ہر مظہر سے عاری ہوگئے، آپ ﷺ سے حسد کرتے ہوئے خساست و دناءت و رذیلت کی راہ پر چلنے کو پسند کیا۔

یہودیوں میں حیی بن اخطب کو آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ حسد تھا، یہ بنی نضیر کے علماء میں سے تھا، اسے لوگ دیہاتوں اور شہروں کا سردار کہتے تھے، حسد

سے اس کا دل اندر ہی اندر تباہ ہو رہا تھا، حسد کی آگ اس کے جگر کو خاکستر کر رہی تھی، کیونکہ اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آمد پر سارا مدینہ آپ ﷺ کے سامنے جھک گیا ہے۔

جب سے آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے حیی بن اخطب نے آپ ﷺ سے ٹکر لینے اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کو پسند کیا، اس کی خباثت، بد ذہنی اور کینہ نے اسے راہ حق دیکھنے نہیں دی، حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اسلام کا پیغام حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن اس کے مکار و عیار نفس نے اسے راہ حق اختیار کرنے نہیں دیا، وہ اس نبی پر ایمان نہیں لایا جن کا ذکر یہودیوں کی کتاب تورات میں موجود ہے، اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ٹھیک اس وقت ظاہر ہونگے اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوں گے اور یہ کہ وہ خاتم الانبیاء والمرسلین بھی ہوں گے۔

جب تک میں زندہ ہوں ان کا دشمن رہوں گا

دشمن خدا حیی بن اخطب کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اس کی جبلت و طبیعت شر و فساد، فسق و فجور اور کفر و شرک کی دلدادہ تھی، ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ ہجرت کر کے آگئے تو حیی بن اخطب کے بھائی ابو یاسر بن اخطب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کا کلام سنا، آپ ﷺ سے گفتگو کی، پھر اپنی قوم میں واپس چلا گیا، وہاں قوم کو مخاطب کر کے کہا: اے میری قوم! بے شک اللہ تعالیٰ نے وہ چیز ظاہر کر دی ہے جس کا تمہیں انتظار تھا، لہذا تم ان کی اتباع کرو اور ان کی مخالفت نہ کرو۔

اس پر حیی بن اخطب (اس وقت قوم کا سردار) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، آپ ﷺ کی گفتگو سنی، پھر اپنی برادری میں واپس آگیا، اس زمانہ میں لوگ اس کی باتوں پر عمل کیا کرتے تھے۔

اس نے کہا: خدا کی قسم میں ایک ایسے شخص کے یہاں سے آرہا ہوں جس کا ہمیشہ دشمن رہوں گا۔

اس کے بھائی ابو یاسر نے اس سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! اس مسئلہ میں میری بات مان لو، اس کے علاوہ جس میں چاہو میری مخالفت کرنا، تم ہلاک نہیں

ہو گئے۔

حیی بن اخطب نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم میں کبھی تیری بات نہیں مانونگا۔

شیطان کا اس پر غلبہ ہو گیا تھا، لہذا اس کی قوم نے بھی اس کی اطاعت کی۔

علامہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ فرماتی ہیں:

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں قیام فرمایا، تو جلدی سے میرے والد حیی بن اخطب اور میرے چچا ابویاسر بن اخطب رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب وہ وہاں سے واپس ہوئے تو غروب شمس کا وقت ہو رہا تھا، وہ نہایت سست اور افسردہ نظر آرہے تھے، دھیمی رفتار سے چل رہے تھے، میں نے اپنے چچا ابویاسر کو سنا وہ میرے والد سے کہہ رہے تھے؟

کیا یہ وہی ہیں؟ یعنی اللہ کے پیغمبر۔

حیی نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ وہی ہیں۔

ابویاسر نے کہا: کیا تم ان کو جانتے ہو اور ان کو تسلیم کرتے ہو؟

حیی نے جواب دیا: جی ہاں۔

ابویاسر نے کہا: تمہارے دل میں ان کے لئے کس طرح کے جذبات ہیں؟

حیی نے جواب دیا: میرے دل میں ان کے لئے عداوت ہے، خدا کی قسم میں جب تک زندہ رہوں گا ان کا دشمن رہوں گا۔

میں ان کا کام بگاڑوں گا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ بہترین علماء یہود اور متقی حضرات میں سے تھے، یہودیوں کے عالم رہے ہیں، جب ان کو آپ ﷺ کی بعثت کی اطلاع ملی تو تورات و دیگر کتابیں نکال کر دیکھیں، اور ان میں آپ ﷺ کے نام و اوصاف، آپ ﷺ کا زمانہ، اور علامات نبوت وغیرہ کی جب تصدیق کرلی تو اس کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کیا، جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو جلدی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

امام احمدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے متعدد حوالوں سے عوف اعرابی سے، انہوں نے زرارہ بن ابی اوفی سے، انہوں نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ:

جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، میں بھی انہیں میں تھا، جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھا تو مجھے یقین آگیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، میں نے سب سے پہلے جو بات آپ ﷺ سے سنی وہ یہ تھی (اے لوگوں! سلام کو خوب پھیلاؤ، محتاجوں کو کھانا کھلاؤ، جب سب لوگ سو جائیں تو تم اٹھ کر نماز پڑھا کرو، بے خوف و خطر جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔

حیی بن اخطب اور بنی نضیر کی ایک جماعت بھی آپ ﷺ کے پاس آئی، انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا، اور یقین آگیا کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، لوگوں کی یہ کیفیت دیکھ کر حیی کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، اس نے اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

ہمارے اوپر ایک بہت بڑی مصیبت آ پہنچی ہے، کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت ہمارے انبیاء نے دی تھی ہے، یہی وہ ہیں جن کے اوصاف ہماری کتاب میں مذکور ہیں، یہ وہی ہیں جن کی آمد کا ہماری قوم نے ایک طویل عرصہ تک انتظار کیا؟ پھر اس نے ایک گہری سانس لی ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے ساتھ اس کی جان بھی نکل جائیگی، اس نے لوگوں سے کہا:

اے یہودیو! خدا کی قسم میں یثرب (مدینہ) میں ان کا کام بگاڑوں گا حتی کہ ان کو یہاں سے نکال دونگا، یا ان کے خلاف تمام عربوں کو ورغلاؤں گا، خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں ان سے دشمنی رکھوں گا۔

دوسری طرف آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں مسلم معاشرہ کی تأسیس واصلاح اور اس کی رہنمائی وارشاد میں مصروف ہوگئے آپ کا قائم کردہ اسلامی معاشرہ ظاہری ومعنوی اعتبار سے روز افزوں ترقی کرنے لگا، اس کی تعداد، قوت اور نظم وضبط میں اضافہ ہونے لگا، انصار نے اپنی باگ دوڑ آپ ﷺ کے ہاتھ میں دیدی، جن کے خلاف آپ ﷺ جنگ کرنے کا حکم فرماتے تھے ان سے جنگ کرتے تھے، اور جن سے

امن کا معاملہ کرنے کا حکم فرماتے ان سے امن کا معاملہ کرتے تھے۔

صرف یہی وہ بات نہیں تھی جس کا خدشہ حی بن اخطب کو تھا، اور جس کے خوف سے وہ حواس باختہ ہو رہا تھا، اس کا دل اندر ہی اندر سے کٹ رہا تھا، بلکہ اس کو جس چیز کا زیادہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا وہ یہ تھی کہ کہیں محمدؐ دائرہ ایمان میں یہودی علماء و اشراف کو جذب نہ کرلیں، وہ کہیں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لے آئیں، کہیں آپ ﷺ کی تصدیق نہ کرلیں، جس طرح عملاً ان کے سردار ابن سردار عالم بن عالم عبداللہ بن سلامؓ نے کیا ہے، پہلے اس کو اس کا علم نہیں تھا، جب علم ہوا تو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا اور ان کی ذات پر شدید تنقید کی۔

غداری اور خیانت کرنے والے

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قبول اسلام کے قصہ کو عبدالعزیز بن صہیب کے توسط سے، انہوں نے انس بن مالکؓ سے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام آئے اور کہا:

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ پیام حق لے کر آئے ہیں، ہر یہودی جانتا ہے کہ میں ان کا سردار ابن سردار ہوں، اور عالم بن عالم ہوں، آپ ان کو بلا کر میرے متعلق پوچھیں اور آپؐ ان کو نہ بتلائیں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، کیونکہ اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا تو میرے متعلق ایسی باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔

اللہ کے رسولؐ نے یہودیوں کو بلوایا وہ آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اے یہودیو! اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں، اور میرا پیغام بر حق ہے، لہذا تم لوگ ایمان لے آؤ۔

یہودیوں نے جواب دیا: ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟

انہوں نے جواب دیا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور ہم میں سب سے علم رکھنے والے کے بیٹے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسلام لے آئیں تو تم کیا کہو گے ؟ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

انہوں نے جوب دیا: ہرگز نہیں، وہ ایسا نہیں کرینگے، انہوں نے بھی یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام ان کے سامنے آجاؤ۔

عبداللہ ابن سلام سب کے سامنے آگئے، اور کہا: اے یہودیو! اللہ تعالی سے ڈرو، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے تم جانتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا پیغام حق پر مبنی ہے۔

سب یہودیوں نے جواباً کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ان سب کو اپنے یہاں سے نکال دیا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب عبداللہ بن سلام سب کے سامنے آئے تو حق کی شہادت دی۔

اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا: یہ ہمارا بدترین آدمی ہے اس کا باپ بھی بدترین تھا، پھر ان کی شان میں گستاخی کی۔

حضرت عبداللہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسی کا خطرہ تھا۔

یحی بن عبداللہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں نے آپ کو نہیں بتلایا تھا کہ یہ لوگ جھوٹے فاسق و فاجر، اور غدار و بہتان تراشی کرنے والے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے پر حیی بن اخطب اور دیگر یہودیوں کو بڑا غصہ آیا انہوں نے کہا: نبوت عربوں میں کہاں آسکتی ہے، یہ تمہارا آدمی تو خود ساختہ بادشاہ ہے، پھر ایک دوسرے کو نصیحت کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی تکذیب پر سختی سے عمل کرنا، لوگوں کو آپ ﷺ کے دین سے روکنا، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کا مذاق اڑانا، اور وہ آیات بینات جن کا نزول ان کے رب کی طرف سے ہوتا

ہے ان کا ادا کرنا۔

یہودیوں نے آپ ﷺ کو پہچانا مگر نہیں مانا

حیی بن اخطب ان یہودی علماء میں سے تھا جن کے پاس آسمانی کتاب کا علم موجود تھا، لہٰذا ان پر زیادہ لازم تھا کہ وہ آپ ﷺ پر اپنے رب کی طرف سے نازل کردہ رسالت پر ایمان لاتے، لیکن حسد، نافرمانی اور تکبر نے ان کو ایمان لانے نہیں دیا، ان کے دلوں کو حسد نے نگل لیا، ان کے قلوب پر غصہ کا غلبہ تھا، ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا جو ذکر آیا تھا اس میں تحریف و تبدیلی کی، اپنے قلوب میں آپ ﷺ سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔

یہاں یہودیوں کے ان سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ ﷺ سے حسد اور بغض رکھتے تھے جو آپ ﷺ سے اور آپؐ کے صحابہ سے بیہودہ باتیں کرتے تھے، بعض دفعہ جھگڑے کی نیت سے اور بعض دفعہ عناد و سرکشی کی بناء پر، اور بعض اوقات خود کو برتر سمجھ کر آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے، بہت زیادہ جھوٹ بولتے تھے اور آپ ﷺ پر بہتان باندھتے تھے۔

علامہ ابن اسحاقؒ نے اپنی سیرت میں ان کے نام کا ذکر کیا ہے، یہاں ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حیی بن اخطب نضری اللہ، رسول ﷺ اور تمام مؤمنین سے سب سے زیادہ عداوت رکھتا تھا، حیی کے دونوں بھائی ابویاسر بن اخطب اور جدی بن اخطب، کعب بن اشرف (اس کے حالات حصہ اول میں گزر گئے ہیں) سلام بن مشکم، کنانہ بن الربیع، سلام بن أبی الحقیق، عمرو بن جحاش، عبداللہ بن صوریا أعور، رافع بن أبی رافع، اور لبید بن عاصم وغیرہ ان سب نے آنحضرت ﷺ کو اچھی طرح جاننے کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا، ان کو معلوم تھا کہ جس نبی کا انتظار ہو رہا تھا وہ آپ ﷺ ہی ہیں، علامہ بوصیری نے قصیدہ ہمزیہ میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انہوں نے آپ ﷺ کو پہچانا لیکن نہیں مانا، بہت برا ہے اگر گواہان شہادت کو چھپاتے ہیں۔

کیا نور خدا کو پھونکوں سے بجھایا جا سکتا ہے جبکہ اس سے ہدایت و رشد حاصل کیا

جاتا ہو۔

ان کے ایسے دلوں کو اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دیں جو آپ ﷺ کے ساتھ حسد و بغض سے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہوں۔

حسد کا عذاب

حیی بن اخطب اور اس کے بھائی ابویاسر کو تمام یہودیوں میں عربوں سے سب سے زیادہ حسد تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو ایک امتیازی شان یہ عطا فرمائی تھی کہ محمد ﷺ ان میں سے تھے۔

یہ دونوں لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے ہر ممکن سعی کرتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ، فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ سورہ بقرہ آیت ۱۰۹۔

یعنی: بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر بنادیں اس لئے کہ ان کو تم سے حسد ہے، حالانکہ حق ان پر واضح ہوگیا ہے، لہٰذا آپ عفو و درگذر سے کام لیں، جبتک اللہ تعالیٰ کا فرمان آجائے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اس طرح یہ دونوں بھائی غمزدہ تھے اور عذاب میں مبتلا تھے، درد حسد سے بڑھ کر اور کونسا عذاب سخت ہوسکتا ہے جس سے ان کے دل کٹ رہے تھے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا رتبہ بہت ہی بلند ہے، کیونکہ لوگ جان گئے کہ آپ ﷺ محسود (جس سے حسد کیا جائے) ہیں، اور حیی اور اس کے بھائی کے حسد سے انہوں نے آپ ﷺ کے صاحب فضل و کمال ہونے پر استدلال کیا، اور سب سے بڑا فضل جس کا انکار نا ممکن ہے وہ یہ کہ اس پر دوسرے حسد کریں، حسد اس بات پر واضح دلیل ہے کہ محسود متنوع فضل و کمالات کا حامل ہیں، دوسری طرف حیی خلق خدا کے نزدیک قابل لعنت ہوا، یہی محسود کا مقصود اعظم ہے، ہم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ابلیس پر اس لئے نازل ہوا کیونکہ وہ حاسد تھا۔

یہی وجہ ہے کہ ملعون حیی بن اخطب اپنے حسد، فسق و فجور، تکبر اور حب جاہ

ومنصب کی وجہ سے اس شخص کی مانند ہو گیا جس نے حق کی طرف پتھر پھینکا تا کہ اسے نیست ونابود کردے، لیکن پتھر بجائے حق کو لگنے کے کہیں اور سے ٹکرا کر اس کی آنکھوں کی طرف واپس آیا اور اس کی داہنی آنکھ پھوڑ دی، جس پر اسے اور غصہ آیا، اس نے دوبارہ پتھر پھینکا جو واپس آکر اس کی دوسری آنکھ کو لگا اور وہ اندھا ہو گیا، اسے اور غصہ آیا، اس نے پھر پتھر اٹھا کر مارا، اب کے جو واپس آیا تو اس کے سر پر لگا اور اسے لہولہان کر دیا، جبکہ حق ہر مرتبہ محفوظ رہا، اور نقصان مارنے والے کا ہوا، حیی بن اخطب کے حسد نے غضب الٰہی کو دعوت دی جس کی بناء پر وہ داخل جہنم ہوا، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ: آگ کو اگر کھانے کے لئے کچھ نہ ملے تو اپنے بعض حصہ کو کھا جاتی ہے۔

ایک اور صاحب کا کلام ملاحظہ فرمائے:

آپ ﷺ کے دشمنوں کو موت نہ آئے تو بہتر ہے تا کہ وہ آپؐ کے کمالات دیکھ دیکھ کر کٹتے رہیں مسلسل لوگ نعمت خداوندی پر آپ سے حسد کرتے ہیں، کامل تو وہی ہے جو محسود ہو۔

آپ کا معاملہ ہم پر خلط ملط ہو گیا ہے

نبی کریم ﷺ نے کشادہ دلی کے ساتھ حیی بن اخطب اور دیگر یہودیوں کی ہر سرکشی، بدگمانی، تکذیب کو برداشت کیا، ان کو برداشت کرنا صرف صابر و قوت تحمل رکھنے والوں کا کام ہے، یہ اس کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلم و بردباری اور وسعت قلبی کی دولت سے نوازا ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان تمام اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا، جبکہ دوسری جانب حیی بن اخطب مسلسل آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے خلاف معاندانہ کارروائیوں میں مصروف تھا، مدینہ کے انصار قبائل اوس اور خزرج میں فساد برپا کرنے کے لئے ان میں پرانی دشمنیوں کو ہوا دے رہا تھا، تا کہ وہ دوبارہ اپنے قدیم مذہب بت پرستی کی طرف لوٹ جائیں یا پھر یہودی بن جائیں۔

حیی بن اخطب کی معاندانہ کارروائیوں کی ایک مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے جس کا مقصد حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا تھا، علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ حیی بن اخطب اور یہودیوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کے پاس آئے، انہوں نے آپ ﷺ سے کہا:

اے محمد! کیا آپؐ پر یہ آیت نازل نہیں ہوئی ہے (آلم)؟ سورہ بقرہ آیت ا۔

آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں نازل ہوئی ہے۔

انہوں نے پوچھا: کیا اللہ تعالی کے یہاں سے جبریلؑ یہ آیت لے کر آپ پر نازل ہوئے ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں۔

حیی بن اخطب اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: الف کا ایک نمبر، لام کے تیس نمبر، میم کے چالیس نمبر، مجموعہ ا۷ نمبر ہو گئے، کیا تم لوگ ایک ایسے دین میں داخل ہونا پسند کرو گے جس کی حکومت اور عوام کی عمر صرف ا۷ سال ہو گی؟

پھر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا: اے محمدؐ کیا اس کے علاوہ اور کوئی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (المص) سورہ اعراف۔

حیی بن اخطب نے کہا: یہ تو خدا کی قسم اس سے زیادہ بھاری اور طویل ہے، الف کا ایک نمبر، لام کے تیس نمبر، میم کے چالیس نمبر، ص کے نوے نمبر، یہ ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) سال ہو گئے۔

پھر کہا: اے محمد! کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (الر) سورہ یوسف آیت ا۔

حیی بن اخطب نے کہا: یہ تو خدا کی قسم اس سے زیادہ بھاری اور طویل ہے، الف کا ایک، لام کے تیس، راء کے دو سو، یہ کل ملا کر دو سو اکتیس (۲۳۱) سال ہو گئے۔

پھر اس نے کہا: اے محمدؐ! کیا اس کے علاوہ اور ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (المر) سورہ رعد آیت ا۔

حیی بن اخطب نے کہا: یہ تو اور زیادہ بھاری اور طویل ہے، الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، راء کے دو سو، یہ کل ملا کر دو سو اکھتر (۲۷۱) سال ہو گئے۔

پھر کہا: اے محمدؐ! آپؐ کا معاملہ ہم پر خلط ملط ہو گیا ہے، ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ کو کم عطا کیا گیا ہے یا زیادہ۔

پھر یہ لوگ اٹھ گئے، جاتے ہوئے کہنے لگے، اس کا معاملہ ہم پر خلط ملط ہو گیا ہے۔

ایک دوسری قسم کی مکاری

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حیی بن اُخطب کی مختلف قسم کی مکاریوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ نہایت مکر و دغابازی کے ساتھ یہودیوں اور بت پرستوں کو مؤمنوں پر ترجیح دیا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ تم محمدؐ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حیی بن اخطب اور اس کے ساتھی اس بات کو جانتے تھے کہ یہ غلط ہے لیکن اس لئے کہتے تھے کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا، وہ سرکش اور متعصب تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ﴾ سورہ نساء آیت ۵۲۔

یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی ہے۔ لعنت سے مراد رسوائی اور رحمت خداوندی سے دوری ہے۔

امام قتادہ فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ ﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ﴾ کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، ان کا تعلق یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر سے تھا، ان دونوں نے موسم حج میں قریش سے ملاقات کی، قریش نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمدؐ؟ اور پھر ہم خانہ خدا کے خدام و ساقی حرم بھی ہیں اور بلد حرام ہی میں رہتے ہیں۔

ان دونوں نے جواب دیا: تم محمدؐ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو، حالانکہ ان دونوں کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، صرف حسد و کینہ کی وجہ سے جھوٹ بولا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا﴾ سورہ نساء آیت ۵۲۔

یعنی: یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی، اور جن پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے تم ان کے لئے کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

یہ دونوں جب اپنی برادری میں واپس آئے تو لوگوں نے کہا: محمد کا زعم یہ ہے کہ تمہارے متعلق ایسی ایسی آیتیں نازل ہوئیں ہیں؟

ان دونوں نے جواب دیا: محمد نے سچ کہا ہے، خدا کی قسم ہمیں غلط بات کہنے پر ان سے ہمارے حسد اور بغض نے اکسایا تھا۔

بہر حال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجیں اس کا کوئی معین و مددگار نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلاً﴾ سورہ احزاب آیت ۶۱۔

یعنی: یہ لوگ ملعون ہیں جہاں بھی جائیں گے پکڑ لئے جائیں گے اور خوب کشت وخون کیا جائے گا ان کا۔

مذکورہ لعنت تو ان پر واقع ہے ہی اور آخرت میں اس سے زیادہ لعنت واقع ہو گی، آخرت کا دن ایسا ہے کہ اس میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو گا۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جان لو کہ یہ قوم اس لئے اس شدید لعنت کی مستحق ٹھہری کیونکہ بت پرستوں کو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے افضل قرار دے کر دراصل انہوں نے کبر اور علو سے متصف ہونے کا ثبوت دیا تھا، یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہو وہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرنے والے سے افضل اور برتر ہو؟ اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس کا مذہب ہی کلیۃً خالق کی خدمت اور دنیا سے اعراض ہو وہ اس شخص سے کمتر کیسے ہو سکتا ہے جس کا حال اس کے برعکس ہو؟

حیی بن اخطب کی رسول ﷺ خدا سے غداری

حیی بن اخطب نبی کریم ﷺ اور عام مسلمانوں سے جلتا تھا، عام یہودیوں کی بھی کم وبیش یہی کیفیت تھی، لیکن وہ جنگ وجدل پر اتر نہیں آئے تھے بلکہ سازشیں کیا کرتے تھے، کھلم کھلا اظہار عداوت و حسد تو کیا کرتے تھے مگر دغابازی و عیاری کے ذریعہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کیا کرتے تھے جبکہ عملاً جنگ اور مقابلہ سے دور رہتے تھے، دوسری طرف مسلمان اور یہودیوں کے درمیان عہد و پیمان موجود تھا اس کی بناء پر انہوں نے خاموش اور پر سکوت رہنے کو ترجیح دی۔

غزوہ احد کے بعد انہوں نے سر اٹھانا، غداری و دشمنی سے نقاب ہٹانا، اور

منافقین سے رابطہ کرنا شروع کر دیا، پھر مکہ کے مشرکین کے ساتھ خفیہ رابطے کرنے لگے اور مشرکین کے مفادات کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی حرکتوں پر صبر کا مظاہرہ کیا تو وہ اس کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت زیادہ حوصلہ مند ہو گئے، خصوصاً غزوہ بئر معونہ کے بعد سے، یہاں تک یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر نے حیی بن اخطب کی قیادت میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کی جسارت کی۔

واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر بنی نضیر کے پاس تشریف لئے گئے، تا کہ بنی عامر کے ان دو آدمیوں کی دیت کے تعاون کے سلسلہ میں ان سے بات چیت کریں جن کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا، یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین طے پانے والے معاہدہ کی روشنی میں یہ تعاون ان پر واجب تھا، انہوں نے جواب دیا:

اے ابوالقاسم ہم آپ کا تعاون کریں گے، یہاں پر بیٹھ جائیے کھانا کھائیے، اتنی دیر میں ہم آپ کا کام کر دیں گے، آپ ﷺ ان کے ایک مکان کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے، اور ان کے ایفاء عہد کا انتظار فرمانے لگے۔

دوسری طرف یہودیوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرنا شروع کر دیئے اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کر لی، ان کے بدبخت حیی ابن اخطب نے کہا:

اے یہودیو! یہ زندگی بھر کا بہترین موقع ہے ایسے موقعے کبھی کبھار ہاتھ آتے ہیں، اس آدمی کو اس طرح اکیلا اپنے دوستوں سے دور سوائے چند آدمیوں کی معیت کے کبھی نہیں پاؤ گے، حیی بن اخطب نے مزید کہا: کوئی ہے تم میں سے جو اس چکی کو لے کر چھت پر چڑھ جائے اور سیدھا ان کے سر پر گرا دے جس سے ان کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: کون ہے جو اس مکان کی چھت پر چڑھ جائے اور پھر ان پر ایک بھاری پتھر گرا دے اور ہمیں ان سے نجات دلا دے۔

ان کے بدترین شخص عمرو بن حجاش نے کہا: میں یہ کام انجام دینے کو تیار ہوں۔

ان کے ایک بڑے آدمی سلام بن مشکم نے کہا: تم لوگ ایسا کام مت کرو، خدا کی

قسم اللہ تعالی تمہارے ارادے سے ان کو مطلع کردیں گے، اور پھر یہ عہد شکنی بھی کہلائیگی جو تمہارے اور ان کے درمیان موجود ہے، مگر یہودیوں نے ان کی بات نہیں مانی اور اپنے ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا مکمل عزم کرلیا۔

بدبخت عمرو بن حجاش پتھر گرانے کے لئے چھت پر چڑھ گیا، فوراً جبریل امین رب العالمین کے حکم سے نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو ان کی سازش سے مطلع کردیا۔

آنحضرت ﷺ نہایت سرعت کے ساتھ اس جگہ سے ہٹ گئے اور فوراً مدینہ تشریف لے آئے۔

امام سبکیؒ اپنے قصیدہ تائیہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور آپ ﷺ کے پاس اس سازش کے سلسلہ میں وحی نازل ہوئی جسے بنی نضیر نے تیار کیا تھا، انہوں نے آپ ﷺ پر بھاری پتھر گرادینے کا ارادہ کیا تھا۔

مدینہ سے نکل جاؤ

یہ عظیم جرم جس کا مقصد رسول خدا ﷺ کو قتل کرنا تھا یہ ایک شخص حیی بن اخطب کا جرم نہیں تھا، بلکہ اس جرم کے کرتا دھرتا بنی نضیر کے بڑے بڑے لیڈر تھے، لہٰذا اسے انفرادی جرم قرار دے کر صرف ان افراد کا مواخذہ درست نہیں تھا جو اس کو نافذ کررہے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اس گھناؤنا سازش کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ نے محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو بنی نضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، تم ہمارے ساتھ یہاں مت رہو، تم لوگوں نے غداری کی ہے، میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس کے بعد تمہارا کوئی شخص یہاں نظر آیا تو اس کا سر قلم کردیا جائے گا۔

بنی نضیر کو مدینہ چھوڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آیا، کئی دن جانے کی تیاری میں صرف کردیئے، اس دوران رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ مت نکلو بلکہ قلعہ بند ہو جاؤ، میرے دو ہزار جنگجو اور ان کے علاوہ دوسرے عرب قبائل تمہارے ساتھ قلعہ بند ہونگے، اور جب تک ہمارا

ایک فرد بھی زندہ ہے مسلمان تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾سورہ حشر آیت ۱۱۔

یعنی کیا آپ نے نہیں دیکھا اے محمد ان لوگوں کو جو منافق ہیں اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تمہیں نکال دیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے خلاف ہم کسی کا حکم نہیں مانیں گے، اور اگر تمہارے ساتھ لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کرینگے، اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

پھر عبداللہ بن ابی نے ان سے کہا کہ یہ بنو قریضہ اور تمہارا حلیف قبیلہ غطفان بھی تمہارا ساتھ دے گا۔

اب یہودیوں کو اپنے اوپر اعتماد ہونے لگا، انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا فیصلہ کر لیا، ان کے سردار حیی بن اخطب کو رئیس المنافقین کی باتوں سے حرص پیدا ہوا، اس نے نبی کریم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم اپنے گھربار چھوڑ کر نہیں جائیں گے آپ کی جو مرضی ہو کریں۔ بنی نضیر کے ایک بڑے آدمی سلام بن مشکم نے اسے منع کیا کہ تم ایسا مت کرو تمہیں تمہارے نفس نے دھوکہ دیا ہے، عبداللہ بن ابی کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے، وہ تمہیں تباہی کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے تاکہ تم محمد سے جنگ کرو اور وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے، کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ عبداللہ بن ابی نے کعب بن اسد قرظی (بنو قریظہ کے سردار) کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں، مگر کعب نے جواب دیا کہ ہمارا ایک آدمی بھی عہد شکنی نہیں کریگا، چنانچہ ابن سلول بنی قریظہ سے مایوس ہو گیا ہے، اسی طرح ابن سلول نے اپنے حلیف بنی قینقاع سے اسی طرح کا وعدہ کیا تھا، جس کی بناء پر انہوں نے جنگ کی اور عہد شکنی کی، خود کو قلعوں میں بند کر لیا، اور ابن سلول کا انتظار کرنے لگے ادھر ابن سلول اپنے گھر میں بیٹھا رہا اور ان کی مدد کو نہیں پہنچا، نتیجہ یہ ہوا کہ محمدؐ نے ان پر فوج کشی کی، آخر کار ان کو محمدؐ کے فیصلہ کے تحت قلعوں سے اترنا پڑا، لہٰذا اگر ابن سلول اپنے حلیفوں کی مدد نہیں کرتا ہے حالانکہ یہ لوگ اس کا دفاع کرتے تھے تو پھر

ہمارے بارے میں اس کی بات کا کیا اعتبار ہے؟

حمی بن اخطب نے جواب دیا: (اس وقت اسے گناہ کے بدلہ عزت عزیز لگ رہی تھی) ہم صرف محمدؐ سے دشمنی یا جنگ کو پسند کرتے ہیں۔

سلام بن مشکم نے کہا: خدا کی قسم یہ ہماری جلاوطنی، مال و عزت کی تباہی، ہماری اولاد کی گرفتاری، اور ہمارے جنگجوؤں کے قتل کا سبب بنے گا۔

حمی بن اخطب نے جنگ کے سوا ہر حل کو مسترد کر دیا، بنی نضیر نے اس سے کہا: آپ جو کہیں گے ہمیں منظور ہوگا ہم آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

اس کے بعد حمی بن اخطب نے نبی کریم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہر گز نہیں جائیں گے، جب یہ پیغام آپ ﷺ کو موصول ہوا تو آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر لگایا، تمام مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبر لگایا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں نے جنگ کی دعوت دیدی۔

محاصرہ اور رسوائی

دس دن کی مہلت جو آپ ﷺ نے بنو نضیر کو دی تھی وہ گزر گئی مگر وہ اپنے گھروں سے نہیں گئے، مسلمانوں نے جنگ کی تیاری مکمل کرلی، جب مجاہدین جمع ہوئے تو آنحضرت ﷺ ان کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر دیا، حضرت علیؓ پرچم نبوی اٹھائے ہوئے تھے، جب وہاں پہنچ گئے، تو ان کا محاصرہ کرلیا۔

بنو نضیر قلعہ بند ہوگئے، انہوں نے وہاں سے نیزہ بازی اور سنگ باری شروع کردی، ان کے باغوں اور کھجور کے درختوں سے ان کو فائدہ پہنچ رہا تھا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو کاٹ دو اور آگ لگادو، یہودیوں نے جزع و فزع شروع کردی کہ اے محمد! آپ تو فساد سے روکتے ہیں اور فسادیوں کی ملامت کرتے ہیں، پھر کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور آگ لگانے کا کیا مقصد ہے؟

اس موقعہ پر ان کے شاعر سماک یہودی نے یہ شعر کہا:

کیا ہم کتاب حکیم کے وارث نہیں ہیں؟ موسی علیہ السلام کے دین پر نہیں ہیں؟ ہم نے اس سے انحراف نہیں کیا۔

تم بکریوں کے چرواہے ہو، مصیبت زدہ ہو، تہامہ کی نشیبی زمین میں رہتے ہو، خوفزدہ ہو۔

تم بکریاں چرانے کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہو، ہر زمانہ میں تمہارے اوپر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔

لہذا اے حاضرین ظلم اور سخت کلام کو چھوڑ دو۔

ہو سکتا ہے مرور ایام سے انصاف پسند عادل قبیلہ بنی نضیر کو قتل نہ کرے انہیں جلاوطن نہ کرے، ان کے کھجور کے درختوں کو نہ کاٹے جب کہ ابھی تک ان کے پھل بھی توڑے نہیں گئے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے مندرجہ ذیل اشعار کہا:

ان کو کتاب دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کی حفاظت نہیں کی، وہ تورات سے اندھے ہیں، برباد ہو گئے ہیں۔

تم لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جبکہ تمہیں نبی کی تصدیق کرنے والی کتاب دی گئی تھی۔

بنی لوی کے سرداروں کے لئے آسان ہے بویرۃ (بنی نضیر کی نخلستان) میں آگ لگانا جبکہ وہ تیار حالت میں ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ سورہ حشر آیت ۵۔

یعنی جو کچھ تم نے نرم شاخوں والے درختوں کو کاٹا یا ان کو اپنی جڑوں پر قائم حالت پر چھوڑ دیا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو رسوا کریں۔

بنی قریظہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی، عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان کے حلیف قبیلہ غطفان نے ان کے ساتھ خیانت کی، ان لوگوں سے ان کو کچھ حاصل نہ ہوا، ان کو بڑی مایوسی ہوئی، سلام بن مشکم اور کنانہ بن صوریا حیی بن اخطب سے کہنے لگے: عبداللہ بن ابی بن سلول کی مدد کا کیا ہوا؟

حیی نے ان کو جواب دیا: کیا کریں یہ چیز ہماری مقدر میں تھی۔

منافقین اور مشرکین میں سے کسی فرد بشر نے بنو نضیر کی ادنی مدد نہیں کی، اور نہ

ان کا دفاع کیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے قصہ کو تشبیہ دیتے ہوئے ان کی مثال اس طرح بیان فرمائی ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلإِنْسَانِ اكْفُرْ، فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيْءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ رَبَّ العَالَمِيْنَ ﴾ سورہ حشر آیت ۱۶۔

یعنی اس کی مثال شیطان جیسی ہے کہ اس نے انسان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کفر کرو جب اس نے کفر کیا تو شیطان نے کہا میں تجھ سے بری ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

بنی نضیر کی ملک بدری

محاصرہ زیادہ عرصہ کے لئے جاری نہیں رہا، صرف پانچ دن تک، بعض روایات کے مطابق پندرہ دن تک، اور بعض روایات کے مطابق بیس دن تک، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، مایوسی کی وجہ سے ان پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، چنانچہ وہ ہزیمت اٹھاکر ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہوگئے، انہوں نے اپنے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کے مال و جان اور اولاد کے لئے امن طلب کرے جبتک وہ مدینہ سے نکل نہیں جاتے اور ایک اونٹ جتنا وزن اٹھا سکے اتنا مال لے کر جائیں گے، البتہ اسلحہ لے کر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

چنانچہ ان شرائط پر وہ قلعوں سے نیچے آئے، اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کیا، بعض لوگ اپنی کھڑکی کی لکڑی اور دروازہ کے کواڑ سے اپنے مکان کو منہدم کررہے تھے، اور ان کو اونٹوں پر لاد کر لے جارہے تھے، اخیر میں عورتوں اور بچوں کو چھ سو اونٹوں پر سوار کرکے لے گئے، ان کے بڑوں اور اکثریت نے وہاں سے کوچ کیا، جن میں حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق بھی تھے، سب نے خیبر میں جاکر سکونت اختیار کرلی، کچھ لوگ ملک شام کی طرف بھی چلے گئے، ان میں سے صرف دو آدمی مسلمان ہوئے، ایک کا نام یامین بن عمیر اور دوسرے کا نام ابوسعد بن وہب تھا، انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: خدا کی قسم جب تمہیں معلوم ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم انتظار کس بات کا کریں جلدی سے ایمان لاکر اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیتے ہیں، چنانچہ ان دونوں نے رات کے وقت قلعہ سے نیچے اتر کر اسلام قبول کیے اور اپنے اموال کو محفوظ کرلیے۔

آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے اسلحہ پر قبضہ کر لیا، اس طرح ان کی زمین مکان اور اموال پر بھی قبضہ ہو گیا، بنو نضیر سے مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا ، پچاس درعے، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں قبضہ میں آئیں۔

غزوہ بنو نضیر ربیع الأول سنہ ۴ ہجری میں پیش آیا، اللہ تعالی نے اس غزوہ کے متعلق کامل سورہ حشر نازل فرمائی، جس میں یہودیوں کو مدینہ سے نکالنے اور منافقین کے مسلک کی توہین کا ذکر آیا، مال فئی کے حکم کا بیان ہوا، مہاجرین اور انصار کی تعریف کی گئی، اسی طرح سے جنگی مصلحت کے پیش نظر دشمن کی زمین پر قطع و برد کو جائز قرار دیا گیا، اور یہ واضح کیا گیا کہ یہ فساد فی الأرض میں داخل نہیں ہے، اس طرح اس سورت میں مؤمنین کو تقوی اختیار کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی نصیحت کی گئی، اس سورت کا خاتمہ ذات باری تعالی کی مدح و ثناء اور اللہ تعالی کے اسماء و صفات کے بیان سے کیا گیا، حضرت ابن عباسؓ سورہ حشر کے متعلق فرمایا کرتے تھے، کہ اسے سورۃ النضیر کہا کرو۔

علامہ بوصیریؒ نے بنو نضیر کے قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہا:

منافقین سے ان کو دھوکہ ہوا، نفاق تو بے وقوف اور بدبخت کے ساتھ کام آتا ہے۔

ان لوگوں کو منع کیا گیا تھا لیکن قوم باز نہیں آئی، اور نیکی کا حکم کرنے والوں اور برائیوں سے روکنے والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

حشر و جمع کی ابتداء میں انہوں نے انکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، نہ ان کا وعدہ سچ ہے اور نہ ان کی قسم۔

رعب و بربادی ایسے دلوں پر چھا گئے جن کے لئے جلاوطنی موت کا پیغام لے کر آئی۔

یہودیوں کا ابو جہل

حیی بن اخطب بڑا منحوس آدمی تھا، یہ اپنی قوم کے لئے باعث نحوست تھا اور بنی قریظہ کے لئے بھی یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا گیا۔ اس کو سرداری اور معزز کہلانے

کا بڑا شوق تھا، یہ قریش کے ابو جہل سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔

یہ بالکل درست ہے کیونکہ یہودیوں کے ابو جہل حیی بن اخطب ان بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں کا براہ راست ذمہ دار تھا جو یہودیوں پر نازل ہوئیں، بلکہ اسی شخص کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ شکست خوردہ مشرکین اور فجار و فساق یہودی غزوہ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف مجتمع ہو گئے۔

اس منحوس بدبخت کو اس کی قوم بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد جزیرۃ العرب پر سکون ہو جانا اچھا نہیں لگا، یہودیوں کے ابو جہل اور عام یہودیوں نے مختلف انواع کی ذلتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنے کے باوجود سرکشی اور طغیانی سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا، عہد شکنی اور رسول خدا کو قتل کرنے کی سازش کے انکشاف ہونے کے بعد جن حالات کا ان کو سامنا کرنا پڑا ان سے عبرت حاصل نہیں کی۔

خیبر کی طرف ان کو ملک بدر کیے جانے کے بعد وہ اس بات کا بغور جائزہ لینے لگے کہ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین جو جھڑپیں جاری ہیں ان کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، مگر ان کی تمام تمنائیں خاک میں مل گئیں۔

جیسے جیسے دن گزر رہے تھے مسلمانوں کی شان و شوکت اور سلطنت میں اضافہ ہو رہا تھا، جس سے یہودی بہت سخت جلتے تھے، حسد اور کینہ کی آگ ان کے دلوں کو جلا کر خاکستر کر رہی تھی، سب سے زیادہ ان کے بدبخت فاجر و فاسق حیی بن اخطب کو تکلیف ہو رہی تھی، چنانچہ انہوں نے نئے سرے سے مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا شروع کر دی، اور ایسا منصوبہ تیار کیا جس سے مسلمانوں پر کاری ضرب لگا سکیں اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے، چونکہ مسلمانوں کے ساتھ براہ راست مقابلہ کرنے کی جرأت ان کے اندر نہیں تھی اس لئے انہوں نے ایک خطرناک سازش تیار کی۔

یہی وہ وقت تھا کہ جس کے بعد مدینہ منورہ سے ان کی جڑوں کو اکھیڑ کر صاف کر دینے کا سلسلہ شروع ہوا، کیونکہ معاشرہ کے خبیث امراض کا سبب یہی لوگ تھے جہاں بھی یہ لوگ پہنچتے وہاں پر مصائب و مشاکل اور آفات و بلاؤں کا باعث بنتے تھے، لہذا ضروری تھا کہ شر و فساد کی جڑ اور ہر رسوائی و ذلت کے محرک اور خباثت و غداری اور فسق و فجور کے سرغنہ حیی بن اخطب کو ختم کر دیا جائے۔

احزاب کے اجتماع کا محرک حیی بن اخطب

یہودیوں کے ابو جہل اور عام بنی نضیر کے مدینہ سے اخراج سے ان کو دلی تکلیف پہنچی تھی، اور ان کو نبی کریم ﷺ پر سخت غصہ آرہا تھا جنہوں نے ان کو ان کی خباثتوں کے باعث ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔

ان تمام امور کے باعث ان کے ذہن میں انتقام کا خیال آیا، اپنی دلی آرزو کا اپنے گرد کے فاسق یہودیوں کے سامنے اظہار کیا، چنانچہ سب کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں لگ گئے جس سے آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو نیست ونابود کر سکیں اور اس نور کے چراغ کو گل کردیں جس سے پوری دنیا منور ہو رہی تھی۔

حیی بن اخطب جانتا تھا کہ قریش اور دیگر دیہاتی عرب اس دعوت کو پسند نہیں کرتے ہیں، لہذا اس نے ان قوموں کو مجتمع کرنے کا فیصلہ کرلیا تاکہ یہ سب مل کر رسول خدا اور آپ ﷺ کے صحابہ پر فیصلہ کن حملہ کر کے ان کو اور یہودیوں کو اس دعوت سے نجات دلادیں۔

یہ سوچ تھی حیی بن اخطب اور عام بنی نضیر کے یہودیوں کی، اس خبیث ارادہ کے تحت انہوں نے کام کرنا شروع کردیا جس کے نتیجہ میں غزوہ احزاب پیش آیا۔

غزوہ احزاب یا خندق کی کڑیاں یہودیوں سے ملتی ہیں جنہوں نے حسد، کینہ اور بغض کی بناء پر مسلمانوں کے دشمنوں کو ورغلایا تھا تاکہ مسلمانوں اور دعوت اسلام کا خاتمہ ہو جائے، جنگ کی آگ انہوں نے بھڑکائی تھی، اس کا پرچم بردار یہی لوگ تھے، اور ساری کارروائی انہوں نے چلائی۔

خبیث ترین یہودی کافر اور ابو جہل حیی بن اخطب نے ان کو مجتمع کیا، جب کہ دیگر خُبثاء سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع، ابن ابی حقیق وغیرہ نے اس کا ساتھ دیا، یہ لوگ حسد اور کینہ کی آگ میں جل کر انسانیت سے عاری ہو کر یہ کام انجام دے رہے تھے۔

شیطانی وفد

مشرکین عرب کو مجتمع کرنے کا خیال یہودیوں کے سربراہوں کے ذہن میں آیا

تھا، اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہودیوں کے سردار حیی بن اخطب کی قیادت میں ایک وفد مکہ روانہ ہوا، وہاں ان کے لیڈروں سے ملاقات کی، ان سے کہا: دیکھو ہم یہاں تمہارے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں ہم محمد کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔

قریش کے لیڈروں نے ان سے نہایت احمقانہ سوال کیا۔ انہوں نے کہا: تم لوگ اہل کتاب ہو اور ہمارے اور محمد ﷺ کے مابین جو واقعات پیش آئے تمہیں ان کا علم ہے، تم یہ بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمدؐ کا؟

یہودیوں نے ان احمقوں پر فتح کا احساس کرتے ہوئے جواب دیا: بلکہ تمہارا دین بہتر ہے، اور تم حق کے زیادہ قریب ہو بہ نسبت ان کے۔

یہاں سے یہ شیطانی وفد قبیلہ غطفان کی طرف روانہ ہوا، وہاں جاکر ان کو بھی اسی چیز کی طرف دعوت دی جس کی دعوت قریش کو دی تھی، غطفان نے اس کی دعوت قبول کرلی، پھر یہ شیطانی وفد ان کے منحوس سردار حیی بن اخطب کی قیادت میں تمام قبائل عرب کے پاس گیا، ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کی، بہت سے قبائل نے اس کی بات قبول کرلی، اس طرح یہودیوں کے ابوجہل کو حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف کفار کو مجتمع کرنے کی جدوجہد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جب کفار مشرکین اور یہودیوں کی تمام جماعتیں اور احزاب جمع ہوگئیں تو ایک مقررہ میعاد میں انہوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا، اس لشکر میں دس ہزار جنگجو تھے جس کی قیادت ابوسفیان بن حرب کررہے تھے، گھوڑوں کی تعداد تین سو اور اونٹوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔

ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ کو ایک خط لکھ کر اطلاع دی کہ ہم ایک عظیم لشکر کے ساتھ تمہارے اوپر حملہ آور ہورہے ہیں، ابوسفیان نے خط میں لکھا:

امابعد! آپ نے ہمارے پہلوانوں کو قتل کردیا ہے، ہمارے بچوں کو یتیم بنادیا ہے، عورتوں کو بیوہ کردیا ہے، اب مختلف قبائل اور گروہ مجتمع ہوگئے ہیں سب آپ کے خلاف لڑنا چاہتے ہیں آپ کے اثرات کو ختم کردینا چاہتے ہیں، بے شک ہم آپ تک پہنچ رہے ہیں ہم آپ سے مدینہ کی آدھی فصلوں کا مطالبہ کررہے ہیں اگر آپ نے ہمارا مطالبہ منظور کرلیا تب تو ٹھیک ہے ورنہ خبردار ہوجاؤ ہم آپ کے گھربار اور

فصلوں کو تباہ کردیں گے، شعر:

نزار کے مختلف قبائل لات کی مدد کے لئے خانہ کعبہ میں جمع ہو گئے ہیں۔
قریش کے بہادر جنگجو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر آ گئے ہیں۔

آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مشورہ کریں

آنحضرت ﷺ کو افواج کفر کی نقل وحرکت کی خبر پہنچ گئی، آپ ﷺ نے مشورہ کے لئے ایک مجلس منعقد کی، جس کو آپ ﷺ نے دشمن کی نقل وحرکت اور ان کی مدینہ کی طرف روانگی کی اطلاع دی، اور اس سلسلہ میں ان سے مشورہ طلب کیا کہ کیا مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا مدینہ کے اندر رہتے ہوئے اس کی گذر گاہوں، دروں اور مکانات کی چھتوں پر سے دشمن پر حملہ کیا جائے؟

طویل مناقشہ ومباحثہ کے بعد اہل شوری حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر متفق ہو گئے، حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہم ملک فارس میں رہتے تھے وہاں پر اگر دشمن ہمارا محاصرہ کر لیتا تو ہم خندق کھود لیتے تھے۔

یہ ایک بہترین مشورہ تھا عربوں کو اس کی خبر نہیں تھی، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو یہ رائے بہت پسند آئی، نہایت مسرت کے ساتھ اسے قبول کیا، مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کو ترجیح دی، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نہایت محنت کے ساتھ خندق کھودنے کا حکم دیا، اور اس دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کو کہا جو اوپر نیچے ہر طرف سے حملہ آور ہونے والے تھے، اگر انہوں نے مصائب پر صبر کیا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے صرف اللہ تعالی سے مدد طلب کی تو نصرت خداوندی کی نوید سنائی۔

آنحضرت ﷺ نے خود تکالیف اور شدائد پر صبر کا مظاہرہ کیا، آپ ﷺ بھی خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام کے ساتھ تھے، جس سے ان کے عزائم کو تقویت ملی، نہایت چستی کے ساتھ اور ایک دوسرے سے کار خیر میں سبقت لے جانے کی غرض سے خوب محنت کی، تاکہ فضل خداوندی، رضاء الہی، ثواب اور خیر کثیر حاصل کریں، مسلسل چھ دنوں تک خندق کی کھدائی میں مصروف رہے، جیسا کہ علامہ ابن سعد نے

طبقات میں اور سمہودی نے وفاء الوفاء میں ذکر کیا ہے۔

حیرت انگیز کارنامہ

جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو نہایت تکبر اور گھمنڈ کے ساتھ کفار کی جماعتیں نمودار ہونے لگیں۔

جب جبل احد کی طرف سے ان کے ہراول دستے آگے بڑھنے لگے، اچانک انہیں اپنے سامنے خندق نظر آئی، جوان کا راستہ روکے ہوئے تھے، یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا عربوں نے اس سے پہلے یہ چیز نہیں دیکھی تھی، وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: یہ ایسی چال ہے کہ اس سے پہلے عربوں کے یہاں کہیں بھی اس کا رواج نہیں تھا۔

کفار کے مختلف دستے اس عجیب و غریب بند کے سامنے مضطرب اور بے چین نظر آنے لگے، حیران و پریشان کھڑے رہے، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں، وہ اس نیت سے آئے تھے کہ یہ جنگ صرف ایک دن یا دو دن کی ہوگی پھر مال غنیمت لے کر واپس لوٹیں گے، یہاں آکر پتہ چلا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے چنانچہ انہوں نے خندق کے سامنے جبل احد کی ایک طرف پڑاؤ ڈالا اور غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔

دوسری طرف آنحضرت ﷺ نے مجاہدین کے ہمراہ جبل سلع کے پاس پڑاؤ ڈالا، اب خندق طرفین کے درمیان ہوگئی، اور مدینہ سامنے ہوگیا، مدینہ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا لہذا قلعہ جیسا لگ رہا تھا، مسلمانوں نے عورتوں بچوں اور کمزوروں کو یہود بنی قریظہ کی بدعہدی کے خوف سے محفوظ مکانات میں منتقل کر دیا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ مدینہ کی حفاظت کے لئے مسلح محافظوں کو روانہ فرماتے تھے، علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سلمہ بن اسلم کے ساتھ دوسو افراد کو اور زید بن حارثہ کے ساتھ تین سو افراد کو روانہ فرماتے تھے، یہ حضرات وہاں جاکر بنو قریظہ کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتے تھے، تاکہ بنو قریظہ کے دل میں بدعہدی کا خیال نہ آئے اور مدینہ اور مدینہ میں رہ جانے والی عورتوں مردوں اور بچوں پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔

یہودیوں کے ابوجہل کی ایک اور قمار بازی

فریقین خندق کے دونوں طرف ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوگئے، احزاب نے بہت زیادہ انتظار کیا، طرفین کے مابین جنگ صرف اتنی ہو رہی تھی کہ دور دور سے ایک دوسرے پر تیر پھینکتے تھے، حیی بن اخطب کو خدشہ ہو رہا تھا کہ کہیں یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے، احزاب زیادہ دنوں تک اقامت سے تنگ نہ آجائیں کیونکہ سردی کا موسم ہے اور یہاں کی زمین بے آب و گیاہ ہے۔

اس مرتبہ کسی نہ کسی طرح حیی بن اخطب اور عام یہودیوں نے کوشش کر کے مختلف احزاب کو جمع کر لیا تھا تاکہ ان کو مدینہ سے نکالے جانے کا انتقام لیں، اور اگر احزاب یہاں سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں تو اس طرح کا موقعہ دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا، اور اگر احزاب یہاں سے واپس چلے جاتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کو غلبہ حاصل ہو جائے گا جو مستقبل میں یہودیوں اور حیی بن اخطب کے لئے تباہی و بربادی کا باعث ہوگا۔

یہودی ابوجہل حیی بن اُخطب نے اس ساری صورتحال کو بھانپ لیا، اپنے انجام سے اسے خوف آنے لگا، اس نے سوچا کہ اب ایک ہی تیر ہمارے کمان میں رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بنی قریظہ کے توسط سے مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے جبکہ اس وقت تک بنی قریظہ اپنے عہد پر قائم تھے، اس نے احزاب کے لیڈروں سے کہا کہ میں بنی قریظہ کو عہد شکنی پر آمادہ کر لونگا، اگر انہوں نے ایسا کیا تو ہم مدینہ میں ان کی جہت سے داخل ہو سکتے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔

بنی قریظہ کو حیی ورغلاتا ہے

بدبخت یہودی ابوجہل حیی بن اُخطب بنی قریظہ سے بات چیت کرنے کے لئے روانہ ہوا تاکہ اپنی بداعمالیوں میں ایک اور عمل بد کا اضافہ کرے اتنے سارے احزاب کو نبی کریم ﷺ کے خلاف جمع کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا، اس نے بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی سے ملاقات کی، کعب کو جب حیی کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، اور دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا، حیی سے کہا: تیرا بیڑا

غرق ہو، تو بڑا منحوس آدمی ہے، میرے اور محمدؐ کے درمیان معاہدہ موجود ہے، میں کبھی بھی عہد شکنی نہیں کروں گا کیونکہ ہمیشہ میں نے ان سے سچائی اور وفاداری ہی دیکھی ہے۔

لیکن یہ بدبخت حیی بن اُخطب کعب بن اُسد کے سوءِ معاملہ سے مایوس نہیں ہوا، اور نہ آنحضرت ﷺ کی تعریف و مدح سرائی کا اس پر کوئی اثر ہوا، بلکہ مسلسل اسے راضی کرنے کے لئے اس کے دل میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے اسے بخل کا طعنہ دینا شروع کر دیا، آخر کار کعب نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا، جیسے ہی یہ اندر داخل ہوا اس نے کہا:

تیرا ناس جائے اے کعب! سارے زمانہ کی عزت لے کر تیرے پاس آیا ہوں قریش اپنے زعیموں اور لیڈروں کے ساتھ یہاں موجود ہیں، میں ایک ایسا جوش مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

ان سب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو صفحہ ہستی سے نہ مٹادیں۔

کعب بن اُسد نے جواب دیا: خدا کی قسم تم جہاں بھر کی ذلت لے کر آئے ہو، تم ایسا بادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ گیا ہے، وہ گرجتا چمکتا ہے مگر اس میں کچھ نہیں ہے، تیرا برا ہو، تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، مجھے تیری ضرورت نہیں ہے میں نے محمدؐ سے صرف سچائی اور وفا دیکھی ہے۔

لیکن حیی نے کعب کو دھوکہ دینا اور اسکے ساتھ سودے بازی کرنا شروع کر دیا، آخر کار اس نے وعدہ کر لیا کہ اگر قریش اور غطفان محمدؐ کو نقصان پہنچائے بغیر چلے گئے تو اسے قلعہ میں داخل کر لے گا اور جو مصیبت اس پر نازل ہو گی وہ کعب پر بھی نازل سمجھی جائے گی۔

کعب بن اُسد نے حیی کی بات مان کر عہد شکنی کی، نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو معاہدہ طے پایا تھا اس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا، صلح نامہ پھاڑ دیا، اپنی قوم کے بڑوں کو جمع کیا، جن میں شاس بن قیس، عزال بن میمون، عقبہ بن زید وغیرہ شامل تھے، ان سب کو عہد شکنی سے مطلع کیا، اور بتایا کہ ہم نے وہ صلح نامہ پھاڑ دیا ہے جو نبی کریم ﷺ

اور ان کے درمیان ہوا تھا، جب اللہ تعالیٰ کو ان کی ہلاکت منظور تھی تو معاملہ ایسے ہی مکمل ہوا، حیی بن اخطب کو یہودیوں میں قریش کے ابوجہل بن ہشام سے مشابہت دی جاتی تھی، کیونکہ یہ اس کی طرح سرکش، شرپسند، اور کبر و گھمنڈ کا دلدادہ تھا۔

ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں

آنحضرت ﷺ عہد شکن یہودی مزاج وعادت سے واقف تھے، آپ ﷺ ان کے وعدوں سے مطمئن نہیں رہتے تھے کسی بھی وقت ان کی طرف سے غداری کا خطرہ محسوس کرتے تھے، اس وقت آپ ﷺ احزاب کا سامنا کر رہے تھے، گویا آپ ﷺ کو درپردہ غداری کا عمل انجام پانے کا احساس ہوگیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ، خوات بن جبیر اور اسید بن حضیر کو ان کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا: ان کے پاس جاکر دیکھو کہ ان کے متعلق جو بات مجھے پہنچی ہے وہ درست ہے یا غلط؟ اگر درست ہے تو تم اشارہ کنایہ سے مجھے بتاؤ سب کے سامنے کھل کر مت بیان کرو، اور اگر وہ عہد پر قائم ہیں تو سب کے سامنے کھل کر بتاؤ۔

چنانچہ یہ وفد بنی قریظہ کے پاس گیا اور وہاں ان کے حالات کا جائزہ لیا، انہیں معلوم ہوا کہ یہ اس سے بھی بری حالت ہے جس کی اطلاع آپ ﷺ کو ملی تھی، ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کے متعلق یہودیوں سے بات چیت کی تو کہنے لگے: کون اللہ کے رسول ہیں؟ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، یہ حضرات وہاں سے واپس لوٹ گئے۔

دونوں سعد اور دیگر صحابہ کرام نے واپس آکر حسب ہدایت اشارہ وکنایہ سے آپ ﷺ کو بتایا، انہوں نے کہا: عضل اور قارہ جیسی حالت ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبیلہ عضل اور قارہ نے غداری کی اصحاب رجیع کے ساتھ اسی طرح انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ غداری کی ہے۔

باوجود اس کے کہ ان حضرات نے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں کو اندازہ ہوگیا کہ بنی قریظہ نے عہد توڑ دیا ہے، جس سے انہیں اپنے سامنے عظیم خطرہ کا احساس ہونے لگا، جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔

شدت آزمائش

مختلف احزاب اور جماعتوں نے مسلمانوں کا محاصرہ کرلیا ہے، مسلمانوں کے اوپر نیچے ہر طرف سے دشمن ہی دشمن ہیں، بڑی سخت آزمائش کا وقت ہے، مسلمانوں پر یہ وقت بہت گراں گزرا، ان کی آنکھیں پتھرا گئیں، سانسیں رک رک کر آنے لگیں، کلیجہ منہ کو آنے لگا، اوہام وگمان کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا، کمزور ایمان والوں نے اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنا شروع کردیا، شیطان کے وسوسوں کا لوگوں کے عقول، قلوب اور افکار پر غلبہ ہونے لگا، منافقت پیدا ہونے لگی، ظلمت کا پھیلاؤ ہونے لگا، غلط باتوں کی کثرت ہونے لگی، کذبؔ ومکر کا پرچار ہونے لگاہ آزمائش حلق تک پہنچ گئی، مصیبت عظیم ہوگئی، مجاہدین کو شدید جھٹکا لگا جس سے ان کے قدم اکھڑ گئے، ان کے اعصاب شل ہوگئے، ان کی حرکت مانند پڑ گئی، ان کی حالت بالکل ویسی ہوگئی جیسا کہ اللہ تعالی نے اقوام سابقہ کے متعلق فرمایا﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ الضَّرَّاءُ وَ زُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللهِ﴾ سورہ بقرہ آیت ۲۱۴۔

یعنی: کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اب تک تمہارے پاس ان لوگوں کی مثال نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گذر گئے ہیں، انہیں شدت وتکلیف پہنچی، انہیں جھٹکا دیا گیا یہاں تک کہ رسول نے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے لوگوں نے کہا: نصرت خداوندی کب نازل ہوگی؟

دوسری طرف منافقین سے یہ شدائد، تکالیف اور خوف ورعب برداشت نہیں ہوئے، انہوں نے موت کے خوف سے خفیہ طور پر راہ فرار اختیار کرنا شروع کردیا، آنحضرت ﷺ سے جھوٹے حیلے بہانوں کے ذریعہ رخصت طلب کرتے تھے، کہتے تھے کہ دراصل ہمارے مکانات دشمن کے لئے بالکل کھلے ہیں لہذا ہمیں ان پر خطرہ محسوس ہورہا ہے، یہ جھوٹ تھا، ایسی کوئی بات نہیں تھی، اللہ تعالی نے ان کے کذب وفجور کو ان پر رد کردیا﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلاَّ فِرَارًا﴾ سورہ احزاب

آیت ۱۳۔

یعنی ان کے مکانات دشمن کے لئے کھلے نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

اے اللہ ان کو شکست دے اور ان کے قدم لڑکھڑا دے

ان شدید حالات میں لطف و کرم الٰہی کا مسلمانوں پر نزول ہوا، حالات اس رخ پر چلنے لگے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا تھا، اس کے باوجود مسلمان یہ دعا فرماتے تھے: اے پروردگار! ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خوف سے امن دے۔

آنحضرت ﷺ نے احزاب کے لئے بد دعا فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، احزاب کو شکست دے اے پروردگار ان کو شکست دے اور ان کے قدم لڑکھڑا دے۔ (فتح الباری ۷/۴۶۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول امین کی دعا قبول فرمائی، اسی طرح اپنے مؤمن بندوں کی دعائیں بھی قبول فرمائیں، اور احزاب پر ہوا کی فوج بھیجدی جنہوں نے ان کے خیموں کو اکھیڑنا، ان کی ہانڈیوں کو الٹنا، ان کے شامیانوں کو اکھاڑنا اور ان میں بے قراری پیدا کرنا شروع کر دی، فرشتوں کی فوجیں بھی بھیجدیں جنہوں نے ان کے پاؤں لڑکھڑانا، اور ان کے دلوں میں خوف اور رعب ڈالنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے اس شر کو دور فرمادیا، ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اللہ تعالیٰ نے دست بدست لڑائی کی نوبت نہیں آنے دی، حضرت ابوہریرہؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت یہ دعا پڑھ رہے تھے (لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ، وَ غَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلاَ شَيْءَ بَعْدَه) فتح الباری ۷/۴۶۹۔

نبی کریم ﷺ اور مسلمان مدینہ خوش خوش واپس ہوئے آپس میں ایک دوسرے کو فضل خداوندی اور نصرت الٰہی کی بشارت دے رہے تھے۔

ان واقعات کے سلسلہ میں سورہ احزاب کے شروع کا ایک بہت بڑا حصہ نازل ہوا، اس کی ابتداء میں مؤمنین کو نہایت پیارے اور عزت افزاء نام سے پکارا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور مہربانیوں کی طرف مؤمنین کو توجہ دلائی، اتنی بڑی عظیم

مصیبت کو دور کرنے کا تذکرہ کیا، اور بتایا کہ اس کا مقصد دلوں سے خوف کو نکالنا، اور ان کو ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور آپس میں ایک دوسرے کے دلوں کو ایمانی روابط کے ذریعہ مربوط کرنا ہے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ تا آیت ﴿وَكَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيزًا﴾ سورہ احزاب آیت ۹ تا ۵۔

اس آیت کریمہ کے اندر منافقین کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ ڈرپوک، بزدل اور جھوٹے ہیں، منافقین کے اندر موجود خاص خاص باتوں کا بھی ذکر کیا گیا جو انہوں نے یہودیوں سے سیکھے تھے، اسی طرح ان کے بخل اور طمع کو بتایا گیا اور پھر ان پر شدید رعب طاری ہونے کا ذکر بھی کیا گیا جس کی وجہ سے ان کی عقل ٹھکانہ پر نہیں تھی، اور وہ حالات کا صحیح اندازہ نہیں کر پا رہے تھے۔

ان آیات کریمہ کے اندر اللہ تعالی نے مؤمنین مجاہدین کی تعریف بھی کی جو جنگ میں کودنے کے لئے مستعد تھے، پھر احزاب کی شکست کا ذکر کیا جو نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے تھے، اللہ تعالی نے مؤمنین کی طرف سے لڑائی کا بندوبست خود فرمایا تھا، اس طرح ان کو جنگ کی تکالیف برداشت نہیں کرنی پڑی۔

بنو قریظہ کی طرف روانگی

احزاب کے واپس لوٹ جانے کے بعد حیی بن اُخطب بنی قریظہ کے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا جیسا کہ کعب بن اُسد اور اس کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا، اس جنگ میں اللہ تعالی نے بدبخت حیی بن اُخطب اور احزاب کے ساتھ تعاون کرنے کی وجہ سے بنو قریظہ کی ذلت و رسوائی کا انتظام فرما دیا تھا، چنانچہ اس موقعہ پر یہودیوں کی ایک عادت بدعہدی بھی کھل کر سامنے آ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ ٹھیک اسی دن جس دن احزاب کو شکست ہوئی اور آنحضرت ﷺ خوشی خوشی مدینہ واپس آئے تو حکم الہی آیا کہ آپ ﷺ فورا بنو قریظہ کا رخ کریں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف نکل گئے، ان کی

تعداد تین ہزار تھی، اسلامی لشکر نے بنو قریظہ کو قلعوں سے اترنے کی دعوت دی، اور ان کا سخت محاصرہ کیا، اللہ تعالی نے بنو قریظہ کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا، چنانچہ کعب بن اُسد نے ان سے کہا:

اے بنو قریظہ! خدا کی قسم تم کو معلوم ہے کہ محمدؐ اللہ کے نبی ہیں، اور ہم نے عربوں سے صرف حسد کی بناء پر اسلام قبول نہیں کیا، کیونکہ وہ اسرائیلی نہیں تھے، ان کو اللہ تعالی نے جس قوم میں نبی بنایا وہ درست ہے، مجھے ان کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنا پسند نہیں تھا، لیکن ہم اور اس کی قوم پر اس کم بخت منحوس کا جو یہاں بیٹھا ہے (حیی بن اُخطب) کی ابتلاء و نحوست کا بڑا اثر ہے کہ آج ہمیں یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے اس کی قوم ہم سے بدتر ہے۔

جب محاصرہ ناقابل برداشت ہو گیا تو ان کے سردار کعب بن اُسد نے تین باتیں ان کے سامنے رکھیں، اس نے کہا:

اے یہودیوں! جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تم بھی دیکھ رہے ہو، میں تمہارے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔

انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟

کعب نے جواب دیا: ہم اس آدمی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور اس کی نبوت کی تصدیق کر لیں، کیونکہ تم پر یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں، اور یہ وہی شخص ہے جس کا تذکرہ تم اپنی کتاب میں پاتے ہو، اس سے تمہاری جان اور مال محفوظ ہو جائیں گے۔

بنو قریظہ نے جواب دیا: ہم تورات کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ اس کے بدلہ کسی اور کو اختیار کریں گے۔

کعب نے کہا: اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو چلو پہلے ہم اپنی اولاد اور عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں پھر تلوار نکال کر محمدؐ کی طرف بڑھتے ہیں ہمیں اپنے پیچھے اولاد وغیرہ کا خیال نہیں آئے گا پھر ہم لڑتے رہیں گے یہاں تک اللہ تعالی ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فتح یا شکست کا فیصلہ کردینگے، اگر ہم شکست کھا جاتے ہیں اور ہمیں قتل کر دیا جاتا ہے تو ہمیں اپنی اولاد وغیرہ کی فکر نہیں ہو گی، اور اگر ہمیں فتح حاصل ہوتی ہے تو ہم نئے سرے سے شادی کر کے اولاد وغیرہ حاصل کر لیں گے۔

بنو قریظہ نے جواب دیا: کیا ہم ان بے چاروں کو قتل کر دیں؟ پھر ان کے بغیر زندگی میں کیا لطف ہو گا؟

کعب نے کہا: اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے تو یہ ہفتہ کی رات ہے ہو سکتا ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی آج رات ہم سے مطمئن ہو کر غافل ہو جائیں، لہٰذا اگر ہم نے حملہ کر دیا تو ہمیں فتح حاصل ہو گی۔

بنو قریظہ نے جواب دیا: ہم ہفتہ کے دن کو برباد نہیں کر سکتے کیونکہ تم جانتے ہو ہم سے پہلے لوگوں پر جو غضب الٰہی نازل ہوا اور جس کے نتیجہ میں ان کے چہرے مسخ ہوئے وہ اس ہفتہ کے دن کی وجہ سے تھا۔

کعب نے غصہ میں آکر کہا: جب سے میں پیدا ہوا پوری زندگی میں کبھی تمہارے ساتھ کسی بھی مسئلہ میں کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکا۔

حیی بن اُخطب کا قتل

بنو قریظہ کے اپنے سردار کعب بن اُسد کی تینوں باتوں کا انکار کرنے کے بعد اب ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا سوائے اس کے کہ خود کو آنحضرت ﷺ کے حوالہ کر دیں آپ ﷺ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، چنانچہ وہ سب قلعوں سے اتر گئے، آپ ﷺ نے ان کے مردوں کو باندھنے کا حکم دیا، چنانچہ ان سب کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کی سربراہی میں باندھ دیا گیا، عورتوں اور بچوں کو مردوں سے علیحدہ کر دیا گیا، اور حضرت سعد بن معاذؓ سے کہا گیا کہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں، انہوں نے فیصلہ دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے، اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے سعد! تم نے ان کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے سزائے موت نافذ کرنے کا حکم دیدیا، چنانچہ ان کے لئے مدینہ کے بازار میں گڑھے کھودے گئے پھر تلوار سے ان کی گردنیں ماردی گئیں۔

بنو قریظہ کے ساتھ بنو نضیر کا شیطان حیی بن اُخطب بھی موجود تھا، اسے اس حالت میں لایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے، جب اس نے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا تو کہنے لگا: خدا کی قسم مجھے تمہارے ساتھ

دشمنی مول لینے میں کوئی غم نہیں ہے مگر بات یہ ہے کہ جسے اللہ رسوا کردے وہ ذلیل ہوہی جاتا ہے۔

پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے لوگوں! غم کرنے کی ضرورت نہیں، خدا کا حکم یہی تھا، یہ مقدر تھا بنی اسرائیل کا، پھر بیٹھ گیا تو تلوار سے اس کی گردن ماردی گئی۔

اس موقعہ پر جمیل بن جوال ثعلبی نے یہ اشعار کہا:

تیری عمر کی قسم ابن اخطب نے اپنے نفس کی ملامت نہیں کی لیکن جسے اللہ تعالی رسوا کردے وہ رسوا ہوہی جاتا ہے۔

اتنی جدوجہد کی کہ اس کی نفس کو معذور سمجھا گیا، اور ہر طرح کی بے چینی اور افراتفری پھیلا کر معزز کہلانے کی کوشش کی۔

علامہ بلاذری نے حسن بصریؒ سے روایت نقل کی ہے کہ:

حیی بن اخطب نے معاہدہ کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریگا، اور اللہ تعالی کو اس پر ضامن بنایا تھا، جب یوم قریظہ کے موقع پر اسے اور اس کے بیٹے کو آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ ضامن نے وفا کی، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو تلوار سے اس کی اور اس کے بیٹے کی گردن ماردی گئی۔

یہ غزوہ ذی القعدہ سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا، محاصرہ ۲۵ دن تک جاری رہا، غزوہ احزاب اور بنی قریظہ کے سلسلہ میں رب العزت نے سورہ احزاب کی کئی آیتیں نازل فرمائیں جن میں اس واقعہ کے مؤمنین اور منافقین کے کئی جزوی حالات پر تبصرہ بھی کیا گیا، پھر احزاب کی ذلت ورسوائی اور اہل کتاب کی غداری کا ذکر کیا گیا۔

حضرت حسان بن ثابت نے اس واقعہ کو اپنے اشعار کے ذریعہ محفوظ کرلیا، بنی قریظہ کا جب نبی کریم ﷺ نے محاصرہ کیا تھا اور پھر وہ حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے تحت قلعہ سے اترے تھے اس واقعہ کا یوں نقشہ کھینچا:

بنو قریظہ نے اپنی آفت کا سامنا کیا اور قلعہ میں ذلیل ہوئے۔

سعد نے ان کو نصیحت کی تھی اور خبردار کیا تھا کہ اللہ رب جلیل ہے۔

لیکن انہوں نے عہد شکنی کی تو رسول ﷺ نے ان کے علاقہ پر حملہ کیا۔

ہماری کئی صفوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا تو شدت حرارت سے وہ جل

گئے۔

مؤمنین دار الخلد میں پہنچ گئے وہاں ان کے لئے سائباں کا انتظام ہے۔

آتش جہنم میں

بد بخت حیی بن اُخطب ان بڑے مجرمین سے ایک تھا، جن کو ان کی خباثت کی بناء پر تاریخ میں علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے، پہلے تو اس نے اپنی قوم بنو نضیر کے ساتھ مسلمانوں کا جو معاہدہ طے پایا تھا اس کی خلاف ورزی کی، پھر مختلف قبائل واحزاب کو آپ ﷺ سے لڑنے کے لئے جمع کیا، پھر یہود بنو قریظہ کو بد عہدی پر ورغلایا، یہ شر پسند اسلام دشمنی اور یہودی تعصب کی بناء پر غداری و خیانت کا مرتکب ہوا، یہی وجہ ہے کہ جب سلام بن مشکم کو بنو قریظہ اور حیی بن اُخطب کے قتل کے اطلاع ملی تو اس نے کہا: آج کے بعد حجاز میں یہودیت کبھی بھی پنپ نہیں پائے گی۔

کعب بن اُسد نے بھی یہ کہا تھا جب اس نے حیی بن اخطب کے ساتھ مذاکرات کے تھے: تیرا برا ہو اے حیی، تم ایک منحوس آدمی ہو، خدا کی قسم تم میرے پاس عمر بھر کی رسوائی لے کر آئے ہو۔ (اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

یہ ہیں حیی بن اُخطب کے برے اعمال ان کے ذریعہ اس نے اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین سے جنگ کی تھی، انہیں اعمال بد نے اسے جہنمی ٹھہرایا، قرآن کریم کی کثیر آیات کے اندر ایسے اشارے ملتے ہیں جن میں حیی بن اُخطب کو جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔

اس کے متعلق متعدد ایسی آیتیں نازل ہوئیں جو اس کی خفیہ مکاری، خباثت اور کینہ وحسد سے پردہ ہٹاتی ہیں، اس کی کچھ مثالوں کا ذکر آچکا ہے۔

ان آیات میں سے ایک آیت یہ بھی ہے جس میں اسے اور اس جیسے اہل کتاب اور مشرکین کو جہنم کی بشارت دی گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ سورۃ البینہ آیت ٦۔

یعنی بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جہنم کی آگ میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہی ہیں بدترین مخلوق۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے اندر ان کے دو حالات کا ذکر کیا:

ایک یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔
دوسرا یہ ہے کہ وہ عہد نبویؐ کے بدترین مخلوقات میں سے تھے۔

حیی بن اخطب اور اس کے ساتھ اس کی قوم مشرکین سے بدتر تھے، کیونکہ ذات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا گھناؤنا فعل مشرکین کے فعل سے بدتر تھا، کیونکہ یہودی رسالت محمدی کے توسط سے فتح کی دعا مانگتے تھے، آپ ﷺ کی بعثت اور نبوت کے قائل تھے، چنانچہ جب ان کے پاس حق آیا جسے انہوں نے پہچان لیا تھا تو اس کا انکار کیا، اسے جھٹلایا اور دوسروں کو اس سے منع کیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ حق ہے، لہذا ان کا جرم عام مشرکین کی بہ نسبت سخت تھا۔

حیی بن اخطب نے نبوت محمدی کا انکار کر کے دنیا میں عزت ورفعت حاصل کرنا چاہی، مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی قوم کو بنو قریظہ کے ساتھ دنیا میں ذلیل کردیا، اور آخرت میں اسفل السافلین میں ہونگے، کفر کرنے کی وجہ سے جہنم کے مستحق ٹھہرے، کیونکہ جاننے کے باوجود نہ ماننا یہ زیادہ برا ہے بہ نسبت نہ جان کر نہ ماننے کے۔

خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حیی بن اخطب اور مشرکین کے لئے بددعا فرمائی، کیونکہ ان کی وجہ سے آپ ﷺ سے عصر کی نماز چھوٹ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! ان کے بطون اور قبور کو آگ سے بھر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی، اور حیی کو سرکشی اور غداری کے پاداش میں غزوہ خندق کے فوراً بعد قتل کردیا گیا، اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بغاوت کی سزا سب سے جلدی دینی چاہئے)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مکاروں، دھوکہ بازوں اور خیانت کرنے والوں کو جہنم کی بشارت سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا (مکاری، خیانت اور دھوکہ بازی کا انجام جہنم ہے) حیی بن اخطب میں یہ سب صفات موجود تھیں اس لئے وہ جہنم کا مستحق ٹھہرا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول مشہور ہے: تین چیزیں جس میں پائی جائیں گی ان کا وبال اس پر پڑے گا، بغاوت بدعہدی اور مکاری، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ سورہ یونس آیت ۲۳۔

یعنی: تمہاری بغاوت کا وبال تم پر پڑے گا۔

اسی طرح ارشاد ہے ﴿فَمَنْ نَکَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ سورہ فتح آیت ۱۰۔

یعنی: جس نے عہد شکنی کی تو اس کا نقصان اسی کو ہوگا۔ ایک اور جگہ فرمایا ﴿وَلاَ يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلاَّ بِأَهْلِهٖ﴾ سورہ فاطر آیت ۴۳۔ یعنی برے مکر سے مکار ہی ہلاک ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حیی بن اخطب ہے یہودیوں کا فاسق، سرداران یہودیوں میں سے تھا جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت واقع ہوئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَن يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا﴾ سورہ نساء آیت ۵۲۔

یعنی۔ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے تم اس کے لئے کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

بہر حال جہنم اس کے لئے کافی ہے، اور وہ کتنا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس رسالہ کے آخر میں ہم اس فرمان خداوندی کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَا لاَتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ سورہ آل عمران آیت ۸۔ صدق اللہ العظیم۔

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہدایت دینے کے بعد پھر ہمارے دلوں کو گمراہ نہ کر، اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک آپ بہت زیادہ عطا فرمانے والے ہیں۔

اے اللہ! اس ناچیز نے اپنی مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اس کتاب کے معانی و مطالب کو عربی سے اردو میں منتقل کر کے اردو پڑھنے لکھنے والوں کے لئے اس کتاب سے استفادہ آسان کر دے، اے اللہ اگر اس ناچیز سے ترجمہ کا حق ادا ہوا ہے تو یہ محض تیرے فضل اور مہربانی کا نتیجہ ہے، اور اگر اس سلسلہ میں اس سے کوتاہی ہوئی ہے تو آپ درگذر فرمائیے، بیشک آپ بڑے رحیم و غفار ہیں۔

تمام حضرات سے درخواست ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کے بعد یہ دعائیہ جملہ ضرور کہدیں: أللهم اغفر لكاتبه ولمترجمه ولوالديه، آمین۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

احقر طاہر صدیق ارکانی

جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۹ھ